

بَعُونِہ

اسکونہ سنو گے جو محمدؐ کی زبانی ؛ ؛ ہجائیگا قرآن فقط ایک کہانی
قرآن سے عزت کو جدا کر کے تو دیکھو ؛ ؛ ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی

ذکرِ معصوم

مکمل

میں نے اسید علی حسین صاحب اختیار سے سنا

۷۵ء - بی۔ سلاٹ ٹاؤن راولپنڈی

ناشر

مخوط بک انجینیسی، مارٹن روڈ، کراچی

تعارف

علم دوست مومنین بانمکین نے ”فاطمہ کا چاند“ کے مطالعہ کے بعد مجھ سے اصرار فرمایا کہ ایسی تقاریر بھی اپنے ذہین طلباء و طالبات کے لئے لکھوں جو معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات بھی ہوں اور محافل میلاد و مجالس میں ہر معصوم کے کارناموں کی ایک ایسی خطیبانہ پیشکش بھی ہو۔ جو ہمارے مبتدی مقررین طلباء و طالبات کے لئے تذکرہ محمد و آل محمد میں ممد و معاون ہو سکے الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ خدمت بھی انجام پاگئی۔ میں نے اس تذکرہ میں ثانی زہر اجنب زینب سلام اللہ علیہا اور سرکار قمر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کو اس یقین کے ساتھ شریک کیلئے کہ ان کے تذکرہ کے بغیر ذکر اسلام تشنہ رہ جانا۔

تقاریر ولادت و شہادت دونوں محافل اور مجالس کیلئے موزوں ہیں۔ ولادت کی محفل میں فضائل پر تقریر ختم کر دی جائے۔ اور شہادت کی مجلس میں مصائب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو پُر سنا

جلد حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں لا

بار دوم	ایک ہزار
تاریخ و شاعت	ماہ محرم ۱۴۲۸ھ
مطبع	سندھ آفٹ پریس کراچی
ناشر	محفوظ بک ایجنسی
قیمت	بڑا روپے ۱۳۰ صرف

مجموعہ تقاریر = علامہ رشید ترقابی - مولانا
حافظ کفایت حسین صاحب، مولانا سید
محمد دہلوی مرحوم - اس کتاب میں ہر ذاکر کی
۵، ۵ مجالس تحریر ہیں۔ ترتیب و تکمیل از مولانا ڈاکٹر قمر عباس صاحب زیدی
قیمت: ۶/۰۰ روپے

شرح طب معصومین
حضرت امام رضا کی کتاب طب رضا
کا ترجمہ علامہ رشید ترقابی مرحوم نے کیا۔
تشریحات عبدالکریم مشتاق صاحب نے
تحریر کئے ہیں۔ قیمت ۵۰/۰۰ روپے

ابن سبا تاریخ کے آئینہ میں
کیا ابن سبا واقعی کسی
محقق کا نام ہے۔ یا ایک
ڈھونگ ہے اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ سید حسین صاحب۔
قیمت ۵/۰۰

بھی مکمل ہو جائے گا۔ حدیث کسا۔ معجزہ سیدہ عالم۔ معجزہ امیر المومنین
علیہ السلام کا منظوم ترجمہ مومنین نے پسند فرمایا۔ ناطقہ کا چاند کے لئے
اصرار ہے کہ دوسرا ڈلیشن چھپے انشاء اللہ تعمیل کی سعادت کی کوشش
کروں گا۔

خطبات راشدہ کے عنوان سے خطبہ غدیر سیدہ عالم شقیہ
امام حسین روز عاشورہ۔ ثانی زہرا۔ سید سجاد اور معاویہ ابن یزید کا لفظاً
لفظاً منظوم ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ جو ہمارے علم دوست مومنین کے لئے
ایک عجیب دینی سرمایہ ہے۔ مجھے توقع ہے کہ محمد وآل محمد کا یہ تذکرہ ذکر
معصوم طلباء اور طالبات کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں دست بدعا ہوں
کہ خداوند عالم بحق محمد وآل محمد میری اس ادنی خدمت کا اجر میرے
والدین اور میرے استاد محترم الحاج مولانا السید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ
امروہوی اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقامہ کو عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر الزمن

السید علی حسن اختر امروہوی

محافل مجالس

نمبر	نمبر
صفحہ	نمبر
سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱
سیدۃ النساء العالمین فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا	۲
امیر المؤمنین وصی خاتم النبیین علی ابن ابیطالب علیہ السلام	۳
مروار جنان امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام	۴
سید الشہداء امام حسین شہید کربلا علیہ السلام	۵
سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام	۶
باقر العلوم امام محمد باقر علیہ السلام	۷
صادق آل محمد امام جعفر صادق علیہ السلام	۸
صابر آل محمد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	۹
معین الضعفاء امام علی رضا علیہ السلام	۱۰
سید الاتقیاء امام محمد تقی علیہ السلام	۱۱
سید التقیاء امام محمد تقی علیہ السلام	۱۲
وارث علم علی امام حسن عسکری علیہ السلام	۱۳
صاحب العصر والزمان امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ ظہورہ	۱۴
شہابی زمر از نبی علیہ سلام اللہ علیہا۔	۱۵
قمر بنی ہاشم علمدار لشکر اسلام ابو الفضل العباس علیہ السلام	۱۶
نظم حد کیا بتائیں تہیں یہ راز کہ کیا ہے اسو۔	۱۷

کوثر مرا کوثر ہے جنت مری جنت ہے
مولا مرا جنت کا جب سرور و سید ہے
اختر کی یہی جنت اور بس یہی دولت ہے
اک ذکرِ محمد ہے اور آلِ محمد ہے

۹۴ ۱۳ ۵



محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين
والآله الطيبين الطاهرين أما بعد فقد قال الله تبارك و
تعالى في كتاب المبين وهو اصدق الصّادقين -

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

خلاق کلام لئے اپنے پاک کلام میں بطلان اریان عالم کے لئے واضح
اور صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا۔ کہ بیشک دین اللہ کی نظر میں اسلام اور
صرف اسلام ہے۔ تقاضائے فطرت ہے کہ ہر کار ساز کو اپنا شاہکار ہر صانع کو اپنی
پسندیدہ صنعت ہر معمار کو اپنی دلکش عمارت ہر مڑتی کو اپنی ترمیم یافتہ شے
سے نہ صرف محبت اور الفت ہی ہوتی ہے بلکہ اس کی بقا اور ثبات۔ قیام
و استحکام کے انتظام میں اپنی تمام امکانات کو ششیں صرف کی جاتی ہیں۔ آئیے دیکھیں
خالق کائنات نے قائل عند اللہ الاسلام لئے اپنے اس پسندیدہ دین کے واسطے
کیا انتظام فرمایا۔ انتظام فرمایا۔ قیامت کا انتظام فرمایا۔ ظہور دین کے بعد نہیں
ظہور دین سے ہزاروں سال قبل اس دین کی بقا اور اشاعت کا انتظام ہوا اور سب

سے پہلے اول ما خلق اللہ ثوری۔ کو بنایا۔ پھر زمین کا فرش بچھا کر۔ آسمان کا
شامیانہ لگا کر۔ چاند سورج کی قندلین جلا کر۔

کہا حضرت آدم سے جنت سے جاؤ فناء فلک کا زمین پر سناؤ

مہجود ملک نے زمین پر آکر فناء سنایا۔ راستہ چلنے والوں سے پہلے راستہ
آیا۔ قدرت نے نور اولین دس خسرین کو عرش پر کرسی پر بٹھایا۔ اولیت کا تاج سر پر
رکھا۔ سروری کا لباس پہنایا۔ اور کہا اس کرسی پر بیٹھ کر ہدایت کے راز اور ہادیوں کے
انداز دیکھتے رہو۔ ہر روز کے سبق اور ہر زمانہ کے ورق پر منظر رہے۔ آخری سبق تمہیں
پڑھانا ہے۔ کتاب ہدایت کو ختم کرنا ہے اور اس کی بقا اور حفاظت کا قیامت تک
کے لئے انتظام کر کے آنا ہے۔ ادوار بدلتے رہے۔ ہادی آتے رہے۔ چھوٹے
بڑے سبق بڑھاتے رہے۔ تکمیل کتاب کا کام باقی رہ گیا۔ نور اول منظر پیش کیا
کہ دیکھئے کب باری آئے۔ باری تعالیٰ کی آواز آئی۔ جاؤ میرے باری کامل
جاؤ اور اکلست لکم دینکم کی آواز سناؤ، ۱۷ ریح الاول دوشنبہ کا دن تھا کہ یہ
نور اول پیدا ہوا مگر۔

پیدا آتش رسول کا ہرگز یہ دن نہیں ہو سکتا ہاں عالم وجود میں روزِ ظہور ہے
بہر حال یہ نور اول خلوت کردہ ازل سے عرش و کرسی کی سیر کرتا ملا۔
طیبہ میں ہوتا آغوش امن میں اس طرح آیا۔ کہ قصر شامی کے در پہ۔ ایوان کسریٰ
کے گنگرے گرے فارس کے آتش کدے بجھے۔ کعبہ کب تب جھکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
کی صدائیں فضلتے عالم میں گونجیں عرش والوں نے کہا عرش کا مکین آیا۔
فرشتوں نے کہا نور اولین آیا۔ انبیاء پرکارے خاتم النبیین آیا۔ جب میل

نے کہا قرآن میں آیا۔ اسلام پکارا شہنشاہ دنیا و دین آیا۔ گنہگاروں نے
کہا شیخ الذنوب آیا۔ کافروں نے کہا صادق و امین آیا۔ رب العالمین
نے فرمایا رحمت للعالمین آیا۔

یہ تھی حوروں میں سرگوشی حسنیوں کا سین آیا گماں تھا ماہ کو شاید کہ خورشید مبین آیا
یہ دھوکا مہر کو تھا نور رب العالمین آیا خدا کو نماز تھا کیا خوب نقش اولین آیا
دکھاتا شان رحمت حسن دنیا و دین آیا

عرب کے شریف قبیلوں کا دستور تھا کہ ایام رضاعت کے لئے
کسی دایہ کا انتخاب ہو۔ یہ سعادت حلیمہ کی قسمت میں لکھی تھی قدرت نے کہا
اس شریف ترین قبیلہ کے افضل ترین شجاع کو حلیمہ تم اپنے دودھ کی پرکون
دھاروں سے حلیم بنا دو۔ باپ کا سایہ قبل از ولادت ہی سر سے اٹھ چکا
تھا حلیمہ نے ایام رضاعت پورے کئے۔ آفتاب رسالت آغوش آمنہ میں
پھر آیا۔ ابھی عمر کی چھ منزلیں بھی نہ طے کی تھیں کہ شفیق ماں کا سایہ بھی سر سے
اٹھ گیا۔ ماں کے انتقال کو ابھی دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ مربی داو ابدال مطلب
نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ وقت رحلت اس درتیم کی حفاظت اپنے
بیٹے ابو طالب کے سپرد کر گئے۔ ابو طالب نے اپنے پیارے بھتیجے کی حفاظت
اور تربیت اپنی اولاد سے بھی زیادہ کی رسول جس طرف اور جہاں جاتے ابو طالب
ساتھ ساتھ جاتے یا یوں کہتے کہ ابو طالب جس طرف اور جہاں جاتے رسالت
ساتھ ساتھ جاتی۔ رسالت کا شاداب لوزنہاں مہربان چچا کے ظل عاطفت میں
نصف صدی پروان چڑھتا رہا ملک کی بڑی دولت مند صاحب ثروت

نیک سیرت خاتون خدیجہ بنت خویلد کی خواہش پر ابوطالب نے بھتیجے کا عقد
اس مقدس خاتون سے پڑھا کر تولیت کا حق ادا کر دیا۔ اور حق پرست خاتون
نے اپنی ساری دولت کا مالک و مختار احمد مختار کو بنا دیا۔ ۷
نبی کے قدموں پر دولت بہادی ۸ خدا کے دین کی قسمت جگادی
یہ پہلی خاتون ہیں جن کا قیامت تک اسلام زیر بار احسان رہے گا
ابوطالب وہ سب سے پہلے دین دار ہیں جس نے رہبر دین کی حفاظت میں
پورے پچاس سال سروہر کی بازی لگادی انساں احساندہ ہو لیکن ہل
جزاء الاحسان الا احسان کہنے والا قیامت تک اس احسان کو نہیں
بھول سکتا۔ ۷

ہم محاذظ ہیں محمد کے کہہ خود بہ خدا ۹ اور حفاظت کرے تازلیست محمد کا چچا
فعل کو جس کے خدا فعل بتائے اپنا ۱۰ اسکے ایمان میں اور شک ہو عیاذ باللہ
اس نورازی نے چالیس سال نکل عافیت ابوطالب میں رسالت
کی خاموش تبلیغ عملی صورت میں اس طرح انجام دی جیسے عالم لاہوت میں تسبیح
تخلیق آدم عالم سکوت میں رہا۔ یہ نور محمدی کب بنا تھا آدم سے پوچھو کہ کب
کہ میرا توتیلہ بھی نہ بنا تھا۔ اس نور کے مقام کا اور محمد کے کام کا اگر اندازہ لگانا
ہو تو ظلمت کدہ عرب کی گھنڈائی تازیخ پر ایک طائرانہ منظر ڈالنی ہوگی۔ دور
جاہلیت سے بڑھکر دنیا میں نہ کبھی ایسا تاریک دور آیا نہ شاید آئے۔ کفر و ترک
کی گہنگور گھٹائیں۔ فسق و فجور کی موسلا دھار بارشیں ظلم و ستم کی تاریک اندھیاں
بے رحم اور سرکش کی بچلیاں دخت کشی کی لمرزہ نیز داستانوں کو چھوڑے۔ ایک

انفہ غلبیم یہ سنا کہ فطرت کا بنایا ہوا اصول مٹ رہا تھا۔ خدا کا بنایا ہوا انسان
اشرف المخلوقات، ارذل مخلوقات اور ارذل مخلوقات جمادات اشرف المخلوقات
بن چکا تھا۔ مقصد تخلیق فنا ہوا تھا۔ قدرت نے یہ دیکھ کر کہ تخریب کا یہ آخری دور
ہے تبعبیر کے آخری ایسے معمار کو بھیجا جو تخریب عالم کی بدلتی ہوئی سروٹین الہی
ہزاروں دیکھ چکا تھا۔ اللہ کے پسندیدہ دین کے اس سرپرست نے اپنی ذمہ داری
کو محسوس کیا بڑی احتیاط سے چالیس سال اپنی کرداری زندگی کو بہت قریب
سے دکھایا اور سوچا کہ پہلے یہ مجھے دیکھ لیں پھر میں انہیں دیکھوں گا۔ رہسب کا مریاب
ہوا۔ جھوٹے کافر خائن۔ سارق چیخ اٹھے۔ اَنْتَ صَادِقٌ وَاَنْتَ اٰمِیْنٌ۔

صداقت اور رسالت کی دشمنوں سے سند لیکر توحید کی امانت اور رسالت
کی صداقت کو پیش کیا۔ جنہوں نے صادق و امین دل سے مانا تھا انہوں نے
توحید و رسالت کو بھی دل سے قبول کیا ہزاروں کی تعداد داخل دین خدا ہوئی
ختم اللہ علی قلوبہم جب بھی قسمت کو روئے اور آج بھی رو رہے ہیں۔

نبی کی شان نبی کا مقام کیا کہنا۔ خدا کا آیا درود و سلام کیا کہنا۔ نبی البیرت
آج بھی کہہ رہے ہیں۔ وہ تو جناب ہم ہی جیسے بشر تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا
آپ بھی کبھی عرش پر گئے ہیں جواب دیا جاتا ہے معراج تو روحانی تھی انسان
کامل میں نقائص کی تلاش ہے کوئی کہتا ہے۔ عالم الغیب نہیں تھے کوئی کہتا
ہے مردوں کو زندہ کرنے کی انہی طرف نسبت دیا کفر ہے۔ اگر ان سے یہ پوچھا
جائے کہ تمہارے رسول آزر و سوسہ آں اور انبیاء سے افضل تھے یا کمتر تو
سینہ تان کر کہیں گے جناب ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام

انبیاء ماسبق سے افضل تھے سید الانبیاء تھے اشرف المرسلین تھے تمام انبیاء کے صفات حضور میں جمع تھے۔ اگر لوچھو کہ حضرت سلیمان سے بھی افضل تھے تو کہتے ہیں کہ ضرور افضل تھے۔ اچھا حضرت سلیمان تو مع جسم کے فضا میں پرواز کرتے تھے اور آپ کے رسول مع جسم کے فضا میں نہیں جاسکتے تھے تو پھر تمہارے رسولی افضل ہوئے یا حضرت سلیمان اسپر تو ایمان ہے کہ حضرت یوسف نے ایک قیدی کو بتلایا کہ تو کل رہا ہو جائیگا اور ایک سے کہا تو قتل کیا جائیگا مصر میں ایک عظیم قوط رونما ہونے والا ہے اور رسول کی غیب دانی کا قرار نہیں تو پھر کہتے کہ حضرت یوسف افضل تھے۔ حضرت عیسیٰ تو مردوں کو چلائیے اور اگر رسول کی طرف کوئی ایسا اعجاز منسوب کر دیا جائے تو کفر ہے۔ پھر عیسیٰ افضل ہوتے یا رسول اگر تمہارا رسول ایسا ہی مجبور تھا تو رسول سے تو ملک الموت افضل ہیں جو روز ایک اشارہ میں ہزاروں فسی حیات کو بے حیات بنا دیتے ہیں۔

اگر خدا کا یہ برگزیدہ رسول تمام انبیاء سے افضل و برتر تھا تو ماننا پڑیگا عالم الغیب بھی تھا۔ صاحب معراج جمافی یہی تھا۔ مردوں کو زندہ بھی کر سکتا تھا۔ زمانہ نہیں ان الدین عند اللہ الاسلام ہی کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ دین کی دلال کو دنیا میں دیکھ کر یہ سمجھ گیا کہ بس یہی دین ہے۔ دین کو وہ کیا سمجھے جو ہر دین ہی کو نہ سمجھتا۔

بڑا شکل ہے عرفان محمد ﷺ سمجھ لے جو وہی مشکل کشا ہے۔ خدا کے رسول نے خدا کے سچے دین کے لئے کیا کیا ثبوت پیش نہیں کئے۔ سورج کو پلٹا کر۔ چاند کے درڑھکڑے کر کے درخت کو اشارہ سے بلا کر۔ سنگ ریزوں

سے گواہی دلو اگر بتلایا کہ یہ دین اور دین کا لایا والا سچا جواب ملا بڑا جادوگر اور عظیم ساحر ہے۔ خدا کی صفات بتلائیں۔ جنت اور دوزخ کی باتیں سنائیں۔ معاد اور آخرت کا ذکر کیا۔ سننے والوں نے سنا اور رہنے لگا۔ کہا معاذ اللہ دیوانہ اور مجنوں ہے قدرت نے منکروں کے انداز دیکھئے۔ دین کے بگڑے ہوئے اطوار دیکھئے۔ سحر و جنون کے بہتان دیکھے۔ ہذیان کی تصویر سامنے آگئی۔ رسول کی صداقت اور اطاعت پر بھرپور زور لگا دیا۔ بار بار کہا رسول جو کچھ دے دے لے لو جس سے منع کرے رک جاؤ۔ رسول کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت میرے ہاتھ پر بیعت ہے۔ جو کچھ یہ کرتا ہے۔ یہ نہیں میں کرتا ہوں جو کچھ یہ کہتا ہے یہ نہیں کہتا میں کہتا ہوں دیکھو اگر تمہیں یہ حالت نمازیں بھی بلائے تو لبیک کہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بلائے اور تم واپس نہ آؤ۔ کافر نہیں بلکہ رسول کے ماننے والے جن معجزات اور صفات سے انکار کر رہے ہیں وہ صرف رسول کے اعجاز کا انکار نہیں بلکہ قادر مطلق کے قادریت کے منکر ہیں۔ یہ کون کہتا ہے کہ خدا ہی عالم الغیب نہیں بلکہ یہ صفت رسول میں بھی تھی کون کہتا ہے کہ خدا ہی مردہ کو زندہ نہیں کر سکتا بلکہ یہ قدرت رسول میں بھی تھی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ رسول جو کچھ کرتا ہے۔ حکم خدا سے کرتا ہے اور ہر وہ چیز کر سکتا ہے۔ جس کی قدرت رسول کو بنایا والے نے دی ہے وہ خود فرماتا ہے،

عیدی اطفی اجعلک مثلی فقل بشیئ کن فیكون۔ میرے بندے میری اطاعت کر تجھے میں اپنا جیسا بنا لوں گا جب تو کسی چیز کو کہیگا ہو جا فوراً

ہو جب اے گی رسول والو رسول کو۔۔۔ سمجھو،
 معاشرہ کا جو یہ کرنا ہے آتا ہے، وہ لے کے ساتھ خدا کا کلام آتا ہے،
 پھر اس کے اوج کا اک وہ مقام آتا ہے، جہاں خدا کا درود و سلام آتا ہے،
 بِرَحْمَتِہٖ وَاٰلِہٖ وَسَلٰوٰتِہٖ

مَصَابِیْ

خدا کا یہ برگزیدہ حبیب کیونکہ افضل الانبیاء تھا۔ اس لئے افضل الاتقیاء
 بھی تھا۔ تقویٰ کی راہ میں محبت کے خازن زاریں بڑی صعوبتیں اور مصیبتوں کے
 پہاڑ ہیں۔

جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے۔

زبان وحی کا ارشاد ہے لا اودعیٰ انبیاء کم اذیت جتنی مجھ پر مصیبتیں
 پڑیں کسی نبی پر نہیں پڑیں۔ ختمی مرتبت کے مصائب کا سلسلہ تو لامتناہی ہے
 اگر کر بلا ہی تک جا کر ہم رک جائیں تو ان مصائب کی مثال نہیں ملتی۔ چند
 واقعات کا ذکر مقصود ہے۔ شعب ابوطالب کی مسلسل تین سال کی قید و
 بند کی تکالیف اب و لعام کی محتاجی کوئی معمولی مصیبت نہ تھی کفار قریش
 خاتمہ نبوت کے منتظر تھے۔ دشمن تو پہر بھی دشمن تھا۔ قریب والے بھی دور
 بیٹھے اطمینان سے دیکھتے رہے مگر ابوطالب زندہ تھے رسول کو دامن حفاظت
 میں چھپائے پھر مکہ میں لایٹھایا۔ ابوطالب کا سایہ سر سے اٹھا اور مصائب کا
 طوفان آگیا۔ ایک روز خدا کا حبیب خانہ خدا میں مشغول نماز تھا۔ دشمن

خدا ابو جہل کا گذر ہوا۔ اونٹ کی ایک بڑی بھاری اوڑھنی حالت
 سجدہ میں پشت رسول پر لارکھتی۔ رسول کی پیاری بیٹی فاطمہ جب کو آپ ام
 ابیہا فرماتے خیر دار ہوئی۔ بے تاب ہو گئیں۔ مسجد میں پہونچیں ماپ کو اس
 حالت میں دیکھ کر روئیں چلائیں صدائے فریاد بلند کی سامنے سے رسول کے
 چچا امیر حمزہ کا گذر ہوا۔ فاطمہ کے رونے کی دل سوز آواز سنی۔ قریب گئے اوڑھنی
 بھینچنے کی پشت سے اٹھائی اور حالت غیظ و غضب میں خانہ ابو جہل پر جا کر
 دق الباب کیا۔ دشمن خدا نکلا اور جناب امیر حمزہ نے گوشہ کمان اس زور
 سے سر پر مارا کہ زخمی ہو گیا۔ سر مایا۔ ظالموں کو اب تک میرے بھتیجے کو ستاتے
 رہو گے۔ لو آج سے میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اب محمد کی طرف کسی نے گہور کر
 بھی دیکھا تو آنکھیں نکال لوں گا۔ جناب امیر حمزہ کے اس اعلان سے کافروں
 کے دل بیٹھ گئے جناب امیر حمزہ بڑے بہادر اور مغلوب الغضب انسان تھے
 اگر کوئی مکر فرقتل رسول کے ارادہ سے آتا اور امیر حمزہ کو قریب
 رسول دیکھ پاتا تو قتل کو بھول جاتا اور کہتا قبول اسلام کیلئے بندہ حاضر ہوا
 ہے شہادت جناب امیر حمزہ کے بعد جنگ احد کا مصیبت ناک واقعہ بھی
 کچھ کم نہ تھا قتل رسول کی خبر اوڑھنی اور دم کے دم میں فرار لوں نے مدینہ
 پہونچا دی مگر خدا کا رسول لافتنی الاعلیٰ لاسیف الاذوالفقار کی مسلسل صدائیں
 سن کر گوندان مبارک شہید ہو چکے تھے مطمئن تھا۔ فاطمہ نے مدینہ میں بیٹھ لی۔

چادر سر پر ڈالی با حال پریشان کچھ مستورات کے ساتھ احد کی پہاڑی تک پہنچیں رسول نے دیکھا بیٹی آرہی ہے۔ دوڑ کر اپنی عبا بیٹی کے سر پر ڈالی رسول کو شاید ثانی زہر ازینب کی بے پردگی یاد آگئی ہو۔ بیٹی سے فرمایا فاطمہ تم کیوں چلی آئیں۔ کہا بابا اس خبر کے بعد فاطمہ زندہ رہ کر کیا کرتی یہ ریش مبارک پر خون کیسا ہے۔ علی ڈھال میں پانی لائے بیٹی نے ریش مبارک دھوئی۔ میں عرض کر دنگا۔ بی بی ایک ریش خون علی اصغر سے بھی رنگین ہوگی اس کے دھونے کے لئے بھی تیاری کر لیجئے۔ بے شک وہاں ثانی زہر ازینب موجود ہوگی مگر پانی کہاں سے لائے گی جو ریش حسین دھولائے۔

آخری مصیبت۔ رسول کی اس عالم فانی سے عالم جادوانی کی طریت رحلت تھی۔ فاطمہ باپ کی زبانی زندگی میں بہت باتیں سن چکی تھیں۔ کبھی یہ کہتے سنا تھا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا کبھی یہ کہتے سنا کہ میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عزت دیکھو ان دونوں کو نہ چھوڑنا کبھی یہ کہتے سنا کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا مگر میرے اقربا سے محبت رکھو۔ فاطمہ سوچتی تھیں کہ خدا کا رسول بار بار تاکید یہ کیوں کہہ رہا ہے۔ کیا کسی نبی یا رسول کی امت نے ایسا بھی کیا ہے کہ رسول کو رسول مانتے ہوئے اس کی پیاری اولاد کو ستایا ہو۔ شاید رسول نے بتلایا ہو فاطمہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتیں بیٹی تجھ پر میرے

بعد بڑا سخت وقت آیا ہوا ہے۔ رسول رخصت ہو رہے تھے اصحاب رسول جہاد ترک کر کے آ بیٹھے تھے کہ رسول نے دوات و قلم مانگا۔ اک دم شور ہوا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ رسول کو زحمت مت دو مرض کی شدت ہے ہڈیاں ہو گیا ہے۔ ہڈیاں کا لفظ سنکر رسول نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا فتوموا عني اٹھ جاؤ میرے پاس سے۔ فاطمہ نے یہ نظر دیکھا آنیوالے واقعات کی تفصیل نظر کے سامنے کھچکی بہت روئیں۔ بابا اب آپ کے بعد ہمارا کیا ہوگا۔ رسول نے بیٹی کو سینہ سے لگایا فاطمہ نہ رو۔ باپ کو نہ رولا بیٹی کے کان سے منہ لگا کر فرمایا فاطمہ صبر و شکر سے وقت گزار دے عنقریب تو میرے پاس آ بیوالی ہے۔ فاطمہ نے یہ فقرہ سنا اور مسکرا دیں۔ سلما نوشہنشا کونین کا قبلہ و کعبہ دارین کا ۲۸ صفر کو بڑی دھوم سے جنازہ اٹھا۔ چند ہاشمی اور ایک علی اور روئے والوں میں ام سلمہ اور ایک بنت نبی۔

الآلفتہ اللہ علی فتوم الطالمینت ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَاطْمَئِنَّ زَهْرًا صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و
آل الطيبين الطاهرين ابا عبد الله فقد قال الله تعالى وتبارك في
كتاب المبين وهو اصدق الصادقين۔

انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيراً
خدا تو ارادہ کر چکا ہے کہ اے اہل بیت رسالت تم سے ہر رجس اور
برائی کو اس طرح دور رکھتے جو دور رکھنے کا حق ہے۔ تاریخ کی متفقہ
راے ہے کہ یہ پنج حرفی تطہیر صرف پنجتن پاک کی شان میں آئی ہے۔
عجیب آیت ہے قدرت نے اسمیں طہارت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس
انداز سے اور اس اہتمام سے یہ کس کی طہارت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔
نہی اور امام عقلاً اور شرعاً طہر ہیں اگر نبوت اور امامت سے عظمت
کو جدا کر لو تو سوائے شک کے کچھ بھی نہیں رہتا۔ نبوت اور امامت کی
باتوں پر یقین کے لئے عظمت ضروری ہے۔ پھر یہ کسکی طہارت کی یقین

دہانی ہو رہی ہے۔

معصوم نبوت تھی معصوم امامت تھی ؛ مطہیر کے آئینہ کی کیا انگوشت تھی
 تطہیر کے پردہ میں دکھائی تھی معصومہ ؛ یہ عصمت زہرا کی مخصوص شہادت تھی
 کون زہرا جو حسن انسانیت کے عصمت کردہ ہیں محسن انسانیت بن کر
 آئی۔ جمادی الثانی کی ۲۰ تاریخ جمعہ کا مبارک دن تھا کہ رسول کے گھر میں بتول
 آئی جناب مریم۔ جناب آسیہ ام کلثوم خواہر جناب موسیٰ اور جناب سارائے
 قابلہ کا سارا کام انجام دیا۔ خدیجہ کبریٰ کی پاک آغوش میں صد لقیہ کبریٰ نے
 آنکھیں کھولیں۔ خانہ رسالت میں عید تھی رسول نے خدیجہ کو مبارک باد دی
 خدیجہ یہ دفتر نہیں قدرت نے بشکل دختر جواب ابتر بچھا ہے۔ رسول خوش
 تھے۔ کائنات خوش تھی۔ اظہار تہنیت ہیں ہر چیز پیش پیش تھی تحائف
 کا ایک سلسلہ تھا۔ خاتون جنت کی خدمت میں جو ران جنت نے عقیدت
 پیش کی۔ فرشتوں نے عبادت پیش کی جبریل نے خدمت پیش کی انبیاء
 نے مسرت پیش کی صبر نے قناعت پیش کی ایمان نے دولت پیش کی دین نے
 استقامت پیش کی۔ سورۃ دہر نے سخاوت پیش کی آئینہ مبالغہ نے صداقت پیش
 کی آئینہ مطہیر نے طہارت پیش کی حسن نے صورت پیش کی رسول نے سیرت
 پیش کی خدا نے محبت پیش کی قیامت نے امامت پیش کی (صلوٰۃ)
 تحائف کا انبار لگ گیا۔ سلسلہ قیامت تک جا پہنچا۔ فاطمہ ایک

خدا کے رسول نے حکم خدا کی تعمیل کی۔ علی کی رضا مندی لی۔ فاطمہ کی رضا جوئی بھگو گئے۔ بیٹی نے باپ کی زبانی علی کے مقام شجاعت امام کی بہت کچھ داستانیں سنی تھیں مگر ابھی کوئی تصویر آئینہ ظہور میں قریب سے نہ دیکھی تھی ہاں ہجرت کی رات کی جانب زری کا منظر اور بحفاظت نزعہ اعلیٰ سے نکال کر فاطمہ کو باپ سے ملانا جب یاد آیا تو مسکرا دیں۔ اصحاب کی طلبی ہوئی۔ عروسی کی تیاری ہوئی۔ معصومین کا عقد معصوم نے پڑھایا۔ علی نے ذرہ بجکر مہر ادا کیا شہنشاہ دو عالم نے عرب کی ثروت مند بیٹی کا سامان جہیز کیا۔ سنا ہے ایک چکی اور ایک اونٹ کی کھال کا بستر۔ یہی اوڑھنا اور یہی پچھانا۔ ہرگز نہیں فاطمہ کے جہیز کا یہ سامان ہرگز نہیں تھا۔ رسول دنیاوی بادشاہ نہ تھا اگر رسول دنیوی حکمران ہوتا تو پھر دنیا دیکھتی کہ ہاں بادشاہوں کی لڑکی اور اکلوتی لڑکی کا سامان جہیز اور سامان عیش و نشاط کیسا ہوتا ہے۔ الفقہ فخری کہنے والا روحانیت کا شہنشاہ تھا۔ اسکا خزانہ قارون کے خزانہ سے کہیں زیادہ اخلاقیات کے زرو جو اہر سے لبریز تھا۔ اپنی عزیز اور مقدس بیٹی طاہرہ کو اسی خزانہ سے سامان جہیز دیا لہو عصمت کا آئینہ دیا۔ طہارت کا شانہ دیا صداقت کی مستی ہونٹوں پر لگائی۔ حیا کا سرمہ آنکھوں میں لگایا۔ عبادت کا ٹیکہ ماتھے پر سجایا۔ عفت کا ہار گلے میں ڈالا کانونہیں وعظ و نصیحت کے

گوشوارے لٹکائے۔

مساوات کے کنگھن ہاتھوں میں پہناتے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی پوشاک دی۔ سر پر ولایت کا جہو مر رکھا۔ قناعت کی لازوال دولت دیکر فرمایا فاطمہ خدا حافظ سپردم بخدا و سپردم بہ مرتضیٰ (اشرف المرسلین کی بیٹی) خیر نسائ العالمین بنکر امام المتقین کے گھر آئی نماز شکر ادا ہوئی۔ طاہرہ کی چادر پر قطبہ کے شریک نے سجدہ شکر ادا کیا۔ زمین جھک گئی۔ آسمان جھکے فرشتوں نے پیشانیاں سجدہ میں گرائیں۔ ہرزہ سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں آئیں۔ ستاروں کی آنکھیں مسکرائیں خدا نے کہا علی کو قبول ہوئی۔ خلیل نے کہا میری دعا پر امامت قبول ہوئی۔ دونوں معصوموں کے دست دعا بلند ہوئے آیتہ مطہرہ کو عطا کرنے والے تو نے ہی عصمت کی عزت سے سرفراز ہے اے علی و فاطمہ کو ملانے والے اس عصمت کے دامن کو قیامت کے دامن سے ملادے حضرت عیسیٰ نے سنا۔ کہا آمین یا رب العالمین یا رسول کی بیٹی نے گو ماں کی ثروت و دولت کے خزانے نہ دیکھے تھے۔ مگر داستانیں ضرور سنیں تھیں مگر تربیت رسول نے بیٹی کو صبر و قناعت کے وہ خزانے رکھائے تھے کہ دولت عروسی شکوہ کیسا فاطمہ کبھی اپنے جہیز کی بے سرو سامانی کا تذکرہ بھی زبان پر نہیں لائیں۔ شوہر کے گھر بھی عمرت و عزت کا دریا بہہ رہا تھا۔ کبھی فاقہ منی بھی نوبت آجاتی۔ مگر کیا ممکن کہ حرف شکایت زبان پر آئے۔ دنیا عزت کے افسانے

اور ناقوں کے شاختانے سکر اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ یہ انکا کیا امام اور محنت اراکل پیشوا ہے جو خود رانہ رانہ کو محتاج تھا جو خود محتاج ہو جو خود حاکم ہو وہ ٹھہروں کی حاجت کیا روا کر لگا۔ گویا یہ الفاظ دگر امام یا پیشوا کو دولت مند اور غنی ہونا چاہیے۔ اگر دولت ہی پر نظر ہے تو چھوٹے موٹے دولت مند چھوڑ کر حضرت قارون کو پیشوا کیوں نہیں بنا لیتے دولت پر جان دینے والو پیشوا کا غنی نہیں بلکہ علی ہونا ضروری ہے۔ یہ عزت اسلئے نہیں تھی کہ یہ خود محتاج تھے۔ نہیں حاجت مند کی حاجت روائی انکو عزیز بنا دیتی تھی ورنہ یہ وہ گھر تھا کہ اس گھر کی کینز اگر دست دُعا بلند کر دے تو جنت سے طعام جنت آجاتے۔ فاطمہ کے معلم نے فاطمہ کو یہ سبق ہی نہ پڑھا یا تھا۔ ان کے دروازہ پر تو اگر سائل آگیا اور گھر کے افراد کے سامنے ایک ایک روٹی رکھی ہے تو سب نے اپنی اپنی روٹیاں اٹھا کر سائل کو دیدیں۔ روزہ پانی سے افطار ہوا دوسرے روزے کی پھر نیت کر لی۔ سائل کو دینے والے ہمیشہ تھی دست رہتے ہیں اور سائلوں سے چھیننے والے ہمیشہ دولت مند رہتے ہیں۔ بہر حال دولت و ثروت میں عسرت و عزت میں فاطمہ نے ہر حال میں علی کا ساتھ دیا۔ اگر عورتوں پر جہاد واجب ہوتا تو نسب دیکھتی کہ یہ جعفر طیار کی بھتیجی خیمہ گیر کے دوش بدوش لڑتی۔ شریک جنگ اب بھی تھیں مگر عنوان بدلا ہوا تھا۔ علی کی

مددگار ہر جنگ میں تھیں مگر تیر و کمان بدلا ہوا تھا۔ علی جنگ میں مصروف
کارزار ہوتے تو فاطمہ مصطلے عبادت پر اشکبار ہوتیں اور دست کرار میں
ذوالفقار اٹھتی اور دست دعا پیش پروردگار اٹھتے تھے
چل رہی تھی اس طرف بدر و احد میں ذوالفقار

چل رہا تھا اس طرف تیر و دعائے فاطمہ
نہیں مینے غلط کہا کہ فاطمہ کبھی جہاد میں نہیں گئیں۔ گئیں
اور بڑے عظیم جہاد میں۔ خدا کے حکم سے گئیں۔ یہ عجیب جہاد تھا۔ اور
نہرا نبیوں کی کثیر تعداد اور مصروف پانچ افراد۔ اور اسمیں بھی دو کسنبچے
اور ایک برقع پوش خاتون۔ رسول نے یہ جنگ کبھی لڑی ہی نہ تھی رحمت للعالمین
نے بددعا کبھی کی ہی نہ تھی۔ بڑا عظیم معرکہ تھا۔ تیر و کمان کی لڑائی نہ تھی شرک
و ایمان کی جنگ تھی۔ لشکر و تیار کی جنگ نہ تھی صداقت گفتار کی جنگ
تھی۔ نصاریٰ کے سپہ سالار نے محمد کے ساتھ ایک برقعہ پوش خاتون کو
دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ رہبر اسلام کی بیٹی ہے اور محمد کی آغوش میں اسکے
دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ لشکر نصاریٰ کا سپہ سالار جناب مریم کا پرستار
تھا ثانی مریم اور دو عیسیٰ نفس بچوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مبالغہ خستہ ہوا
جزیرہ کا اقرار ہوا۔ فاطمہ کی منزلت عیساویوں نے پہچانی مگر رسول کے شہزادوں
نے نہ پہچانی۔ رسول کا ذہن پر لعنت کرنے کو آج جسکو ساتھ لائے

تھے خدا را بتلائے کہ وہ معاذ اللہ کاذب تھے یا صادق۔ کہنا پڑ گیا کہ کاذب
 کے مقابلہ میں صادقین کو لائے۔ پھر اب مسلمان کو انواع الصادقین کی
 تفسیر میں کیوں پریشان ہیں۔ اور کیوں صادقین کو ادھر ادھر دھونڈتے
 پھر رہے ہیں۔ فاطمہ صدیقہ ہی نہیں وہ مجسمہ صدق تھیں کہ رسالت
 تعظیم کو اٹھتی تھی۔ خدا کا برگزیدہ رسول فاطمہ کے دروازہ پر یا الہیت
 النبویہ یا معدن الرسالت کہہ کر سلام احترام پیش کرتا تھا۔ اگر دنیا صرف فاطمہ
 ہی کو سمجھ لیتی تو صراط مستقیم سمجھ میں آجاتی۔

خود چلی آتی تجسس میں صراط مستقیم
 گر سمجھ لیتا زمانہ کاش کیا ہیں فاطمہ

(مصائب)

رسول تو یہ فرمائیں کہ الفاطمۃ بضفۃ منی۔ فاطمہ میرا
 ٹکڑا ہے۔ جسے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا۔ اور رسول کے ماننے والے
 رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی رسول کی اس پارہ جگہ پر مصائب کے پہاڑ
 ڈھا دیں کہ بیٹی کو باپ سے یوں فریاد کرنی پڑے کہ بابا آپ کے بعد
 مجھ پر وہ مصیبتیں آئیں کہ اگر دلوں پر ٹپتیں تو دن رات سو جاتے۔ میں
 اُن ناقابل برداشت مصائب کا ذکر ہرگز نہ کروں گا اگر آپ سنا چاہتے ہیں
 تو دربار میں فاطمہ کے خطبے سے سنتے۔ انہدام در سے سنتے فاطمہ کی شکستہ

کمر سے سننے۔ محسن کی لطف مادر میں شہادت سے سننے۔ مصائب کا طوفان تھا۔ علی کی مجبوریاں تھیں۔ اور وقت امتحان تھا۔ مصائب طاقت فراشت سے باہر ہو گئے۔ ابھی باپ کی مفارقت کو ڈھائی مہینے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ شفیع باپ نے مصیبت زدہ بیٹی کو پکارا۔ فاطمہ اچھا اگر مصائب ختم نہیں ہوتے تو بیٹی اب چلی آؤ۔ فاطمہ نے چلنے کی تیاری کی۔ حسنین کی پوشاک بدلوائی۔ بالونمیں شان کیا دونوں کو سامنے بیٹھایا اور تا دیر نہ معلوم کیا دیکھتی رہیں۔ خدا معلوم طشت میں جگر کے ٹکڑے منظر آتے یا کسی تخت کے سامنے طشت میں منظر آیا۔ بچوں سے کہا جاؤ بیٹا ابوالحسن کو بلا لاؤ۔ بچے اس طرف گئے۔ ماں نے بچوں کے لئے کھانا تیار کیا اور اسمار سے منہ مایا۔ اسمار مجھے یہاں کے عورتوں کے جنازہ اٹھانے کا دستور کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ عورتوں کی میت بھی نختہ پر اٹھائی جاتی ہے جس سے اس کا قد وقامت منظر آتا ہے۔ اسمار نے کہا حبش میں جنازہ کو تابوت میں رکھ کر اٹھاتے ہیں جس سمیت منظر نہیں آتی اور بتلایا۔ بنت رسولؐ وہ تابوت اس شکل کا بنا ہوا ہوتا ہے۔ فاطمہ خوش ہوئیں اور رحلت رسولؐ کے بعد پہلی مرتبہ ہنسیں فرمایا اسمار بس تم نے میرے پردہ کا انتظام کر دیا خدا تمہارا ہمیشہ پردہ رکھے۔ پھر فرمایا اسمار میں حجرہ میں جاتی ہوں تم آگے سے دروازہ

بند کر لو جب تک میری پڑھنے کی آواز آتی رہے دروازہ نہ کھولنا جب آواز آئی بند ہو جائے تو حسین کو بلا کر پہلے کھانا کھلا دینا پھر دروازہ کھولنا۔ اسماء کہتی ہیں کچھ دیر کے بعد آواز آئی بند ہو گئی میں نے حسب وصیت بچوں کو بلایا اور کہا فاطمہ کے جگر پارو کھانا تیار ہے کھا لو حسین نے اسماء کی طرف دیکھا فرمایا اسماء کبھی ہم نے اتنی جان کے بغیر کھانا کھایا ہے ہر چند اصرار کیا حسین نہ مانے اتنے میں انہی رسول شوم ہر بتول شریف لے آئے میں نے حجرہ کی طرف اشارہ کیا مولائے کونین سمجھ گئے۔ حجرہ کھلا اور زینب دام کلثوم کا سر کھلا۔ بچوں کی فریادوں نے عزیز و نگو جمع کر لیا مولائے پانی طلب کیا اور خود بت رسول کو غسل دیا اسماء کہتی ہیں میں وہاں موجود تھی کہ یک لحظہ مولائی چیخ نکلی حیران ہوئی دیکھا مولائی منظر فاطمہ کے اس پسلی کے نیل پر ہے جو انہدام در کی یادگار رہ گیا تھا۔ معصوم غسل معصومہ سے فارغ ہوا۔ رسول کی بیٹی نے آخری لباس پہنا۔ حجرہ کا در کھلا۔ زوج بتول نے حسین زینب و کلثوم کو آواز دی۔ حسن آؤ حسین آؤ۔ زینب آؤ۔ ام کلثوم آؤ، تمہاری ماں کو آخری رخصت کا انتظار ہے، کیا کہوں کہ کیا ہوا۔ یہ الوداعی منظر کس قیامت کا منظر تھا بچوں کے ساتھ درود لیا روئے سارا گھر رویا۔ زمین و زمین روئے خیر شکن روئے اور عجب نہیں

حسینؑ اور زینبؑ کو روتا دیکھ کر خود فاطمہؑ روتی ہوں بچے باری
 باری آگے بڑھے۔ سینوں پر ہاتھ رکھ کر ماں کو آخری سلام کیا جھک
 جھک کر چکیاں سپینے والی ماں کی صورت دیکھی۔ بعض راویوں نے
 کہا ہے اور میرا بھی یہ ایمان ہے کہ صحیح ہی ہوگا کہ جب حسینؑ بڑھے
 تو کفن سے دو ہاتھ بڑھے حسینؑ اور بڑھے ہاتھ بھی اور بڑھے حسینؑ
 کے گلے میں دونوں ہاتھ تھے اور حسینؑ کا گلا ماں کے ہونٹوں پر تھا
 یہ نظر دیکھ کر علیؑ روئے امام حسنؑ روئے۔ گلہ بوسی کا مفہوم سمجھے
 مگر زینبؑ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ سمجھتی سوچتی کر بلا تک چلی گئیں۔ حسینؑ
 آخری رخصت کو آئے اور وہیں نے بھائی کے گلے میں ہاتھ ڈالے
 اب سمجھ میں آیا کہ ماں نے حسینؑ کا گلا کیوں چوما تھا ثانی زہراؑ نے
 بھی حسینؑ کا گلا چوما کر ماں کی یاد کو تازہ کر دیا۔ فاطمہؑ نے آخری وقت
 ابو الحسنؑ سے دو وصیتیں کی تھیں کہ میرا جتانہ تاریکی شب میں
 اٹھے۔ اور میرے جنازے میں میرے ستانیوالے ہرگز شریک نہ
 ہونے پائیں۔ ایسا ہی ہوا۔ مگر ستانیوالوں نے تدفین کی خبر سن کر
 کہا کہ ہم قبر کھود کر میت کو نکال کر نماز پڑھیں گے چنانچہ اس
 ارادہ سے لوگ گئے۔ مگر یہ خلافت کا مسئلہ نہ تھا۔ یہ مسئلہ نبوت
 تھا۔ علیؑ کی ذوالفتر اسچہر نیام سے نکل آئی ارادوں پر پانی

پھر گیا اب آپ سمجھے کہ فاطمہ کی انہدام قبر کا مسئلہ کتنا پرانا ہے
مگر ہائے انوس آج صاحب ذوالفقار نہیں جو انہدام قبر
کے آڑے آتا۔ مگر خدا صادق الوعد ہے دیر ہے اندھی نہیں
وارث ذوالفقار موجود ہے وعدہ خداوندی کا انتظار ہے
وقت معینہ پر آمنے گا اور ظالموں سے ضرور انتقام لے گا۔
(۱۴ جمادی الاول کو شہادت از ضرب انہدام باب)

أَلَا لَقِئْتَهُ اللَّهُ عَلَى تَوَمِّ الظَّالِمِينَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَمَّا يُرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ بَنِ ابِطَالِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فضائل

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرَايِينِ

وَالْحَمْدُ لِلطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ تَعَالَى

فِي كِتَابِ الْبَسْمِ وَطَوَّعَ صَدَقِي الصَّادِقِينَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ - إِنَّ كُنُوزَ الْمُؤْمِنِينَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت
کرو اور جو تم میں سے صاحبانِ امور ہوں ان کی اطاعت کرو اور اگر تم کسی بات
میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم خدا اور روزِ آخرت
پر ایمان رکھتے ہو۔ آیت کے اس آخری فقرہ سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ اگر خدا
اور رسول پر ایمان نہیں رکھتے تو لڑتے رہو۔

خداوندِ عالم اس آیت میں تینوں کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے۔

اللہ کی رسول کی الوالامر کی اور مینوں کی اطاعت حکم خدا ہونے کے لحاظ سے واجب ہے اگر الوالامر سے دنیاوی صاحب حکومت مراد ہوں تو ہر فاسق و فاجر کی اطاعت واجب قرار پائے گی حالانکہ مسلمان خود ہر زمانہ میں دنیاوی غلط حاکم کے خلاف ختم حکومت پر کوشاں نظر آتے ہیں۔ چھوٹی سی آیت ہے مگر بیہت بڑا حکم ہے۔ دین کے تمام احکامات پر ہادی ہے۔ اگر اللہ کی رسول کی الوالامر کی اطاعت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا۔ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت میں کسی کو نزاع نہیں۔ ہاں اگر نزاع ہے تو الوالامر میں نزاع ہے۔ کلام کی فصاحت اور ان تنازعہ کی وضاحت بتلا رہی ہے کہ نزاع الوالامر میں ہوگا جبھی تو تو کہا گیا کہ نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔

والالامر کی طرف نہیں اس لئے کہ نزاع تو ہے ہی الوالامر کے تعین میں۔ الوالامر کے تشخص اور تعین میں بحث کا بڑا وسیع میدان ہے۔ عقل کا فیصلہ ہے کہ رسول کو الوالامر کو کیونکہ ایک ہی اطیعوا کے تحت ذکر کیا گیا ہے لہذا اطاعت رسول اور اطاعت الوالامر دونوں عقلاً اور شرعاً واجب ہیں اور واجب الاطاعت ہستیوں میں یک رنگی اور ہم رنگی کا ہونا لازم ہے ورنہ قدرت الوالامر سے پہلے پھر اطیعوا کا لفظ لاکر فرق اطاعت دکھلائی۔ رسول اگر صادق ہے تو الوالامر بھی صادقین ہونے چاہئیں رسول اگر سید المتقین ہے تو الوالامر امام المتقین ہونا چاہئے رسول اگر

اشرف المعصومین ہے تو الوامر بھی امام المعصومین ہونا چاہیے۔
 در نہ غیر صادق کو صادق سمجھ لینے۔ غیر متقی کو متقی بنانے۔ غیر معصوم کو معصوم
 کی جگہ بٹھانے میں فساد و اختلاف کا دین میں کمی اور بیشی کا وہ ہنگامہ ہوگا کہ
 دین کی صورت مسخ ہو جائیگی اور ہر نادانقہ شریعت شریعت کا ذمہ دار بن
 جائیگا۔ آیت میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اختلاف کا فیصلہ خدا اور رسول سے کراؤ۔
 کتاب خدا ہی کو کافی سمجھنے والوں کے لئے آئینہ ناطق کتاب ہی سے
 الوامر کا فیصلہ چاہی کہ الوامر کون ہیں کس کی اطاعت کریں۔ تو قرآن
 کہیگا کو نوازع الصادقین۔ انہادیکم اللہ کی آیت کہے گی۔ ہم راکعون
 آ یہ بلغ کہیگی مولائے راسخون کتاب میں کہیگی کل شیء احصنا فی
 اِمامِ الْمُبِیْنِ فَاسْأَلُوا اَہْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ مگر آیت
 کی تفہیم میں قیاسات کے گھوڑے اور نادیلیات کے ڈرے روڑیں۔
 قرآن کے معنی قرآن والوں سے پوچھو۔

اسکو نہ سنو گے جو محمد کی زبان سے کہے گا۔
 قرآن کو عزت سے جدا کر کے توڑ بیٹھو۔ ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی
 خدا کے حکم کی تعمیل اگر منظور ہے تو خدا سے تو پوچھ لیا اب خدا کے رسول سے
 پوچھیں کہ الوامر کون ہے۔ پھر جو کچھ رسول دے وہ لیلو۔ جو کچھ رسول کہے
 وہ مان لو۔ صرف قرآن کے ماننے والوں سے خطاب نہیں رسول کے ماننے

والوں سے مخاطبہ ہے۔ لسان وحی کے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔

أَلْعَلَّيْ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَهُ الْعَلَّ۔ پھر فرمایا علی فیصلہ دینے والوں میں سب سے بہتر قاضی ہے۔ علی کا فیصلہ فیصلہ آسمانی ہے۔ علی کا فیصلہ فیصلہ ایمانی ہے علی کا فیصلہ فیصلہ رحمانی ہے۔ انا وعلیٰ من نور واحد۔ انا مدینۃ العلم وعلیٰ بابہا۔ علی کو مجھے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی امام شافعی نے فرمایا (علیٰ حبیبُ جنتہ۔ قسیم النّارِ وَالْجَنَّةِ۔ وصی مصطفیٰ حقہ۔ امامُ الْاِیْمَانِ وَالْجَنَّةِ) علی کی غیبت باعث نجات ہے وہی قاسم جنت و نار ہیں وہی رسول خدا ہیں امام انس دجان ہیں۔

رسول کے ماننے والو ایک روز مسجد رسول اصحاب سے چھٹک رہی تھی الوالامر کا ذکر چھڑا ایک صحابی نے پوچھا خدا کے رسول الوالامر سے کیا مراد ہے۔ بڑے جلیل القدر۔ صداقت میں فرد صحابی جابر ابن عبد اللہ انصاری کا قول ہے کہ رسول نے فرمایا بتلاؤں الوالامر کون ہے۔ دست رسالت بڑھایا اور ید اللہ کے شانہ پر رکھ دیا اور فرمایا ہذا الوالامر۔ اس کے بعد گیارہ نام تا امام آخر الزمان گنا سے اور فرمایا ان کی الطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ صلوات

(از حدیقۃ الشیعہ مقدس ارویل۔ صلوة آداب الوالامر کو

خود الوالامر سے پوچھیں۔ الوالامر کہیں گائیں امر خدا ہوں میں امر رسول

ہوں اور میں ہی الوالامر ہوں امر خدا ہمارے دروازے سے ہی نکلے گا
 تم تک پہنچتا ہے۔ الوالامر وہ ہے جو امر خدا سے الوالامر بنا ہو۔ دنیا
 کی باتیں ہوں یا دین کی الوالامر سے پوچھو وہ دنیا کی راہوں سے بھی زیادہ
 آسمان کے راستوں سے واقف ہے۔ قرآن ناطق جانتا ہے کہ قرآن کیا
 کہہ رہا ہے۔ کب نازل ہوا۔ کیسے نازل ہوا رات میں یا دن میں۔ سفر میں یا
 حضر میں۔ رزم میں یا نرم میں۔ فرش پر یا عرش پر۔ مدح میں یا قدح میں
 سَلُّوْۤیْ قَبْلَ عَنۡ تَفْثٰۤی وَّی۔ اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ مجھ سے پوچھو
 کون صادق ہے اور کون کاذب۔ کون مومن ہے۔ اور کون منافق۔ میں
 نقطہ قرآن ہوں۔ میں کل ایمان ہوں میں ہی امام آفاق ہوں اور الوالامر کا
 مصداق ہوں (صلوٰۃ دین رسول ہیں اور میں دین کی کتاب علم رسول ہیں اور
 میں علم کا باب۔ دوستوں کے لئے راہ صواب دشمنوں کے لئے برق عذاب
 خدا کا انتخاب ہوں اور وصی رسالت مآب ہوں رسالت پر شک کرنے
 والوں کو اگر الوالامر میں اب بھی شک ہو تو آؤ۔ رجب کی ۱۳ تاریخ تک
 بعثت رسول کی منزل قریب تھی۔ فاطمہ بنت اسد الوالامر کو بطین
 مقدس کی پاک و پاکیزہ چادر میں چھپائے۔ اطاعت کے قائم بڑھائے علی اعلیٰ
 کے گھر پہنچائی۔ دربندر پایا۔ دیوار لے کہا ہے در زبیر (خبر شن کیلئے
 دیوار لے در زبیر) بنت اسد بے جھجک یوں داخل ہوئیں جسے اپنا ہی گھر

ہے۔ خانہ خدا میں نور خدا چمکا۔ ہاتھ کی آواز آئی۔

اس نور ولایت پر الطاف دلی رکھنا اے فاطمہ بیٹے کا تم نام علی رکھنا
ادھر رسالت کے دست دعا بلند تھے۔

حبیب خدا نے خدا سے دعا کی ضرورت ہے مشکل میں مشکلا کی
مٹانے کو ظلمت کے تنویر دیرے جہاد مخالف کو شمشیر دیدے
سیحانیت کی اک زندہ تصویر دیدے دیا ہے جو قرآن تو تفسیر دیدے

اگر چاہتا ہے کہ ہو دین کا میل
امامت کو کرے رسالت میں شامل

رجب کی ۱۳ تاریخ تھی

دعا ہو رہی تھی کہ آواز آئے رسول اپنا کعبہ سے لے آؤ بھائی

رسالت مندرجہ مستر سے جھومی قبولیت نے زبان دعا چومی
نور نور کی طرف جڑھا۔ رسالت کعبہ میں آئی اور امامت آغوش رسالت میں

فاطمہ نے کہا علی آیا۔ رسول نے کہا میرا وصی آیا۔ خدائے کہا میرا ولی آیا۔

قرآن ناطق نے آنکھیں کھولیں آئینہ خالق میں صورت رحمن دیکھی حمد

خالق میں زبان کھلی۔ رسول نے تلاوت قرآن سنی، علی کو وحی کہہ کر زبان

دید۔ نور نے نور کو سینہ سے لگایا۔ شجر طیبہ کو پرداں پہنچایا۔ آخر

وقت اجشت آیا۔ جب تک علی نہ آئے تھے نہ تبلیغ کا فرمان آیا نہ دعا

رحلن آیا نہ رسول پر قرآن آیا۔

رسالت ایکے نورا ولین و آخرین آیا، نہ آیا حکم تبلیغ رسالت اور نہ دین آیا
وحی بیکر رسالت تک نہ جبریل امین آیا نہ آئی دولت ایمان نہ قرآن مبین آیا
نہ جب تک خانہ حق میں امیر المؤمنین آیا

ایک روز غار حرا میں قولوا لا الہ الا اللہ کا پیغام آیا رسول نے اُسکے
اپنی راز و ایں بیوی کو سنایا۔ خدیجہ بر رسول پہلے اس پیشگوئی کو اپنے ماہر مخم عنبر
کی زبانی سن چکی تھیں۔ اُننا نہوت تو پہلے سے دیکھ رہی تھیں۔ وقت کا انتظار
تھا۔ سنتے ہی محمد کی پرستار رسالت پر ایمان لائی۔ علی نے سنکر مدعا پایا۔
کار رسالت کا آغاز ہوا دعوت ذوالغیرہ میں پہلا اعلان ہوا۔ سارا خاندان
جمع تھا۔ دعوت کے اعجاز پر حیران تھا۔ مگر جب دعوت ایمان دی گئی تو
پشیمان ہوئے۔ کوئی خاموش رہا اور کوئی نہنا۔ رسول نے کہا آج جو میرے
رسالت کی گواہی دے گا وہ میرا فی دلی اور وصی ہوگا۔ اسی کی اطاعت سب
پر فرض ہوگئی۔ کون گواہی دیتا کس نے رسول بنتے ہوئے دیکھا تھا وہ اٹھا
جس نے عالم نوری میں اپنی نوزائی آنکھوں سے نور محمدی کو رسول بنتے ہوئے
دیکھا تھا۔ لوگ سمجھنے بچہ تھا مگر یہ گواہ عالم نوری میں رسول کا ہم عمر تھا۔ علی
نے گواہی دی خدا نے دوسری گواہی دی۔ دو خداؤں کی گواہی ہوگئی ایک
کائنات کے خدا کی ایک نصیری کے خدا کی۔ کار تبلیغ کا آغاز ہوا۔

بشیر نے صالحین و مومنین کو بشارت دی نذیر نے مشرکین و منافقین کو ڈرایا۔ شوقینوں کو احسن القصص سا کر جنت کے باغ دکھائے۔ ناریک دلوں میں نور اتارا۔ پتھر و لہاس میں جلوة طور اتارا۔ اصول کی تعلیم دے کر صراطِ مستقیم دکھائی۔ فروع کی تعلیم دیکر راہ پر چلنا سکھایا۔ کفر و فساد کے پہاڑ راہِ دین میں حائل تھے۔ غیز کیا اپنے بھی پہاڑوں کی طرف مائل تھے رسول نے تبلیغِ دین کے ساتھ حفاظتِ دین کی کوشش بھی جاری رکھیں اتنی تبلیغ رسالت نہ کی جتنی الوالامہ کی وضاحت فرمائی۔ محافظِ دین کی قدم قدم پر نشاندہی کی۔

علی کو کعبہ میں ہاتھوں پہ لیکر مشیرہ کی کبھی دعوت میں لا کر، کبھی کعبہ میں کاندھوں پر چڑھا کر، کبھی تطہیر کی چادر اڑھا کر، مدینہ علم کا خود کو بنایا، امانت دیکے سمجھایا امین ہے یہ دامادِ محمد مصطفیٰ ہے احد میں بدر میں خیبر میں لا کر کبھی میدان میں تلوار دے کر زبان حق دہان حق میں دے کر انہی اپنا وصی اپنا بن کر کبھی نفسِ رسالت ہی بنا کر شبِ ہجرت سدا بستر لا کر علیؑ با بہار ستہ دکھایا مرے بستر پہ میرا جانشین ہے قسیمِ نار و جنت مرتضیٰ ہے کبھی کرار کو گھر سے لے کر علیؑ کو لائے کرار کہتے

بتایا کئی ایمان کبھی یہی ہے،
 کبھی کہہ کر کہ اس رخ کی زیارت
 عبادت ہے جہاں ضربِ علی ہے
 عبادت ہے عبادت ہے عبادت
 مسلمان کو ہر ایک پہلو دکھایا
 مگر یہ راہ پر ہرگز نہ آیا !!
 بالآخر حکمِ خلاقِ جہاں سے
 رسالت نے رسالت کی زبان سے
 غدیر خم میں ہاتھوں پر اکھٹایا
 اکھٹایا اور دنیا کو دکھایا
 کہا مجمع سے میں مولا ہوں جسکا
 علی بھی آج سے مولا ہے اسکا

رسول نے ساحلِ غدیر پر علی کو ایک خیمہ میں بٹھایا ایک لاکھ
 کے مجمع کو حکم فرمایا کہ فردا آجاء اور اپنے مولا کو یا امیر المومنین کہہ کر سلام
 کرو۔ آج دنیا کہتی ہے یا علی مت کہو شریک ہے اور رسول نے کہا یا امیر المومنین
 کہہ کر سلام کرو عین ایمان ہے۔ ہر عالم کو الوالا المرتضیٰ والو حاکم کتنا ہی
 متقی اور پرہیزگار ہو۔ عابد و دیندار ہو اگر بے حکم ہو درویش و گار ہے تو اس کے
 اطاعت مستحب ہے واجب نہیں۔ الوالا امر کے لئے۔ جیسی اساتذہ بڑے
 القاب بڑے خطابات کی ضرورت ہے۔ کاسر اضماع ہو قاطع کفو وعدوان ہو۔
 بکل ایمان ہو۔ امام انس و جان ہو۔ مظہر شانِ رحمن ہو قائل الشہدین
 ہو۔ یعسوب الدین ہو۔ قائدِ المہجبین ہو۔ حصارِ صدیقین ہو۔ سید
 الموصیین ہو۔ نورِ اولین ہو خلیفۃ الامیین ہو۔ ابو تراب زمین ہو عرش
 اعلیٰ کا مکین ہو۔ جبلُ المسین ہو۔ انبی خاتم النبیین ہو اور سر المومنین ہو۔

مولائے کائنات کے دو مخصوص خطاب ہیں۔ ایک تو ابو تراب جو حضرت علی کو خود مرغوب تھا۔ دوسرا مخصوص خطاب امیر المومنین اور یہ اس قدر مخصوص خطاب ہے کہ ایک روز خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حضرت کا ایک عجب آیا اور یا امیر المومنین کہہ کر آداب بجالایا صادق آل محمد نے صحابی کو منع فرمایا کہ آئندہ اس گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ صحابی نے دھڑپو بھی فرمایا کہ یہ لقب ایک خاص موقع کی یادگار ہے اور مخصوص مجکم پروردگار ہے غدیر میں حکم تدبیر سے بشیر و فزیر نے علی کو اس لقب سے ملقب فرمایا۔ صرف میرے ہی لئے نہیں کسی امام کے لئے یہ لقب استعمال نہ کرو۔ صحابی نے سوال کیا کیا بار ہیں امام کو کبھی امیر المومنین کہنا منع کیا ہے۔ فرمایا بیشک منع ہے۔ بقیۃ اللہ کہو آخری الو الامر کو صاحب امر کہو مگر امیر المومنین نہ کہو اور یاد رکھو اگر علی کے علاوہ کوئی کسی کو امیر المومنین کہے تو کہنے والا اور کہلوانے والا دونوں گنہگار ہیں (حدیث لقیۃ الشیعہ ص ۵۵ از کافی)

مگر دین نے مصلحت کو شیون پردہ پوشیوں کی انتہا کر دی ہنگاموں کو بدکاروں کو میخواروں کو برسر دربار امیر المومنین کہا اور نہ شرمائے۔ امام کے خدائی عطا کردہ نام کو اس قدر عام کیا۔ امام غزل۔ امام سخی۔ امام کلام امام فقہ امام بنا ڈالے۔ خدا را الو الامر کی اتنی توہین نہ کرو ورنہ صاحب امر کے انتقام کا استعارہ کرو۔ اسلامی دنیا کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صاحب

امراتے گا اور صراط مستقیم سے ہٹنے والوں سے استقام لے گا۔ صراط مستقیم کسی پشاور روڈ۔ مری روڈ۔ طارت روڈ۔ خالہ روڈ کا نام نہیں اگر صراط مستقیم دیکھنا ہو تو قرآن کے تمام حروف مقطعات جن کے سمجھنے سے قاصر ہو جمع کر لو اور ان حروف مقطعات میں جتنے مکرر حروف آئے ہیں۔ انکو نکال دو تو صرف چودھا حروف باقی بچیں گے ان سے بامعنی عبارت بناؤ۔ تو صرف ایک ہی فقرہ بن سکے گا صَوَاطِ عَلٰی حَقِّ حَسْبُكَ۔ صراط مستقیم سمجھ میں آجائے گی۔ علی کا راستہ حق ہے اسی کو پکڑے رہو اعجاز قرآن یہ ہے کہ ان چودہ حروف کا ایک ایک حرف چودہ معصومین کے نام میں موجود ہے۔

(صلوٰۃ)

خیال و فکر خرد فہم کا یہ کام نہیں ؛ علی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں اہم جتنے بھی دنیا میں ترقی پزیر ہیں ؛ ابو تراب ہو الیجا کوئی امام نہیں ایک دفعہ علی کے اعلیٰ مقام سے حیران ہو کر جناب ابوذر غفاری نے خدا کے رسول سے پوچھا۔ اللہ کے رسول علی کا مرتبہ سمجھ میں نہیں آتا، فرمایا یا ابا ر اگر مسلمان کا مرتبہ میں تجھے بتلا دوں۔ تو کافر ہو جائے اور اگر مسلمان کو علی کا مرتبہ بتلا دوں تو مسلمان کافر ہو جائے (مصائب)

مگر افسوس دنیا نے دشمنان الوالامر کو الوالامر بنایا اور خدا کے بنائے ہوئے الوالامر کا خون بہایا۔ ۱۹ ماہ رمضان تھی کہ یا علی کے مخالف

۳۴

نے زہر میں تلوار کھجائی۔ آج یا علی کے مخالفین زہر میں زبان بھگا رہے ہیں۔

شاہ مردان شیر نیردان قوت پروردگار۔ لافتنی الا علی لایسفی
الاذوالفقار کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ سو جہی اور بڑے دور کی سو جہی
سوچا۔ یہ باخبر عبادت میں دنیا اور مافیہا سے بے غم رہتا ہے
سجدہ میں تلوار چلی دار کا میاب ہوا۔ فزت رب الکعبہ کی آواز بلند ہوئی
سارا گھر پریشان تھا۔ شہادت کا مشتاق عابد رات بھر مصلے سے اٹھ
اٹھ کر آسمان کی طرہ دیکھتا رہا۔ فرشتہ کی آواز سنکر ارکان ہدایت
منہدم ہوئے۔ حسن اور حسین دوڑے۔ کعبہ ایمان کو سہارا دیگر گھر میں
لائے ریش مبارک خون میں تر تھی۔ زینب و کلثوم کو ماں کی جدائی
یاد آئی باپ کی مفارقت نے تڑپایا یا علی کی صدائیں بلند ہوئیں۔ زخم
ایسا نہ تھا جس سے جا نہیں ہی امید ہو۔ امت کے شفیق امام نے بڑے
بیٹے کو بلایا۔ بیٹا حسن دیکھو اگر میں نہ بچوں تو بس ایک ہی وار میرے
قاتل کے لگانا زیادہ نہ ستانا اور اگر میں زندہ رہا تو مجھے اختیار ہے۔
انتقام لوں یا معاف کر دوں۔ پھر قاتل کو بلوایا۔ امام نے فرمایا ابن بلعم
کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا قاتل گردن جھکا کر رو دیا۔ علی کو رحم آیا قاتل
کو شربت پلایا۔ وقت رحلت قریب ہوتا رہا سارا گھر روتا رہا زینب

بے تاب تھیں امام نے زینب کی طرف دیکھا اور خدا جانے کیا یاد آیا فرمایا بیٹی زینب نہ روا بھی تجھے بہت کچھ روٹا ہے۔ فرمایا سب میرے قریب آ جاؤ۔ ایک ایک سے ملے اور نصحت کیا۔ امام حسن سے کہنا بیٹا ذرا قریب آ جاؤ۔ سینہ سے لگا کر تادیر کان میں کچھ سمجھاتے رہے حسین کو بلایا حسن کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بیٹا حسن حین سے خبردار پھر بیٹی کو بلایا حسین کا دوسرا ہاتھ زینب کے ہاتھ میں دیا وفادار بیٹی حسن کے بعد حسین کی محافظ تو ہے تجھے حسین کی زندگی اور موت کے بعد بھی حسین کا ساتھ دینا ہے۔

ام البنین ایک طرف آنکھوں میں اشکوں کا دریا لئے۔ کبھی ام کی طرف دیکھتیں کبھی عباس کے افسردہ چہرہ پر منظر ڈالتیں۔ آخر نہ رہا گیا۔ عرض کیا مولا آپ کا عیاس رد رہا ہے کہ آقا نے غلام کو یاد نہ فرمایا امام نے سنا اور رو، دیئے فرمایا ام البنین تم بھول گئیں مینے عباس کا نام عیاس کیوں رکھا ہے۔ یہ شیر خدا کا شیر ہے۔ میں نبی کا مددگار تھا یہ حسین کا علمبردار ہے۔ عباس کو اشارہ سے بلایا پاس بٹھایا شانوں کا بوسہ لیا اور فرمایا عباس میں نے راتوں کی عبادت میں صبح کی نمازوں میں حسین کا واسطہ دے کر تمہیں خدا سے مانگا ہے کہ پالینے والے مجھے ایک ایسا شجاع بیٹا دیدے جو حسین کا ایسا پروانہ ہو جیسا میں رسول

کا پروانہ رہا۔ عباس بیٹا تم میری دعا بنکر آجھے ہو اب وفا بنکر دکھانا ہے۔ یہ کہہ کر حسین کے ہاتھ میں عباس کا ہاتھ دیا حسین نے عباس کو سینہ سے لگایا۔ حسین روئے عباس روئے سارا گھر رو دیا عجب نہیں کہ روح فاطمہ بھی آئی ہو۔ فاطمہ کے بچے آج بے مان اور بے باپ کے ہو رہے تھے علی کا سایہ زینب و کلثوم کے سر سے اٹھ رہا تھا اور باپ کے مرنے کے بعد جو طوفان فاطمہ پر آیا اس سے سخت زینب پر آیا نہ تھا۔ فاطمہ نے حسین کو زنج ہوتے نہ دیکھا تھا زینب نے یہ منظر بھی دیکھا اپنی ماں کی دولت زمین کر بلا پر لٹتی دیکھی اور رو بھی نہ سکیں۔

۲۱/ رمضان کو۔ امیر المومنین کا جنازہ بیٹوں نے اٹھایا و اعلیٰ و اعلیٰ کی صدا ایسے بلند ہوئیں مگر بڑے حسین۔ نہ کوئی روسکا نہ جنازہ اٹھا۔ یتیمان حسین کے گوشوارے اُٹا کر پرسا دیا گیا۔ بیواؤں کو رسول کی نواسیوں کی چادریں چھین کر خیمہ جلا کر تسلی و تشفی دی گئی میرے مولا نجف والے مولا۔ نجف تو کر بلا سے بہت قریب ہے۔ زینب کی آدازیں تو آپ سن رہے ہونگے مگر بیٹی کی تسلی اور تشفی کو جب پہنچے جب فاطمہ کے گھر کا چراغ گل ہو چکا تھا رات کی مامی سیاہ چادر افق آسمان پر پھیلتی چلی جا رہی تھی اور زینب تنہا اشوں کے درمیان بیٹھی تھی۔

الافتہ اللہ علی قوم الظالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام حسن علیہ السلام

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الانبياء
والمرسلين وآله الطيبين الطاهرين اما بعد فقد قال الله
تبارك وتعالى في قرآن المبين وهو اصدق الصادقين
اَنَا أَنفَضْتُكَ الْكَوْثَرُ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَالنَّحْرُ
إِنَّا شَرَّفْنَاكَ هُوَ الْأَجْوَدُ

اے رسول ہم نے تمکو کوثر عطا کیا۔ تم اپنے پیروں دگار کی تمنا کر رہا
کرو اور قربانی دیا کرو۔ تمہارا دشمن ابتر مقطوع النسل ہے جس سورہ کو
عنوان کلام قرار دیا گیا ہے یہ عجیب سورہ ہے جسکی ندرت اور عظمت پر
خود خالق کلام کو ناز ہے۔ قرآن کی صداقت میں یہ سورہ ہی تھا جو در کعبہ
پر لٹکا کر یہ کہا گیا کہ اگر قرآن کریم کو تم کلام بشر سمجھتے ہو تو اس قسم کے صرف
تین فقرے ہی بنا کر لے آؤ۔ عرب کی فصاحت کا ڈنکا بجا رہا تھا
بڑے بڑے اہل زبان صاحب معنی دیباں موجود تھے۔ شاعران نازک

خیال اور ساحران باکمال کا دور تھا۔ اسلام کے مٹانے اور رسول کے جھٹلانے کے واسطے کتنا آسان موقع مل گیا تھا۔ ایک تین مصرعے گھر کر لے آتے اسلام ختم ہو جاتا کوششیں ہوئی ہونگی اور گھوٹا ٹیک کوششیں ہوتی ہونگی۔ مگر انا شائک ہوا لاہتر کے بعد ماہذا کلام البشر مجبوراً لکھنا پڑا۔ فصحاء نے ہتھیار ڈال دیئے شعراء ماہذا کلام البشر کا مصرعہ لگا کر چپ ہو رہے تنگ آمد جنگ آمد۔ کی بنا پر رسول کی ایذا رسانی کی ابتدا ہوئی۔ طرح طرح سے تکلیفیں پہنچا تیں۔ دیکھا کامیابی نہیں ہوتی قبائل کے تمام سرداروں کی خون آشام تلواروں نے شب بھرت خانہ رسول کو گھیر لیا۔ مگر جب علی اعلیٰ نے اپنے حبیب کو بحفاظت دشمنوں کے خطرات سے بچا لیا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ علی کو دیکھا مگر رسول منظر نہ آئے کافروں کے حملہ مدینہ پر بار بار ہوتے اور بڑی تیساریوں سے ہوتے ہزاروں جانبیں تلف ہوئیں حالانکہ بات صرف اتنی سی تھی کہ قرآن کہے اس سب سے چھوٹے سورہ کا جواب لے آتے نہ جنگ کی نوبت آتی نہ آفات جان کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس چھوٹے سے سورہ میں قدرت نے کیا رکھ دیا ہے۔ فصحاء کا بیان ہے کہ علم بیان کی رو سے بہتر معانی و بیان کے محاسن اس سورہ میں جمع ہیں۔ وزن و قوافی کے علاوہ سورہ کے فقرات کو آلت پلٹ کر جسطرح پڑھو مفہوم و معانی اور فصاحت میں

کوئی فرق نہیں آتا۔ سورہ کوثر کی شانِ نزول سے شانِ رسول کا پتہ چلتا ہے قدرت سے اپنے رسول کی افسردہ دلی نہ دیکھی گئی۔ کہ میرے دشمن میرے رسول کو ابتر یعنی محروم اولاد ذکر کو رکھ کہہ کر شرمندہ کریں۔ فرمایا اے میرے حبیب افسردہ نہ ہو ان کو ابتر کہنے دو۔ ہم تمہیں کوثر عطا کریں گے علماء اسلام نے کوثر کا مطلب حوض کوثر لیا ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ قدرت جس رسول کی شان میں لولاک لما خلقت الافلاک کہے جسکو احمد مختار بنائے کوئین کا سرا بنائے۔ جنت و کوثر کا مالک بنا چکا ہو۔ اس سے اب کہے کہ جاؤ ہم نے تمہیں حوض کوثر عطا کر دیا۔ بحمان الشر یہ کونسا کوثر تھا جو اب تک رسول کو عطا نہ ہوا تھا۔ اور پھر غور تو کیجئے دشمن تو کہیں ابتر ہو مقطوع النسل ہو اولاد ذکر سے محروم ہوا و خدا کہے مت گھبراؤ ہم نے تمہیں حوض کوثر دیدیا۔ یہ بالکل فیصلہ ایسا ہوا کہ مانگی جا سے اولاد اور اولاد کے بدلے گھر میں ایک پانی کا ٹنک لگوا دیا جائے ماننا پڑے گا کہ کوثر سے مراد حوض کوثر نہیں بلکہ کوثر کا مطلب کثرت ہے اور وہ بھی کثرت اولاد۔ سورہ کے دوسرے فقرے فصل لربک والضحیٰ نے پہلے فقرے کی وضاحت کی کہ رسول اپنے رب کی نماز پڑھو اور قربانی دو۔ تو کیا بندہ پر در اب تک رسول اپنے رب کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ ضرور پڑھتے تھے یہاں اس عطیہ عظمہ پر نماز شکر اور قربانی کا حکم ہوا شکر

گزار رسول اس عطیہ خالق پر سجدہ میں تو ضرور جھک گیا ہوگا قربانی بھی
دی ہوگی اور قربانی کا وعدہ بھی کیا ہوگا اور ایسی قربانی جو آدم سے ناپائید
کس نے نہ دی ہو اور وہ قربانی جو قربانی خلیل سے بڑھ کر ذبح عظیم کہلائے
اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ نسل رسول ایسی پھیلی کہ باوجود فراموشی
کی مخالفت کے ساری دنیا اور دنیا کے ہر گوشہ میں آج نسل رسول موجود
ہے۔ علی اور فاطمہ کی اولاد سے عالم جھلک رہا ہے۔ رسول نے فرمایا تھا کہ
سب انبیاء کی اولاد ان کے صلب سے ہوئی اور خدا نے مجھے صلب علی سے
اولاد عطا کی۔ وہ میری ہی اولاد ہے اِنِّیْ مَبْلُوْہُ لَیْسَ اَنْبَیَآئُنَا۔ کہ ہر تصدیق
لگادی۔ ماہ مبارک رمضان کی پندرہ تاریخ تھی کہ چودھویں کا چاند
بنکر شب قدر سے پہلے کوثر کی تفسیر کی پہلی فردائی۔ آغوش طاہرہ میں
”تمہیر اتری یا سورۃ کوثر کی تفسیر اتری ہے۔“

خانہ زہرا میں پہلی عید ہے ۶؎ سورۃ کوثر کی اب تمہید ہے،
آ رہا ہے حسن لاثانی کو لمعے ۷؎ یا نزول سورۃ توحید ہے،

حسن کے حسن سے فاطمہ کا گھر جگمایا۔ امامت کے گھر میں
امامت کا ثمر آیا۔ جبریل من جانب رب جلیل پیغام لایا۔ جاؤ رسول

خاتونِ جنت کے گھر میں کوثر آیا۔ رسول اَنَّا وَفَكَ اللَّهُ حَقَّ کہتے ہوئے
 سورہ کوثر کی تلاوت کرتے خانہ فاطمہ میں آئے۔ ہاتھوں پر حسن کی تصویر لی۔
 ہاتھوں پر مصطفیٰ کے تھا ہمشکل مصطفیٰ دو آئینوں کے بیچ میں تصویر ایک تھی
 زحارہ حسینؑ پر تھا زحارہ مصطفیٰ مصحف تو دوسروں پر تھے تحریر ایک تھی
 نور حسن کے سامنے تھا نور مصطفیٰ دو شمعیں نور بار تھیں تنویر ایک تھی
 قرآن کے ہاتھ پر تھی جہاں کھلی ہوئی چھوٹے بڑے کافرق تھا تفسیر ایک تھی
 فاطمہ کا گھر آباد ہوا۔ علی کا دل شاد ہوا۔ رسول صاحب اولاد ہوا خدا

صادق الوعدہ ہوا۔ اپنی مصوری پر طالب داد ہوا
 کس حسن سے خالق نے تصویریں کبھی جب کبھی دیکھا تو تصویر رسالت تھی
 رسول نے فصل لربک والنور کے حکم کی تعمیل کی۔ نماز شکر ادا ہوئی
 ذنبہ کی قربانی ہوئی۔ تعمیل حکم ربانی ہوئی حسن نے کہا میرا دُعا آیا۔ جنت
 نے کہا میرا سردار آیا امامت نے کہا دوسرا تاجدار آیا۔ رسول نے کہا
 میرا یادگار آیا۔ عبادت نے کہا عابد شب زندہ دار آیا۔ سخاوت نے کہا
 سخاوت شعار آیا۔ قدرت نے رسول کو حسینؑ فرزند عطا کیا حکم ہوا کہ اسکا
 نام بھی حسن رکھو۔ امام حسن نے تقریباً ساڑھے سات سال اپنے جد نامدار
 احمد مختار کے سایہ عاطفت میں اورتقریباً آٹھ سال اپنی مادر گرامی
 فاطمہ زہراؑ کی آغوش عصمت میں تربیت پائی۔ معصومین کی آغوش

میں ترسیت پانے والا بھی معصوم تھا جو بچپن ہی سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا تھا۔ علامہ حجر عسقلانی فتح باری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اِنَّ الْحَسَنَ يُطَالِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوظَ۔

امام حسن کسنی ہی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ امام بخاری ناقل ہیں کہ ایک روز صدقے کی کہجوریں حضرت کے سامنے رکھتی ہوئی تھیں امام حسن ان کہجوریں سے کھیل رہے تھے آپ نے ایک کہجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی رسول نے دیکھا اور فرمایا تھو کو تھو کو۔ بٹا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ صدقہ ہم اہلبیت پر حرام ہے (صحیح بخاری پارہ - ۶) یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ امام شیر خوار تھے پیغمبر اسلام کا ایک شیر خوار بچہ سے اس طرح خطاب کرنا کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ صدقہ ہم پر حرام ہے ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے علماء اسلام کو غور و فکر میں ڈال دیا ہے کیونکہ عام طور پر کس بچوں میں مادی چیزوں کے سمجھنے تک کی صلاحیت نہیں ہوتی چہ جائے کہ ایک شیر خوار بچہ کا مسئلہ شریعہ اور اسکی حرمت و حلت کو سمجھنا۔ لہذا پیغمبر اسلام کا امام حسن کو ایک مسئلہ کی حرمت کی طرف توجہ دلانا دو صورتوں سے خالی نہیں یا معاذ اللہ رسول اسلام کا خطاب مہمل اور عبث تھا۔ یا امام حسن میں مسئلہ حرمت و حلت کے سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چونکہ آنحضرت کا خطاب مہمل اور آپ کا قول

عبث تمہیں قرار پاسکتا اس لئے تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر اس امر کا فیصلہ کیا کہ امام حسن اگرچہ کس تھے مگر آپ کا علم بچوں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا آپ عہد طفولیت ہی میں احکام شریعت سے واقف تھے۔ اور ان کی حرمت اور جلالت کا علم رکھتے تھے سرکار ختمی مرتبت پر حجب وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اپنے اصحاب سے بیان فرماتے تھے تو امام حسن بھی آپ کے پاس یا آپ کے زانو پر بیٹھ کر سنا کرتے تھے۔ جب رسول کریم کے سامنے جناب فاطمہ ان آیات کی تلاوت کرتی تھیں تو آنحضرت دریافت فرماتے تھے: بیٹی یہ آیتیں تمہیں کس نے سنائیں آپ عرض کرتی تھیں آپ کے نواسے حسن نے (مناقب ابن مشہر آشوب) ایک روز حضرت علی نے یہ دیکھنا چاہا کہ امام حسن اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے وحی الہی کی کس طرح ترجمانی کرتے ہیں آپ مکان کے ایک گوشہ میں چھپ گئے امام حسن حسب معمول گھر میں داخل ہوئے اور جناب فاطمہ کی خدمت میں پہونچ کر وحی کی ترجمانی شروع کی لیکن ٹھوڑی ہی دیر کے بعد عرض کیا یا امّا کَلَّمَكَ تَجَالَجَ لِسَانِي لَعَلَّ سَيِّدَ اِيْرَاقِي ۛ والدہ گرامی آج میری زبان میں لکنت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی مسکراتے ہوئے سامنے آگئے اور حسن کو گود میں اٹھا کر منہ چوم لیا۔ (بحار) یہ نواسہ رسول کی

کسنی اور صغریٰ کی باتیں ہیں اگر یہ بچے درس گاہ الہی کے تعلیم یافتہ نہ تھے مدینہ علم کے تربیت یافتہ نہ تھے۔ بچپن ہی سے درجہ امامت پر فائز نہ تھے پھر ایسے جامع الصفات اور عظیم الدرجات کوئی ایک ہی بچہ اُس زمانہ یا اس زمانہ کا زمانہ پیش کر دے۔ نواسہ رسول کے بچپن ہی کا واقعہ ہے اور دور خلافت ثانی کا کہ ایک قاتل و مقتول دربار میں پیش کیا گیا۔ قاتل کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور مقتول کی گردن تن سے جدا تھی مقدمہ پیش ہوا۔ قاتل نے اقرار جرم کر لیا اس کے قتل کا حکم صادر ہوا کہ ایک شخص نمودار ہوا اور اُس نے آکر اقرار کیا کہ اسکو مینے قتل کیا ہے اصلی قاتل میں ہوں عدالت عالیہ حیراں تھی کہ کیا فیصلہ دیا جائے مشکل کے وقت مشکل کشا یاد آئے۔ حضرت علی کے پاس دونوں مجرموں کو بھیجا گیا دونوں کا بیان ہوا۔ پہلے نے کہا میں قصاص ہوں گھر میں بکرا ذبح کیا تھا کہ پیشاب کی حاجت ہوئی خون آلود چہرے لٹے ہوئے باہر چلا گیا وہاں جا کر دیکھا کہ ایک شخص تازہ ذبح ہوا پڑا ہے لوگوں نے مقتول کو اور مجھے دربار خلافت میں پیش کر دیا۔ میں نے سوچا انکار سے فائدہ نہیں جرم ثابت ہے اقرار کر لیا۔ دوسرے نے کہا جب مجھے معلوم ہوا کہ ایک شخص بے گناہ قتل ہو رہا ہے تو مجھے نہ رہا گیا اور کیونکہ میں نے ہی اسکو قتل کیا تھا جا کر اقرار کر لیا۔ مولائے دونوں کے بیان سنے امام حسن اسوقت موجود تھے امام نے بیٹھے کی

طرف اشارہ کیا۔ حسن اسکا فیصلہ تم کر دو۔

امام حسن نے فرمایا۔ دونوں کو چھوڑ دو۔ تصاب تو بے گناہ ہے اس کی سزا کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دوسرا شخص اگر حجتِ قابل ہے مگر چونکہ اُسے ایک بے گناہ کی جان بچائی ہے اس لئے وہ بھی سزا کا مستحق نہیں کیونکہ خدا کا حکم ہے مَنَ أَحْيَا هَاكَ كَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔ جس نے ایک نفس کو زندہ کیا اس نے گویا تمام لوگوں کی جانیں بچائیں اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کر دیا جاتے۔ (بحار الانوار) امام حسن سرکارِ رسالت کی رحلت سے تیس سال تک اپنے پدر بزرگوار کے نشانِ قدم پر چلتے رہے اور امامت کے ہر قدم سے سبق لیتے رہے۔ باپ کو دیکھا کہ تقریباً چوبیس سال امامت کے فرائض خاموش ادا کر رہے ہیں سمجھے کہ حجبِ اشاعتِ اسلام اور بقائے اسلام کو صبر و تحمل اور خاموشی کی ضرورت ہو تو خدمتِ اسلام کے لئے خاموشی ضروری ہے۔ اور جب پانی سر سے ادخا ہو جاتے تو امامت کو بھی اگر ہوا سازگار ہو تو حفاظتِ اسلام کے لئے کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔ جلِ صفین۔ ہنرواں کے معرکے دیکھے اور خود بھی پدر بزرگوار کے ساتھ دادِ شجاعت لیتے رہے سالکۂ میں بعدِ شہادتِ امیر المومنین مسلمانوں کی چالیس ہزار کی جماعت نے آپ کو اپنا متفقہ خلیفہ تسلیم کیا۔ آپ کی پوری زندگی زہد و قناعت

عبادت و ریاضت بشجاعت و سخاوت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے
 نواسہ رسول نے پاپیادہ بچپس حج ادا کئے مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہمانوں
 کے واسطے لذیذ اور عمدہ غذاؤں کا دسترخوال ہر وقت پچھارتا مگر اپنی
 خوراک جو کی روٹی ہوتی۔ غریبانہ لباس پہنتے مگر کبھی کبھی اپنے جد بزرگوار
 کی طرح اچھا لباس بھی زیب تن فرماتے ایک روز امام حسن اچھے لباس
 میں مایوس گھوڑے پر سوار ایک طرف سے گزر رہے تھے کہ راستہ میں
 ایک بوسیدہ خراب لباس میں یہوی ملا اور امام کی جام فرس
 پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ امام کو رحم آیا استفسار حال فرمایا۔ یہودی نے کہا۔ کیا
 آپ کے مانا کا یہ قول نہیں کہ *السدنیا سجن للمومنین وجنتہ للکافر*
 کہ دنیا مومن کے لئے دوزخ اور کافر کے لئے جنت ہے فرمایا ضروریہ قول
 میرے مانا ہی کا ہے۔ یہودی بولا پھر ہیں یہ کیا دیکھ رہا ہوں آپ قیمتی
 پوشاک میں اس ترک و افشام سے گھوڑے پر منظر آتے ہیں اور میں خستہ
 خراب لباس میں پیدل ہوں کیا یہ حدیث غلط نہیں۔ فرمایا خدا کے
 رسول نے بالکل صحیح فرمایا ہے اگر تو وہ جنت کی نعمتیں جو آخرت میں
 ہمیں ملیں گی دیکھ پاتے تو اس کو دیکھ کر تو خود کہہ اٹھے کہ واقعی آپ
 کے لئے دنیا دوزخ ہے۔ اور اگر وہ عذاب اور وہ تکلیفیں جو تجھ کو آخرت
 میں ملنے والی ہیں دیکھ پاتے تو تو اپنی اسی حالت پر خوش ہو جاتے کہ

واقعی میں جنت میں ہوں (صلوٰۃ مصائب) رحلت رسول کے بعد ہی یوں تو دنیا نے رسول و اہلبیت رسول سے آنکھیں پھیر ہی لی تھیں مگر امام حسن کا دور خلافت بڑا پر آشوب دور تھا۔ بنی امیہ کا ہر حملہ علی الاعلان اہلبیت رسول پر ہو رہا تھا۔ حدیث سازی کا کارخانہ زروجو اس کا خزانہ چل رہا اور بے دریغ لٹ رہا تھا شیر خدا کی شہادت نے دل اور ہمتیں اور بلند کردی تھیں۔ امام حسن کی خلافت کی خبر سنا کر شام کا تاریک دل حاکم یے چین ہو گیا۔ ساٹھ ہزار کا لشکر لیکر آچڑھا۔ امام حسن نے اپنے ساتھیوں کی بے وفائی کے باوجود مقابلہ کا ارادہ کیا۔ حاکم شام جنگ صفیں میں امام حسن کی بہادری اور دلاوری کے کارنامے دیکھ چکا تھا امام کے ساتھیوں کی بے وفائی دیکھ کر مصلحتاً صلح کی درخواست کی صلح کن امام نے حفاظت عامہ کے پیش نظر اپنی خداداد امامت کا تحفظ کرتے ہوئے چند شرائط پر صلح نامہ لکھ دیا۔ جس میں پہلی شرط یہ تھی کہ حاکم شام اپنے بعد حکومت کو امام ہی کی طرح منتقل کر سکے گا۔ کار بر آری کے پیش نظر تمام شرائط تسلیم کر لئے گئے۔ امام نے گوشہ نشینی اختیار کی شام کا حاکم اب عرب عراق۔ شام و عجم سب کا حاکم بن گیا نوزائیدہ کا منہ کھل گیا۔ حدیث سازی کی مشینیں بے دھڑک چلیں۔ (انا مدینۃ العلم و علی بابہا میں بڑے اٹھانے اور ترمیمیں ہوئیں۔ دسی رسول کو جو چوتھا خلیفہ بھی تھا۔

برسر ممبر برا کہا گیا۔ امام حسن پر بھی الزام تراشی کی کوشش ہوئیں تاکہ یزید کی بدکرداریوں کا کچھ جواز مل جائے اور اس کو دلی عہد بنا دیا جائے۔ مگر یہ انعام قدرت ہے یا بدکت رسالت یا اعجاز امامت کہ دشمنان دین باوجود تمام تر قوت و اختیار کسی ایک امام کے دامن پر بھی ایسا دھبہ نہ لگا سکے جو خلافت عصمت و طہارت ہوتا۔ دنیا جب مجبور ہو گئی تو آخر امام حسن پر کثرت ازدواج کا الزام لگایا کسی نے کہا چہ سو عفت دکنے کس نے سات سو لکھ دئے اور بے وقوف یہ نہ سمجھے کہ وہ عرب کے قبائل کے کوئسے بے حیا لوگ تھے جو یہ جانتے ہوئے کہ ہماری لڑکی کو کل طلاق ہو جائے گا پھر لڑکیاں پیش کر دیتے تھے۔ یا وہ کوئسے بے شرم لڑکیاں تھیں جو ایک رات کی خاطر طلاق کی دلتوں سے خوش تھیں۔ کثرت ازدواج کی روایتیں اس لئے گھڑی گئیں کہ یزید کی ولیعہدی شہادت امام پر موقوف تھی اور امام کی شہادت انکی ایک بیوی سے ملکر کرائی تھی تاکہ بعد میں یہ کہا جاسکے کہ کثرت ازدواج کی وجہ سے امام سے بیویاں بے زار تھیں اسلئے شہادۂ واقع ہوئی اور یہ شہادۂ بھی بدشعور ہجائے جعدہ بنت اشعث کو جو امام کے عقد میں تھی اور خلیفہ اول کی حقیقی بھانجی تھی (از کتاب رسول والہیت رسول جلد اول ص ۱۲۵) کثیر رقم و بکر ملکہ ولیعہد بنانے کے وعدہ پر تیار کیا گیا۔ اور رسول کے اس نوا سے کہ جو حکمران نے جنت کا سردار بن لایا تھا جعدہ کے ہاتھ سے

زہر دلوایا گیا۔ جعدہ ملعونہ نے امام کو زہر دیا۔ شاید میرے جمع
 میں کسی کو اعتراض ہو کہ امام کی بیوی کو ملعونہ کیوں کہہ دیا تو جناب امام
 کی بیوی ہویا نوح نبی کی بیوی ہو اگر امام ذبی کی اذیت رسان ہے تو
 ضرور ملعونہ ہے خدا کی منظر میں کسی کی بیوی ہونا اس کی فضیلت کا باعث
 نہیں بلکہ عند اللہ بڑا وہ جو تقویٰ میں بڑا ہے۔ فضیلت اعمال سے
 متعلق رکھتی ہے رشتہ سے نہیں۔ یہ اعمال نافرمان بیٹا اگر نوح سے بھی
 نسبت رکھتا ہو تو نا اہل ہے۔ شاہی خزانہ کا زہر رکھا۔ اثر انگریزی میں سحر تھا
 امام نے طشت طلب کیا۔ اس سفر کا ہوا۔ لہو کے ساتھ دل نکل آیا۔ زینب
 دوڑی ہوئی آئیں۔ بھائی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ طشت کی طرف دیکھا
 دل پارہ پارہ ہو گیا۔ لگن دل کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی۔ بہن نے پوچھا
 فاطمہ کے لال یہ کیا ہوا۔ فرمایا زینب جعدہ سے پوچھو۔ سوال یہ پیدا
 ہوتا ہے کہ جب امام کو علم امامت سے یہ معلوم تھا کہ جعدہ زہر پلا رہی ہے
 تو آپ نے کیوں پی لیا۔ پی اس لئے لیا کہ امام کو علم امامت سے یہ بھی
 معلوم تھا کہ میری شہادت جعدہ کے زہر پلانے سے واقع ہوگی۔ بہر حال امام
 نے بہن سے فرمایا زینب حسین کو بلاؤ حسین آئے طشت میں دل کے
 ٹکڑے دیکھے اور روئیے حسین کو روتا دیکھ کر امام حسن بھی رو دیئے
 کہ میرا تو آج طشت میں دل ہے کل حسین کا سر ہوگا اور طشت طلا ہوگا۔

بھائی سے تادیر راز و نیاز کی گفتگو ہوتی رہی تبرکات رسول منگوائے گئے
 امام نے تمام تبرکات ہونے والے امام کے سپرد کئے اور عمامہ رسول جسکا
 نام سحاب تھا اٹھا کر حسینؑ کے سر پر رکھا اور ساتھ اٹھا کر دعا دی کہ خدا
 اس سر کو ہمیشہ معزز فرمائے۔ قاسم کو بلایا اور ایک تعویذ دیا۔ بیٹا قاسم
 اسے بازو پر باندھ لو یہ ایک بڑی مشکل کے وقت تمہارے کام آئے گا۔
 جناب ام فروہ پاس کھڑی رہ رہی تھیں اپنا سہاگ اُجڑتا دیکھ کر اور تو
 کچھ نہ کہا یہ کہا کہ فاطمہ کے لعل کینے کے واسطے کیا حکم ہے امام نے فرمایا
 ام فروہ - میرے بدلے اپنی ساری اولاد کو لیکر کر بلا جانا۔ قاسم نے جھک کر
 آخری سلام کیا امام جواب سلام دیکر زخمت ہوئے ۲۸ تاریخ صفر کی
 سحی کہ معاویہ کے زہر سے شہادت ہوئی۔ امام نے امام کو غسل دیا۔ جنازہ
 دھوم سے اٹھا سارا خاندان اور ہاشمی جوان جنازہ کے ہمراہ تھے و امجد علیا
 کی صدائیں عرش تک پہنچیں شاید رسول اور علی بھی شرکت کے لئے آئے
 ہوں امام حسن نے وقت آخر امام حسین کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ نبھائی
 حسین مجھے نانا کی آغوش کی تمنا ہے لیکر اگر مجھے نانا کے پہلو میں کوئی
 دفن نہ کرنے دے تو امان کی آغوش میں لٹا دینا۔ جنازہ حسب وصیت
 قبر رسول کی طرف چلا سامنے سے کچھ مسلح افراد نظر آئے جنکا سپہ سالار ایک
 چمپر سوار تھا دراشت کا مسئلہ چھڑا اور قبر رسول کے قریب دفن ہوئے

سے مانع آئے۔ ادھر ہاشمی شیر بھی پیچھے رہے کہ نواسہ سے زیادہ کون
 حقدار ہو سکتا ہے ادھر سے جواب میں تیر آئے۔ رسول کے نواسے کے
 جنازے پر تیروں کی بارش ہوئی کئی تیر جنازہ کے ساتھ ساتھ قبر تک
 گئے۔ امام حسین نے بگڑی ہوئی حالت دیکھی ہاشمی جوانوں کو روکا
 اور لہجہ کی طعن رخ کیا اور بیٹا ماں کی آغوش میں جالیٹا۔ زینب نے
 سنا کہ بھائی کے جنازہ پر تیر لگے۔ اتنی روئیں کہ غش کر گئیں۔ میں
 عرض کروں گا۔ امام کی بہن۔ شہزادی زینب۔ جب آپ سے یہ چند
 تیروں کی خبر نہ سنی گئی تو روز عاشورہ بھائی حسین کو تیروں کا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر
 کیا حال ہوا ہوگا۔ بی بی حسین کے جسم پر تو تیروں کے تیر سوا سی زخم تھے
 آج بھائی کے دل کے ٹکڑے طشت میں دیکھ کر پڑنے والی بہن شام میں
 حسین کا کٹا ہوا سر جب طشت یزید میں دیکھا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا
 زینب طشت یزید میں بھائی کا سر دیکھ کر روتی تھیں اور حسین کا
 سر بہن کی بے چادری اور صبر کو دیکھ دیکھ کر روتا تھا۔

زینب کا جب یزید لعین نام لیتا تھا

بھائی کا سر بھی طشت میں زینب پہ روتا تھا

الافتنة الله على قنوم الظالمين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام حسین علیہ السلام

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على

اشرف الانبياء والمرسلين وآله الطاهرين المعصومين ائمة الهدى

فقد قال الله تبارك وتعالى في قرآن الحكيم وفرقان العظيم قال

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْهَبُكَ فَأَنْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا

أَبَتِ الْفَعْلُ مَا لَوْ مَرَّ سَبْعُ دُجَىٰ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَمَا دَيْنَاكَ أَنْ يَأْبُرَ إِلَيْهِمْ فَمَا دَعَوْتَ

الرُّءْيَا إِنَّا كَذَّابُونَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔ اِنَّ هَذَا إِلَهُ الْبَلَاءِ

الْمُبِينِ وَفَدَيْنَاكَ بِذِي عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝

ابراہیم نے کہا۔ اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں

تمہیں خود ذبح کر رہا ہوں۔ تم بھی غور کرو اور بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے

ہے۔ اسمعیل نے کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے بیشک اس کی تعمیل

کیجئے اگر خدا نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیے گا۔ پس دونوں نے طے کر لیا۔ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔ تو ہم نے آمادہ دیکھ کر آواز دی اے ابراہیم تم نے اپنی خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا۔ اور ہم نے اسمعیل کا فدیہ ایک ذبح عظیم (عظیم قربانی) قرار دیا۔ اور بعد میں انبوالوں پر اسکو چھوڑ دیا۔

آئیے پہلے یہ دیکھیں کہ قرآن اس قسم کے قصوں سے کیوں بھرا پڑا ہے یہ دین کا آئین ہے یا قصص حسین ہے۔ یہ رسول کو کہانیاں سنائی جا رہی ہیں یا لوگوں کو۔ ظاہر ہے کہ رسول باخبر تھا لوگ بے خبر تھے۔ یہ کہانیاں سولانے کو نہیں جگانے کو سنائی جا رہی ہیں۔ آدم کا قلعہ ہو یا نوح کا یعقوب کا ہو یا یوسف کا۔ موسیٰ کا ہو یا عیسیٰ کا۔ کیونکہ یہ پیغمبروں کے افسانے ہیں اس لئے سب ہدایت اور ایمان کے نزلانے ہیں۔ کیا حضرت آدم کے قصہ کو پڑھ کر کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خلافت کا قرار دینے والا۔ خلیفہ کو مقرر کرنے والا صرف خالق کائنات ہے کیا فرشتوں کو سجدہ کا حکم یہ نہیں بتلا تا کہ خدا کے علاوہ بھی خدا کے حکم سے کسی کو سجدہ کرنا یا احترام نہج الانا منافی ایمان نہیں۔ شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا کیا یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ جو لوگ

یہ کہہ رہے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کسی قسم کا بھی کرنا کفر ہے کیا وہ پیر و شیطان نہیں اور کیا وہ کلمات جنکی شرکت کا حضرت آدم کو اپنی توبہ میں حکم دیا گیا تھا ان کلمات کا اپنی توبہ کے وقت شریک کرنا جائز نہیں۔ قصہ یوسف میں حضرت یعقوب کا برگزیدہ بیٹا اپنا خواب سن رہا ہے کہ چاند سورج ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں یعقوب جیسا عظیم نبی یہ نہیں کہتا کہ بیٹا یہ کیا کفر کی باتیں کر رہے ہو۔ سجدہ تو صرف خدا کے واسطے ہے۔ بلکہ آپ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اس راز کو کسی اور سے نہ کہنا۔ جناب یعقوب کی بیوی جناب یوسف کی سوتیلی ماں سن پاتی ہے۔ آتش حسد۔ سوتیلپن کی آگ بھڑک اٹھتی ہے خدا اس سوتیلپن کی آگ سے ہرنی اور امام کو محفوظ رکھتے ماں اپنے بیٹوں کو اس راز کی خبر دیدیتی ہے اور وہیں کا کیا ذکر نبی کے بیٹے ہوتے ہوئے اقتدار کی کرسی دوسرے کے پاس جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے اپنے معصوم بھائی کو کوئیں میں ڈال دیتے ہیں۔ قافلہ نکالتا ہے مصر کے بازار میں کہتے ہیں زلیخا کا واقعہ پیش آتا ہے یوسف کو ایک بند کمرے میں اپنی حسرت بر آری کو لے جاتی ہے دیکھتی ہے کہ کمرے میں کوئی اور تو نہیں نظر کرہ میں رکھی ہوئی مورتی پر پڑتی ہے اٹھکر مورتی کے چہرے پر کپڑا ڈالتی ہے حالانکہ جانتی ہے کہ ہمیں تورت بنائی نہیں کیا اس سے یہ سبق نہیں ملتا کہ خدا کو حاضر و ناظر جانوالے

کیا اپنے خدا کو اس پتھر کی مورتی سے بھی بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ جو افعال شیعہ کے ترکب ہوتے ہیں اور انہیں شرماتے حضرت یوسف کی بے گناہی کی اگر ایک بچہ گواہی دیدے تو قابل قبول رسول کی گواہی اگر کوئی بچہ میں دیدے تو ناقابل قبول حضرت یوسف ایک جابر و ظالم بادشاہ کی برسوں قید میں رہے اور پھر نبی رہے قید میں ایک قیدی سے کہا تو کل رہا ہو جائے گا ایک سے کہا تو کل قتل کر دیا جائے گا۔ مصر میں ایک عظیم قحط آنے والا ہے یہ سب غیب دانیان تسلیم مگر رسول کریم کو غیب داں ماننا کفر حضرت یوسف زمانہ حکومت میں اپنے بھائیوں کے غلہ میں ایک کٹورہ چھپا کر رکھ دیں اور انہر چورہی کا الزام لگا بیس اور پھر خدا کے سچے نبی کہلائیں کیا یہ تفسیر کا سبق نہیں پھر کیا یہ قصص قرآنی ہمارے لئے مراطہ مستقیم کے خزانے اور رشد و ہدایت کے افسانے نہیں۔ یوسف شہنشاہ مصر میں چکے تھے چاند سورج ستارے سجدہ کر چکے تھے۔ زلیخا کے حسن کی کہانی ختم ہو چکی تھی حسن کی دیوی عسرت و عزبت میں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی تھی۔ ایک روز خاتہ سے تنگ آ کر مصر کے بازار میں لٹک آئی دیکھا بڑا جوم ہے۔ لوگوں سے پوچھا آج کیا ہے معلوم ہوا شہنشاہ مصر کی سواری گزر رہی ہے۔ بوڑھی زلیخا ہاتھ میں عصا لئے ایک دیوار کے سپہارے کھڑی ہو گئی۔ سواری جب قریب آئی تو چلائی۔ اے غلاموں کو بادشاہ بنانے والے اور لے بادشاہوں کو غلام بنانے والے

خدا زلیخا پر اب رحم فرما۔ حضرت یوسف نے یہ آواز سنی۔ نہ رہا گیا۔ حکم ہوا زلیخا کو دربار میں لاؤ۔ نبی نے خدا سے دعا کی معبود اس وقت زلیخا شوہر دار تھی اب یہ بیوہ ہے اور لاچار ہے یوسف کو اجازت دے کہ اس کو اپنی عروسی میں لاکر اپنے اس وقت کے انکار کی داد لوں۔ حکم خدا ہوا یوسف تم نے اس کو دعوت ایمانی دی ہم نے اس کو نعمت جوانی دی۔ ادھر زلیخا پر اب کرم برسا ادھر قدرت کی اس بچہ پر جس نے حضرت یوسف کی گواہی دی تھی منظر گئی۔ حضرت یوسف قصر شاہی کی بالائی منزل پر جلوہ افروز تھے کہ جبریل آئے۔ حضرت یوسف نے دیکھا کہ جبریل مسکرا رہے ہیں۔ سبب تبسم پوچھا۔ کہا خدا کے نبی یہ نیچے سڑک پر جو خستہ خراب حال میں شخص جا رہا ہے اسے پہچانتے ہو۔ آپ نے دیکھا اور کہا نہیں۔ جبریل نے کہا یہ دی بچہ ہے جس نے تمہاری گواہی دی تھی۔ خدام کو حکم ہوا کہ اس کو فوراً حاضر کرو۔ وہ شخص لایا گیا۔ خلعت فاخرہ عطا ہوا حکم ہوا کہ اس کو قصر شاہی کے ایک محل میں رکھا جائے اور نہایت عزت و احترام سے رکھا جائے جبریل پھر مسکرائے۔ حضرت یوسف نے فرمایا کیا میں نے اس کی عزت میں مبالغہ کیا جس پر آپ مسکرائے کہا نہیں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جب ایک نبی اپنی طرف بے گناہی پر گواہی دینے والے کو یہ سب کچھ دے سکتا ہے تو خدا اس کو جو سچے دل سے۔ اشد ان لا اللہ الا اللہ کہہ کر گواہی دے اس کو کیا نہ عطا کر دے گا۔ حضرت یوسف

نے اپنے گواہ کو مال دنیا سے مالا مال کر دیا سردار انبیاء نے ذوالغیرہ میں اپنی گواہی دینے والے کو دین و دنیا کا محتار بنا دیا خدا کے ولی کو اپنا وصی بنا دیا (صلوٰۃ) بہر نوع قصص قرآنی درحقیقت روح ایمانی ہیں انکو نبی جانے یا من عنہ علم الکتاب جانے (جناب ابراہیم ہی کے روشن قصہ پر اگر روشنی ڈالی جائے تو ایک روشن کتاب بن جائے دنیا کے بالوں کو اطاعت خالق کا سبق مل جائے اور ہر بیاباں کا فرمانبردار بن جائے۔ مگر انتہار دامن کش اظہار ہے۔ گفتگو صرف دنیائے بزرگ عظیم پر ہے۔ جسکو اکثریت نے مولا تازہ ذنب سمجھا ہے۔ حالانکہ ذریعہ عظیم میں لفظ عظیم بڑی عظمتوں والا لفظ ہے۔ خدا سے عظیم قرآن عظیم خلق عظیم۔ نبار العظیم۔ جیسے عظمت والے لفظ کو خدا ذنب عظیم کہہ کر ایک عظیم نبی کی عظمت کو مت گھٹاؤ۔ علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ شہادت مراتب عالیہ میں سب سے بلند ترین اور عظیم ترین مرتبہ ہے پھر اگر اشرف الانبیاء سید الانبیاء کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا تو انبیاء سابقہ پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہا گیا ہے کہ بڑے نواسے کی شہادت رسول کی شہادت خفی تھی اور چھوٹے نواسے کی شہادت رسول کی شہادت جلی تھی اور اسی کو ذریعہ عظیم کہہ کر عظمت رسول کو بڑھایا گیا ہے۔ مشرق کے مفکر اعظم شاعر عظیم اقبال بھی فرما رہے ہیں۔

اللہ اللہ بایں ہم اللہ پدر :: معنی ذریعہ عظیم آمد پدر

بلکہ خود۔ ذریعہ عظیم بتلارہا ہے کہ اس سے کون مراد ہے ﴿مذہب عظیم کے اعداد جمع کرو اور پھر حسین بن علی مرتضیٰ کے اعداد جمع کرو دونوں کے اعداد مساوی ۱۷۴۰ ہوتے ہیں (صلوٰۃ) اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اؤ خود رسول عظیم سے پوچھیں۔ تین شعبان کا مقدس دن تھا کہ خلق عظیم کا دل بند۔ نباء العظیم کا فرزند آغوش خاتون عظیم میں آیا۔ حلیل کے گھر میں اسمعیل بنا سنے کعبہ کے ضامن بن کر آئے اور مولود کعبہ کے گھر حسین خدا کے گھر کی بقا کا وعدہ کر کے آئے دنیا چلائی۔ حقا کہ بنائے لا الہ است حسین۔

مداح الہیت پکارا ہے

زمین پر عرش سے علیٰ جناب آتے ہیں ۛ پروردگار و دل بوترب آتے ہیں
حسین آتے ہیں یارین کی بقا کے لئے ۛ بدل کے نام اساتذہ آتے ہیں

خانہ خاتون جنت میں دوسری خوشی۔ امامت کا دوسرا چاند قیامت کی دنیا پاشیاں لیکر آیا۔ دائرہ امامت نے مرکز پایا۔ نمازوں کی بقا آئی۔ اذانوں کی صدا آئی۔ عبادت و ربانیت۔ فناءت و سخاوت و شرافت و نجابت۔ امانت و دیانت۔ شجاعت و صداقت امامت و شہادت نے قدم چومے۔ فالہ نے کہا شہیدہ رسالت مآب آیا۔ علی نے کہا امامت کا آفتاب آیا رسول نے کہا میرا جواب آیا۔ عبادت نے کہا میرا ثواب آیا شجاعت نے کہا مایا فنف

اضطراب آیا۔ اسلام نے کہا میرا شباب آیا۔ قرآن نے کہا حاصل کتاب آیا۔
 ذبح عظیم نے کہا عظمت مآب آیا۔ خدا نے کہا انتخاب لا جواب آیا۔ رسول پر
 نبوت ختم تھی حسین نے ام کرخاتم الانبیاء کو خاتم الشہداء بنا دیا۔ لسان وحی نے
 بے اختیار فرمایا۔ اَنَا مِنَ الْمُحْسِنِ۔ میں حسین سے ہوں۔ مسرتوں کی ہوائیں
 فضا سے عالم میں چلیں صرف اصحاب رسول ہی نہیں فرشتے تہنیت کو اتر
 آئے (سلطان الواعظین شب ہائے پیشاور ص ۹۱)

اصحاب رسول جوق جوق خدمت رسول میں تہنیت کو آ رہے تھے
 کہ ایک مرتبہ امیر المومنین نے دروازہ مسجد پر سب کو روک لیا فرمایا ابھی
 مقفولاً توقف کریں۔ خدا کے حبیب کے پاس ایک سو بیس ہزار فرشتے تہنیت
 کو آئے ہوئے ہیں۔ کچھ دیر بعد اصحاب خدمت رسول میں پہنچے بعد ازلے
 تہنیت عرض کیا یا رسول اللہ آج ایک بات پر ہمیں بڑا تعجب اور حیرت ہے
 علی نے ہمیں روکا اور کہا کہ خدمت رسول میں اسوقت ایک سو بیس ہزار
 فرشتے آئے ہوئے ہیں یہ فرشتوں کی تعداد ان کو کیسے معلوم ہوئی کیا آپ نے
 ان کو بتلایا ہے۔ فرمایا علی کو بلاؤ۔ فرمایا یا علی فرشتوں کی تعداد تمہیں کیسے
 معلوم ہوئی۔ امیر المومنین نے کہا جب فرشتے آپ کو مبارک باد دے رہے
 تھے تو ہر فرشتہ بعد سلام اپنی جداگانہ زبان میں آپ کو مبارک باد دے رہا
 تھا۔ مینے ہر ایک کی زبان کو سنا تو ایک سو بیس ہزار مختلف زبانوں میں

مبارک باد دی گئی تھی۔ اس لئے میں سمجھا کہ ایک سو بیس ہزار فرشتے ہیں خدا کا رسول مسکرایا اور فرمایا تَمَّ اَدَاكَ اللّٰهُ عَلَیْنا مَدِیْنَتَہِ الْعِلْمِ وَعَلٰی بَابِہَا۔ یہ فرما کر علی کے ساتھ خانہ سیدہ کا رخ کیا۔ دیکھا بیٹی خوش ہے۔ درود پوارا سکر رہے ہیں۔ حسین آنکھیں بند کئے آئینہ کر دگار کے منتظر ہیں۔ فرمایا میرے حسین کو مجھے دو جناب صفیہ نے عرض کیا خدا کے رسول ابھی مینے بچہ کو پاک نہیں کیا۔ فرمایا صفیہ تم اسے کیا پاک کر دو گی۔ اس کو تو خدا نے پاک دیا کیزہ خلق فرمایا ہے۔ رسولؐ نے بچہ کو آغوش میں لیا دہنے کلن میں اذان اور باتیں میں اقامت کہی فرمایا فاطمہ ہارون وصی موسیٰ کے دو فرزند تھے شبیر و شبیر جنکا ترجمہ حسن اور حسین ہے خدا کا حکم ہے کہ اس بچہ کا نام حسین رکھو۔ رسولؐ نے بچہ کی پیشانی چومی ہنٹوں کا بوسہ لیا لب ہائے مبارک گلے تک پہنچے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ فاطمہ نے دیکھا بابا در رہے ہیں فاطمہ بھی زار و قطار رونے لگیں۔ عرض کی بابا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ بیٹی یہ تمہارے بتلانے کی بات نہیں بابا آپ کو فاطمہ کی جان کی قسم بتلا دیں۔ ورنہ قیامت تک روتی رہوں گی۔ رسولؐ نے فرمایا بیٹی تیرے اس بچہ کو خدا نے جنت کا سردار بنایا ہے۔ اپنے دین کا مددگار بنایا ہے۔ کائنات عالم کا مختار بنایا ہے مگر ابھی جبرئیل امین نے مجھے بتلایا کہ خدا البدر کھنڈہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ اے ہمارے رسولؐ یہ بچہ

ہمارے مشکل میں کام آئے گا اور دین خدا کو بچا بیگا۔ میدان کر بلا میں شہادت پائے گا رو کر کہا کیا بابا آپ حسین کو شہید ہوتے دیکھنے فرمایا میں نہ ہوں گا کیا میں اپنے حسین کو شہید ہوتے دیکھوں گی فرمایا ناظمہ تم بھی نہ ہونگی علی ہونگے۔ نہیں حسن ہونگے فرمایا نہیں حسن بھی نہ ہونگے۔ ناظمہ نے ایک بیچ ماری پھر بابا میرے اس بچہ پر روتے گا کون فرمایا بیٹی خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں ایک گروہ کو پیدا کروں گا جس کے عورت و مرد۔ بوڑھے اور بچے تیرے حسین پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتے رہیں گے۔ ناظمہ کو یہ سن کر کچھ تسکین ہوئی۔ حسین پر رونے والو سنا آپ کے یہ آنسو آنسو نہیں تسکین دل ناظمہ ہیں خوشا حال اس کا جو اس غم میں رو کر من بسکا ادا بکا و حیت لہ الجنت کا مصداق بنے۔ منظر رسالت کر بلا کے خونی منظر پر تھی سوچے تمام حجت کر چلو کبھی کہا الحسن والحسین سیدی شباب اہل الجنة۔ کبھی دوش پر بیٹھا کر کبھی بھر سے اُتر کر اٹھا کر۔ سجدہ میں ستر مرتبہ مجدم مجدم کہہ کر وہ واقعہ تو آپ کو یاد ہی ہوگا۔

نماز ہے سجدہ میں حبیب کر دگار ہے

مجدم مجدم زبان پہ بار بار ہے

اٹھائیں سر کو کس طرح وحی کا انتظار ہے
ادھر سے ہے یہ حکم رب اسی کو اختیار ہے

وہ جانِ دین مصطفیٰ جو پشت پر سوار ہے

رسول نے حسین کی شان میں وہ الفاظ کہہ دیئے جو آج تک
کسی نبی کسی بھی نے اپنے بیٹے کے لئے نہ کہے تھے اور نہ قیامت تک اب
کوئی کہہ سکیگا۔ کہ حسین مجھے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ (داہ رے
آقا حسین تیری شان کے فدا۔ رسالت یہ کہہ رہی ہے رسالت حسین ہے
اور حسین۔ رسول خدا کو زمانہ میں پھر سے۔

بنانے رسالت مآب آ رہے ہیں (مصائب)

مجھے جناب ابوطالب کے احسانات یاد آتے ہیں جو دین خدا اور
اسلام پر ہوئے۔ پیدائش سے بخت رسول کے بعد تک باقی اسلام کو
اپنے ظلِ عاطفت میں لئے پھرتے رہے نصف صدی اسلام کی خدمت کی
جب دنیا سے رحلت فرمائی تو بیٹے نے رسول کی مرتے دم تک خدمت کی
جب بیٹا بھی نہ رہا اور دین پر سخت وقت آیا تو شجرِ اسلام کو ابوطالب
کے پوتے نے اپنے خون سے سینچا۔

کیا جانے کوئی تیری حقیقت کو حسین مشکل میں خدا کے کام آئیے
دنیا کو خواب غفلت سے جگانے والے نے۔ اسلام کو اسلام بنانے والے
نے رسولانِ سلف کی محنتوں کو ثبات و قیام بخش دیا۔ بلکہ اپنا گھر بھر لٹاکر
ادائے شکر سے ایقانِ خداوندی کی دولت بخش دی۔ سے

ہزار ڈھونڈتے انبیاء کے سجدہ نہیں مگر یہ سجدہ کرب و بلا نہیں ملتا
ایسا سجدہ شکر ادا کیا کہ اس کی بدولت آج تک سجدے ہو رہے ہیں
عارفانِ خدا اگر ایقانِ خدا کے طالب ہوں تو یقین سوائے سجدہ کربلا کے نہیں
نہیں ملیگا۔

کس کو معلوم ہے خدا کا نشان جستجو کر چکے ہیں اہل جہاں
میں بھی جب تھک تھکا کے بیٹھ رہا کر بلانے کہا کہ ڈھونڈ یہاں
اسماعیل کے ذبح ہونے پر ذبح ہونے سے بچ جلتے پر عید منائی جلتے
اور رسول کے نواسے کے ذبح ہونے پر کہا جاتے کہ ہم زندہ جاوید کا ماتم
نہیں کرتے یہ کوئی فلسفہ ہے اگر ذبح نہ ہونے پر عید منائی چاہئے تو ظاہر
ہے کہ ذبح ہو جاتے پر غم منانا ہوگا۔ ماتم کرنا ہوگا۔ حسین پر ماتم
کس نے نہیں کیا۔ زمین داسماں رو دیا سنگدل نہ روئے مگر پتھر کے
دل روئے ہر پتھر کے نیچے خون تازہ اُبلا۔ رسول کی عظیم المرتبت بیوی جناب
ام سلمہ ناقل ہیں کہ میں نے شہادتِ حسینؑ کے دن خواب میں دیکھا کہ
رسولؐ خدا سر برہنہ پریشان حال چاک گریباں کھڑے ہیں میں نے عرض
کی خدا کے رسولؐ یہ کیا حالت ہے رو کر منہ مایا ام سلمہ میرا حسینؑ زمین
کر بلا پر شہید ہو گیا۔ میرے سینے پر سونے والا خاک کر بلا پر بے گور و کفن
پڑا ہے۔ جناب ام سلمہ پریشان اٹھیں اور اس شیشہ کی طرف دوڑیں

جو رسول خدا نے کربلا کی خاک کا دیا تھا۔ دیکھا خاک کربلا خون کے
 آنسو رو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حسینؑ جب جانتے تھے کہ میں شہید
 کر دیا جاؤں گا تو کوئیوں لایو فیوں کے بلانے پر کیوں چلے گئے۔ یہ خدا سے
 پوچھو کہ خداوندِ اِجب تو جانتا تھا کہ میرے انبیاء کو طرح طرح کی تکلیفیں
 دی جائیں گی قتل کریں گے۔ اگ میں ڈالینگے۔ ارے سے دو نیم کریں گے
 سولی پر چڑھائیں گے تو تو نے پھر ان معصوموں کو بھیج کر کیوں قتل کرایا۔ کہدینا
 کہ میں اپنے نیک بندوں کو قتل کرانے نہیں بھیجتا۔ مگر مخلوق پر رحمت
 تمام کرنی تھی۔

امام کا فریضہ بھی یہی تھا اتمامِ حجتِ ضروری تھا تاکہ کل روز قیامت
 ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور معلوم ہے حسینؑ کربلا نہ جاتے تو اسلام
 کا کیا حشر ہوتا ہے

ہاتھ میں اسلام کے رجا بیگلیاں شرباب۔ کربلا کو توجہ داکر لے
 اگر اسلام جسے حسینؑ نے زمین کربلا پر آخری سجدہ کیا۔ یاد ہے آیتہ کا آخری
 فقرہ۔ وَتَلَّمَ الْجَبَّارِیْنَ۔ ابراہیمؑ نے اسمعیلؑ کو پشتانی کے بل لٹایا۔
 حسینؑ نے بھی وہی صورت اختیار کی سجدہ خالق میں سر جھکا یا پشت
 گردن سے سہرتن میں جدائی ہوئی۔ ذبحِ عظیم کی جلوہ نمائی ہوئی
 تدقیلِ الحین بکر بلا کی آواز بلند ہوئی لفظ طعمہ کا چاند مدینہ رسولؐ

سے طلوع ہو کر کر بلا کے خونی دریا میں ۱۰ محرم کو غروب ہو گیا۔

زینب تلک زینیہ پر کھڑی تھیں کہ ناطہ کا چاند خونی میں ڈوب کر ایک نیزہ بلند نظر آیا۔ بہن نے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھا۔ رخ قبر رسول کی طرف کیا۔ نانا آپ کا پیارا حسین زنج ہو گیا۔ نانا ظالموں نے آپ کے نواسہ کو پس گردن سے زنج کیا۔

نانا فوج یزید میں قتل حسین کے شادیا نہ بچ رہے ہیں اذالوں میں آپ کا نام لیکر نواسہ کی زنج کی مبارک باد دی جا رہی ہے۔ زینب نے اپنا رخ پھر بخت کی طرف کیا بابا اپنے پیارے حسین کو تو بلالیا۔ زینب کو تنہا کس پر چھوڑ دیا۔ حسین کو بلایا ہے تو بابا زینب کو بھی بلالو بابا قتل حسین کی اماں کو خبر نہ کرنا۔ میری ماں نے حسین کو چکیاں پیسکر پالا ہے۔ بیٹی کو مشکلتا نے جواب دیا اور خود اگر جواب دیا۔

زینب چلے ہوئے خیموں اور عزیزوں کی لاشوں کے درمیان سر پہنہ بال کھولے رو رہی تھیں۔ بھتیجا عالم غش میں پڑا تھا بچے چاروں طرف جمع تھے زینب کبھی سکینہ کی طرف دیکھتیں کبھی میدان کی طرف رات کی بھیانک تاریکی میں ایک سوار آتا ہوا نظر آیا۔ بچے پریشان ہوئے زینب کھڑی ہو گئیں۔ باواز بلند فرمایا ہمارے پاس کیا ہے جس کو لوٹنے آرہے ہو رو دتے ہوئے میتیوں کو مت رلاؤ۔ لوٹ جاؤ۔ سوار بڑھتا

چلا آیا۔ شیر کردگاری بیٹی کو جلال آیا بڑھکر لحام فرس پر ہاتھ ڈال دیا اور
 سدا دیا اگر واپس نہ ہوا تو میں شیر زدو الجلال کو آواز دیتی ہوں سوار سے
 نہ رہا گیا چہرہ سے نقاب الٹ دی زینب میں تیرا مظلوم باپ ہوں
 بیٹی تو نے باپ کو پکارا تھا میں آگیا۔ زینب میں اور تیری ماں شام
 ہی سے یہاں ہیں کیا تو نے اپنی ماں کی رونے کی آواز نہیں سنی۔ زینب
 بیٹی دین کی لٹا کے لئے ایک بڑی دشوار منزل باقی ہے جو بیٹی تیرے ہتھ
 میں آئی ہے۔ صابرہ کی صابرہ بیٹی یہ منزل بڑے صبر و سکون سے طے
 کرنا۔ کوفہ کی شہزادی کو رسن بستہ سر پہنہ کونے کے بازاروں سے گزرنا
 ہوگا۔ سید سجاد کو طوق و زنجیر میں مقید تاز بیلے کہلنے پڑینگے۔ لوک
 نیمزہ پر سر حسین پر سنگ باری ہوگی دربار میں یزید کے فاطمہ کی بیٹیوں پر
 کی نوا سیوں کی رسن بستہ حاضری ہوگی۔ زینب اگر بھائی کے لب و دندان
 سے بھی گستاخی ہو تو خاموش رہنا۔ مگر خیر کشت کی بیٹی کلمہ حق کہنے سے
 خاموش نہ رہنا۔ زینب نے یہی کیا سب کچھ برداشت کیا مگر کلمہ حق سے خاموش
 نہ رہیں شیر خدا کی بیٹی نے وہ خطبہ پڑھا کہ قصر یزیدی کی بنیادیں ہل
 گئیں۔ ایک نابینا صحابی خطبہ سنکر کھڑا ہو گیا۔

مجھ کو اس دربار میں آتی ہے کچھ ایسی صدا
 جیسے خطبہ دے رہے ہوں خود علی مرتضیٰ

فاتحِ خیبر کی بیٹی دربار سے زندان میں آئی بھائی کی امانت سینہ سے لگا کر لائی۔ سکیئنہ کو رات دن بابا کی یاد تھی۔ ایک رات خواب میں دیکھا بابا آئے ہیں بابا بابا کہہ کر چلا ہیں زندانِ شام میں ایک کہرام برپا ہوا۔ سکیئنہ بی بی کیا ہوا۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو مجھے بابا لینے آئے ہیں۔ ماد و فریاد کی آوازیں قصرِ یزد تک پہنچیں۔ سر حسین بھیجا گیا۔ سکیئنہ نے دوڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ اب سکیئنہ خاموش تھیں۔ اور ایسی خاموش ہوئیں کہ پھر نہ بولیں۔ چھوٹی سی قبر کھڑی۔ زینب نے حسین کی لاڈلی کو قبر میں رکھا اور زندانِ شام سے یوں مخاطب ہوئیں۔

بیٹی ہے تجھ میں دفنِ شہِ شہرِ تین کی
میں آکے تجھ سے لوگی امانتِ حسین کی

الافتنہ اللہ علی قوم الظالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام زین العابدین علیہ السلام

فضائل

الحمد لله رب العالمين وصلوة والسلام على سيد المرسلين
والآله الطيبين الطاهرين اهل البيت فقل قال الله تبارك وتعالى في قرآن
الحكيم مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي -

ارشاد حلاق کائنات ہے کہ نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر
یہ کہ وہ عبادت کریں۔ معلوم ہوا کہ غرض تخلیق انسانی عبادت ہے۔ اب
دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کس کی۔ تو ظاہر ہے کہ خدا کی یعنی پیدا کر نیوالے کی کون خدا
اور کیسا خدا۔ خدا کی معرفت بھی تو ضروری ہے جسکی ہم عبادت کریں۔ اس لئے
کہ بے معرفت عبادت بیکار اور بے عبادت معرفت بے سود۔ اس لئے قدرت
نے اس اجمال کی وضاحت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا۔ كُنْتُ كَنَزًا خَفِيًّا
فَاَحْبَبْتُ مَنْ اَعْرَفَنِي - میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں
پہچانا جاؤں۔ ۷

زمین و زمان اور نہ تھا جب زمانہ نہ ہو نہائی پردہ ساز میں تھا ترانہ

جہینوں سے واقف نہ تھا آستانہ کی حجابوں میں تھا اور حق کا خزانہ

یہ چاہا کہ اب راز پنہان عیان ہو

خزانہ وہ کیا جو ہمیشہ پنہان ہو

اب مقصد تخلیق الہی واضح تر ہو گیا کہ وجہ خلقت عبادت

اور معرفت ہے۔ معرفت اور عبادت اگرچہ لازم و ملزوم ہیں مگر اصولاً

اور عقلاً تقدم اور تاخر کا فرق ہے معرفت کا درجہ ذرا عبادت سے

پہلے ہے تاکہ معرفت ہو لے تو عبادت ہو آئے تحصیل معرفت اور

اسکے وسائل پر نظر ڈالیں۔ تو معرفت الہی اور عرفان خداوندی کی دو

ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو رویت یعنی آنکھ نے خود اسکو دیکھا

ہو۔ دوسرے وہ انکشاف اور ظہور جس سے وہ یقین پیدا ہو جائے

جیسا کہ آنکھ سے دیکھ کر ہوتا ہے۔ پہلا درجہ معرفت مذہب

حقہ امامیہ میں محال ہے کیونکہ خدا جسم و جسمانیت سے منزہ اور پاک

ہے۔ دوسرا درجہ یعنی اسکا آفاق گیر ظہور یہ عارفان مذہب حقہ کی

نظر میں نظر سے دیکھنے سے بھی قابل یقین ہے۔ چنانچہ کسی نے امام العارفین

یعسوب الدین۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب سے سوال کیا کیا

آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کو نہ دیکھتا

تو اسکی ہرگز عبادت نہ کرتا۔ البتہ ان مادی آنکھوں سے اسکو نہیں

دیکھا جاسکتا۔ میں نے ایمان اور یقین کی آنکھوں سے اس کو دیکھا ہے (صلوٰۃ) معلوم ہوا کہ معرفت خدا ان آنکھوں سے تو دیکھ کر نہیں ہو سکتی ایمان کی بینائی کی ضرورت ہے تو ایمان کی وہ بلند نظر کہاں سے آئے کہ یقین کامل ہو جائے۔ مفکرین معرفت نے جہاں حصول عرفان کے بہت سے طریقے بتلائے ہیں وہاں یہ بھی کہا ہے۔ کہ عباد سے حقیقت۔ صفت سے موصوف مصنوع سے صانع کی معرفت آسان نہیں تو دشوار بھی نہیں۔ موجودات عالم کے ذرات سے لیکر ملکیات تک جتنی مصنوعات ہیں۔ رات دن اپنے صانع کا تعارف کر رہی ہیں۔ زمین کے سینہ سے سر نکال نکال کر حسین پودے پھولوں کی رنگ برنگی زبانوں میں۔ پرندوں کی دلربا اور دلکش تصویریں پُر بہار شاخوں اور آشیانوں میں۔ لالہ قنداروں میں روشن اور منور ستارے ٹپکے ہوئے آسمانوں میں۔ آفتاب اور مہتاب کی ضیا بار کر نیں مکالوں اور ویرانوں میں۔ اس خالق حقیقی اور صانع الم یزلی کا پتہ اور گواہی دیکر کہہ رہی ہیں کہ

برگ درختانی سبز و نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتر است معرفت کردگار
دور کیوں جاتیں کیا اسی کرسی (مبراہی) کو دیکھ کر جس پر ہم بیٹھتے
ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کو کسی نے ضرور بنایا ہے اب یہ کرسی

جس قدر حسین اور فلول صورت ہوگی اپنے صانع کے کمال کی دلیل بنے گی۔ مگر یہ بات عجیب ہے کہ ان صنعتوں میں سے کسی صنعت نے ہم سے آج تک یہ نہیں کہا کہ ہم کو کس نے بنایا ہے۔ کرسی ہی سے کیا نسیم بہار سے۔ پھولوں کے نقش و نگار سے۔ مہتاب و آفتاب دنیا ۶ بار سے پوچھئے کہ یہ لہک یہ چمک یہ چمک تھیں کس نے بخشی تو سب خاموش ہیں کوئی نہیں کہتا کہ اس خالق کائنات نے۔ پھر ان مصنوعات کو دیکھ کر یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ ان کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ کوئی کامل ترین اور افضل ترین اسکی صنعت ایسی بھی ہو جو صنعت ناطقہ ہو اپنی زبان سے خود کہے کہ ہوا اللہ احسن الخالقین اور وہ اتنی عجیب صنعت ہو کہ عالم کی صنعتیں اسکے قدموں پر نثار ہوں۔

کونین اس کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہوں۔ ڈوبتے ہوئے سورج کو اٹھالے۔ درخت کو چاہے تو پاس بلا لے۔ چاند کو دھیم بنادے۔ اور سنگریزوں کو کلیم بنادے۔ اس ضرورت کو خلاق عالم نے تخلیق عالم سے پہلے محسوس کیا۔ آدم پہلے بنے انسان بعد میں آئے معلم پہلے آیا متعلم بعد میں۔ رہبر پہلے بنا رہرو بعد میں۔ ہر دور میں معرفت کے انداز بدلے۔ عبادت کے اطوار بدلے۔ کتابیں بدلیں

اسباق بدلے۔ آخر میں معرفت اور عبادت کا آخری معلم آخری کتاب اور آخری لہاب لے کر آیا ہے

کہا خلق سے لو اسے میں امین ہوں، و ہے آخر سبق خاتم المرسلین ہوں (نبوت ختم ہو رہی تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ قیامت تک جاری رکھنا تھا۔ آخری معلم نے قیامت کا انتظام کیا۔ نبوت کو امامت نام دیا۔ اور امامت سے قیامت کا کام لیا۔ سرکار ختمی مرتبت کے بعد خدا کے چنے ہوئے مصطفیٰ کے بنائے ہوئے انسان کا مل معرفت اور عبادت کا نمونہ بن کر آتے رہے۔

جمادی الاول کی پندرہ تاریخ تھی کہ مدینہ منورہ نور امامت کے جگمگا اٹھا۔ امام ابن امام کے گھر میں۔ شاہ زمان شہنشاہ نوشیروان کی پوتی کی آغوش میں۔ معرفت اور عبادت کا ستارہ سید العارفین زین العابدین بنکر چمکا۔ امیر المومنین خوش کہ علی آیا، و حسن خوش کہ حسین کا وہی آیا۔ عبادت نے آکر تجری کیا۔ ریاضت نے سلامی دی۔ صبر آداب بجالایا۔ تقویٰ نے دامن چومے۔ عرفان دست بوسی کو آیا۔ صراط مستقیم قدم بوسی کو پڑھی۔ ایمان نے پیشانی چومی۔ آسمان پر فرشتے چلائے

کسی آمد ہے چمن نور ہے سبحان اللہ، و پتی پتی شجر طور ہے سبحان اللہ

خانہ سبط نبی تو رہے سبحان اللہ شہر بانو کا الم دور ہے سبحان اللہ
خانہ فاطمہ آباد نظر آتا ہے
بچہ سجدہ میں ہے سجدہ نظر آتا ہے

معرفت نے کہا امام العارفین آیا۔ عبادت بولی زین العابدین
آیا۔ سجدہ نے کہا سید الساجدین آیا۔ قرآن نے کہا امام المبین
آیا۔ فرش نے کہا عرش کا ملکین آیا۔ کمر بلا چلائی سید الصابرين
آیا۔ حسین کے گہر میں ہننام امیر المومنین آیا۔ اسلام پکارا رسول کا
چوتھا جانشین آیا۔ علی نے دو سال دامن علی اول کے سایہ پرورش
پائی۔ علم محترم کے دس سال امامت کے انداز دیکھے۔ دس سال
پدر بزرگوار کے خاموش اطوار دیکھے۔ حسین نے نور رسالت
کو چاہا کہ پھر ایک جگہ جمع ہو جائے۔ اور نور حسن و حسین ایک مرکز
پر آجائے۔ امیر المومنین کے اس پوتے کی شادی امیر المومنین
کی پوتی امام زادی سے کر دی۔ اور علی اور فاطمہ پھر ایک جگہ جمع
ہو گئے۔ ہونے والے امام نے زمانہ کی حالت دیکھ کر مستقبل
کی منالٹ دیکھ کر۔ مندریفہ امامت کی ادائیگی کے لئے طریقہ کار
کا تعین کیا۔ زہد و عبادت کو مددگار اور خدمت خلق کو شعار بنایا
بنیس حج پا پیادہ ادا کئے۔ حبر اسود سے امامت کی گواہی لی۔ عبادت



نے محویت عبادت کی داد دی۔ ایک روز امام مصلیٰ عبادت پر
موج عبادت تھے کہ بچہ کی ماں چلائی یا بن رسول اللہ باقر کنوئیں میں
گر گیا۔ امام اسی طرح مصروف نماز رہے۔ جناب فاطمہ کنوئیں سے
مصلے کی طرف مصلے سے کنوئیں کی طرف صفا و مروی کے درمیان
بچہ کی ہلاکت کے خوف سے بار بار دوڑ لگا رہی تھیں۔ امام اسی طرح
مصروف نماز تھے۔ فارغ ہو کر دست دعا بلند کئے اور دست
امامت کنوئیں کی طرف بڑھایا۔ بچہ کو کنوئیں سے نکال کر آغوش
مادر میں دیدیا۔ اور پھر مصلے عبادت پر تشریف لے آئے۔

امام زہری اور امام مالک کا بیان ہے کہ امام زین العابدین
اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم۔ سب سے بڑے فقیہ۔ سب سے
بڑے زاہد و عابد تھے۔ خلق خدا کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے
اتنا عطا کرتے تھے کہ کبھی فاقہ شکنی کو بھی کچھ نہ رہتا تھا۔ امام زہری
فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ خدمت امام میں بیٹھے ہوئے تھے
کہ ایک شخص آپ کے اصحاب میں سے آیا اور سلام کر کے سامنے بیٹھ گیا
امانے خیریت پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ سر زند رسول میں چار سو
دینار کا مقروض ہوں۔ قرض کی ادائیگی پر کوئی قدرت نہیں
رکھتا اور کثیر العیال بھی ہوں۔ امام نے سنا اظہار افسوس کیا اور

رونے لگے۔ اس شخص نے عرض کی آپ پر کونسی مصیبت آئی کہ آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا اس سے بڑھکر اور کونسی مصیبت ہوگی کہ ایک مومن دوسرے مومن کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر امام خاموش ہو گئے۔ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ راستہ میں مخالفین اہلبیت نے از روئے تمسخر کہا کہ ان مجبان اہلبیت پر سخت تعجب ہے کہ یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں ان کے امام کے قدرت و اختیار میں ہیں لیکن ان کے امام اپنے دوستوں کی تکلیف کو بھی دور نہیں کر سکتے اور خود رو کر عاجزی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک شخص نے دشمن کی یہ گفتگو امام تک پہنچائی۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک خدا تیری مدد فرمائے گا۔ اور مصیبتوں کو جلد دور فرمائے گا۔ اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرے افطار کی جو دو روٹیاں ہیں لاؤ۔ غلام دونوں خشک روٹیاں لے آیا۔ آپ نے اس شخص کو دونوں روٹیاں عنایت کیں اور فرمایا ان دونوں روٹیوں کے علاوہ اس وقت میرے پاس اور کچھ نہیں۔ ان دونوں روٹیوں کو لیجاؤ۔ خدا تیری سب تکلیف رفع فرمادے گا۔ یہ شخص سوکھی دو روٹیاں لے کر چلا راستہ میں ایک ماہی فروش کی دکان پر نظر پڑی سوچا ایک روٹی کے بدلے پھلے لوں۔ ماہی فروش سے کہا ایک روٹی کے عوض

ایک مچھلی دیدو۔ اس کے پاس صرف ایک ہی مچھلی باسی بودار رہ گئی تھی کہا لیا د۔ روٹی رکھ دی اور مچھلی اٹھائی۔ کچھ دور گیا تھا کہ باہی فروش نے آواز دی کہ مچھلی بھی لیا د اور یہ سوکھی روٹی بھی لیا د۔ یہ ہمارے کام کی نہیں۔ روٹی اور مچھلی لے کر آگے بڑھا۔ سوچا تھوڑا نمک ایک روٹی کے بدلے لے لوں۔ نمک لے لے نمک دیکر سوکھی روٹی کو دیکھا اور اُس نے بھی یہی کہا کہ نمک بھی لے جا د اور یہ سوکھی روٹی بھی اپنے پاس رکھو۔ گھر آیا بیوی سے کہا مچھلی کو خوب دھو کر اندر سے اچھی طرح صاف کر دے بیوی نے مچھلی کو چاک کیا شوہر کو آواز دی آؤ دیکھو یہ کیا ہے دیکھا تو دو گوہر نایاب تھے۔ بازار میں جا کر کثیر رقم میں منہ دخت کئے۔ قرضہ بھی ادا کیا۔ وقت افطار امام کا غلام آیا اور اُس نے آکر کہا کہ امام عالی مقام نے فرمایا ہے کہ اگر وہ سوکھی روٹیاں تمہارے کام کی نہ ہوں اور موجود ہوں تو افطار کے واسطے مجھے دیدو۔ دو سوکھی روٹیاں ایک غریب کو دولت مند بنا کر واپس آگئیں۔ دنیا نے صاحب اختیار ہی کو نہ سمجھا کہ کس کو کہتے ہیں۔ دنیا یہی سمجھتی رہی کہ صاحب ثروت صاحب حکومت کو صاحب اختیار کہتے ہیں۔ غلط ہے صاحب اختیار وہ ہے جو عالمت عسرت میں صاحبان عسرت کو صاحبان ثروت بنا دے۔ ان الوار مقدرہ کسی نے نا سمجھی سے اور کسی نے سمجھ کر انکار کر دیا بعد الملک کا

زمانہ سلطنت تھا۔ اسکا بیٹا ہشام بن ابی امیہ کا دسواں بادشاہ ہوا۔ حج بیت اللہ کر آیا۔ حاجیوں کا اثر دہام دیکھا سو چاکر جب جمع کم ہو جائے تو سنگ اسود کے بوسہ کو جائے۔ دور ایک میز پر بیٹھ گیا۔ شام کے معززین ہشام کے چاروں طرف جمع تھے دیکھا ایک جوان ضعیف ولاغر آیا اور جمع کالی کی طرح پھٹ گیا۔

کعبہ کی زیارت کو ہر شاہ و غلام آیا۔ جسکے ننگی پیشانی آخر وہ مقام آیا دیکھا بوسلی آیا پھر خانہ خالق میں۔ خود کعبہ لکڑا لکھا ہٹ جا داما آیا ہشام کے مصاحبین میں سے شام کے معززین میں سے ایک شخص نے ہشام سے تعجب سے پوچھا یہ کون شخص ہے جسکی ہیبت اور جلالت لوگوں پر اتنی چھا گئی کہ لوگ خود بخود ہٹ گئے۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں کہل شام کا رجحان امام زین العابدین کی طرف نہ ہو جائے کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ اتفاقاً عسرب کا مشہور شاعر فرزدق اس جمع میں موجود تھا۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھ کر اس سے نہ ریا گیا اُس نے ہشام اور شامیوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ اس شخص کو میں جانتا ہوں مجھ سے سنو یہ کون شخص ہے یہ کہکفر فرزدق نے امام زین علیہ السلام پر ایک طویل قصیدہ پڑھا۔ آپ کے فضائل اور مناقب پر رشتنی ڈالی۔ سارا جمع فرزدق کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شامیوں

کا چہرہ فق ہو گیا۔ ہشام نے برہم ہو کر فرزدق کو بمقام عسنان قید کر دیا۔ امام کو خبر ہوئی فرزدق کے پاس امام نے بارہ ہزار درہم بھیجے۔ فرزدق نے انکار کر دیا۔ مولا میں نے قصیدہ مال دنیا کے لئے نہیں کہا۔ نجات آخرت چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ جو ہم

دیتے ہیں واپس نہیں لیتے اسکو کھو نجات آخرت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ میں یہاں بہ نظر اختصار فرزدق کے چند اشعار کا منظوم اردو ترجمہ پیش کر رہا ہوں۔

انہیں کعبہ حل و حرم جانتے ہیں قریش انکو اہل کرم جانتے ہیں

قدم بوسی کرتے ہیں لطی کے درے وہ انکا مقام قدم جانتے ہیں

زمانے کے جواد و اہل کرم بھی ان ہاتھوں کو ابر کرم جانتے ہیں

خدا انکو شیر خدا جانتے ہیں شہنشاہ خیر الامم جانتے ہیں

بڑھے دست بوسی کو خود سنگ اسود مقام انکا کیا ہے یہ ہم جانتے ہیں

یہ اسلام و ایمان یہ دین جسم ہم اس گھر کا لطف و کرم جانتے ہیں

فضائل کو انکے مناقب کو انکے خدا اور لوح و قلم جانتے ہیں

یہ وہ ہیں ہم انکے غلاموں کا رتبہ ملک سے فزون محترم جانتے ہیں

نہ جانے اگر کوئی جاہل نہ جانے عرب جانتے ہیں عجم جانتے ہیں

نہ سمجھیں انہیں اہل دوزخ نہ سمجھیں مقام انکا اہل ارم جانتے ہیں

بڑا پر آشوب دور تھا امیر المومنین کی طرح خطبات لکھ کر خطاب تو

نہ کر سکے۔ آنسوؤں میں معرفت کے دریا بہا دیئے۔ دعاؤں میں توحید کے
گلزار سجادیئے۔ خاموشی کو زبان بنادیا۔ آنسوؤں کو بیان بنادیا۔

اک خاموشی ہزار تقریریں ایک آنسو ہزار تقریریں
اک صحیفہ ہزار تحریریں ایک شب میں ہزار تجبیریں
رخ بدل کر گزار ہدایت کا
کام سب کر گئے امامت کا

(مصائب)

توحید کا اگر گنجینہ دیکھنا ہو۔ معرفت کا اگر خزانہ دیکھنا ہو۔ ایمان کا اگر
دفینہ دیکھنا ہو۔ نجات کا اگر سفینہ دیکھنا ہو۔ روحانیت کا اگر زینہ دیکھنا ہو
سیاست الہیہ کا اگر ترسینہ دیکھنا ہو۔ اسلام کا صحیح آئینہ دیکھنا ہو۔ تو

اعجاز امامت کی زندہ تصویریں صحیفہ کاملہ میں دیکھئے۔ امام زین العابدین
کی زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضا بقضا لله و تسلیم لامرہ کہنے
والے حسینؑ نے اس فسر زند کو بچپن ہی سے صبر کی لوریاں دیکر شکر
کی گھٹیاں پلا کر کسی آنسو والے وقت کیلئے پروان چڑھایا تھا وہ وقت
آیا اور وہ مصائب سا تھلایا جسکے اٹھانے سے زمین و آسمان اور پہاڑوں
نے انکار کر دیا تھا۔ کربلا آئی اور سیلاب بلا سا تھلائی بمبار امام کبھی غش سے

آنکھیں کھولتا تو سنتا۔ یاد روا الفار نہ رہے۔ چچا عباس علمدار نہ رہے۔ اکبر
 بمشکل احمد مختار نہ رہے پھر سنا اصغر شیر خوار نہ رہے۔ حسین آخری رخصت
 کو خیمہ میں آئے۔ بیٹے کو دیکھا غش میں پڑا ہے۔ حسین نے آنسوؤں کے چھینٹے
 دیئے۔ عابد ہمارے آنکھیں کھولیں باپ اپنے پرانے سرخ عمامہ اور سرخ
 لباس میں نظر آئے حیران ہو کر اٹھ بیٹھے۔ عرض کی بابا لباس خون میں
 رنگین کیوں ہے۔ فرمایا بیٹا تمہارا باپ صبح سے خون کے دریا میں تناور
 ہے۔ ساحل مراداب نزدیک تر ہے بسنوا اور غور سے سنو۔ تبرکات اور لوازمات
 امامت جب لوٹ کر مدینہ جاؤ تو اپنی محترمہ نانی ام سلمہ سے لے لینا
 اسرار امامت تلقین کر کے فرمایا بعد عصر اب تم امام عصر ہو یہ سن کر
 بیمار بیٹا کانپتی ہوئی ٹانگوں پر زور دیکر کھڑا ہو گیا۔ عرض کی بابا عصر سے
 پہلے میں آپ پر قربان ہوں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیٹے کی زندگی میں
 باپ کے گلے پر خنجر چل جائے۔ اجازت جہاد دیجئے۔ حسین ماروئے فرمایا
 میرے بیمار مجاہد تمہیں ایک سخت جہاد درپیش ہے جہاد باللسناں اور
 جہاد بالان تو ہم نے کیا۔ تمہیں جہاد بالہبر کرنا ہے۔ خدا حافظ۔
 مدینہ جب جاؤ تو عزیزوں اور ہمارے شیعوں سے ہمارا سلام کہنا اور
 کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پیو تو حسین کے بچونگی پیاس بھی یاد کر لینا۔ نمازی
 کا سر مسجد میں جدا ہوا۔ راکب دوش رسول نوک نیزہ پر بلند ہوا

اہل حرم لوٹے گئے۔ خیام جلّائے گئے۔ زینب امام کو بیکر خاک گرم کر بلا پہ
 آ بیٹھیں۔ رات گزری۔ صبح نمودار ہوئی اہلبیت رسول قیدی بنائے گئے۔ رسول
 کی نوا سیوں۔ زینب اور ام کلثوم کے ہاتھ رسن سے پس پشت باندھے گئے بیمار
 کی طرف بیڑیاں بڑھیں امام نے پیر بڑھا دیئے۔ ہتھکڑیاں بڑھیں
 ادھر ہاتھ بڑھے۔ طوق آیا امام نے گردن جھکا دی۔ جہاد صبر کا آغاز
 ہوا۔ اسیروں کا قافلہ مقتل سے نکالا گیا۔ قیدی امام نے باپ کی لاش خاک
 و خون میں آلودہ دیکھی۔ قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔ حکیم نفسانیات
 زینب علیہ نے بھتیجے کی حالت غیر دیکھی تو جہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے
 خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ اور فرمایا سید الصابرین یہ کیا حال ہے ابھی صبر کی
 کٹھن منزلوں سے گزرنا ہے۔ قافلہ آگے بڑھا۔ جنت کے سردار کافر زند
 اونٹوں کی ہمار پکڑے پا برہنہ گلے میں طوق خاردار لئے آگے بڑھا۔ سامنے
 دادا کا دازلا مارہ نظر آیا۔ شرم سے گردن جھکالی۔ تماشا یوں کا هجوم تھا
 اور عابد مغموں تھا دربار ابن زیاد سجا ہوا تھا۔ رسول کے نواسے کا سر
 طشت میں رکھا ہوا تھا۔ بیٹے نے دیکھا اور باپ کی وصیت یاد آئی۔
 ابن زیاد مخاطب ہوا۔ یہ قیدی کون ہے۔ لوگوں نے کہا۔ علی ابن الحسین
 اچھا۔ کیا علی بن الحسین کو خدا نے نہیں قتل کیا۔ امام سے نہ رہا گیا فرمایا
 وہ میرا بھائی علی اکبر تھا۔ جس کو تیرے لشکر نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد یہ

فقرہ سنکر برہم ہوا اور حکم دیا علی ابن الحسین کو قتل کر دو۔ حیدر کرار
 کہے پوتے کو جلال آیا فرمایا ابن زیاد تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ سن قتل
 ہماری عادت ہے اور شہادت ہمارا شرف ہے۔ ابن زیاد نے حکم
 دیا ان سب کو فی الحال قید کر دو۔ یزید کو اطلاع دی گئی شام کے پلید حاکم
 کا حکم آیا۔ سر و نگو معہ اسیر و نئے فوراً ہمارے دربار میں بھیجی۔ راہ
 کی بستیاں اور آبادیاں آراستہ کجبا نئیں۔ فتح کی خوشیاں منائی جائیں
 اسیروں کا قافلہ کوفہ سے روانہ ہوا۔ ہر منزل آراستہ ہوئی تماشا خانوں کا
 ہجوم تھا۔ کوئی ہنستا تھا اور کوئی یہ معلوم ہو کر کہ یہ سر نو اسر رسول کا ہے
 دھاڑیں مار مار کر روتا تھا۔ دین کا سازبان اونٹوں کی مہار پکڑے
 کشان کشان جا رہا تھا۔ بیماری سے چہرہ زرد تھا پیر طے مسافت سے
 متورم۔ پیر زنجیروں سے فگار۔ گلے میں طوق فاردار۔ امام کے شیدا تھو۔
 اگر اپنے صابر امام کی تصویر صبر دیکھنی ہو تو صرف ایک فقرہ ہی تمام
 عمر کو رو نے کیلئے کافی ہے۔ بیمار امام کو بلا سے شام تک سات سو میل
 کی مسافت پا برہنہ پیادہ طے کر رہا ہے۔ ماں بہنیں، پھوپھیاں سر
 برہنہ رن بستہ بے پردہ ساتھ ساتھ ہیں رگوں میں ہاشمی خون ہوتے
 ہوئے خاموش جا رہا ہے تھک کر بیٹھ جاتا ہے تو تازیانہ اٹھاتا
 ہے۔ سوچو اور دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو کہ یہ کام سوائے امام کے کسی

انسان کا ہو سکتا ہے۔ اللہ ریے صبر شاید امام کو یہ خیال رہ رہ کر آتا ہو کہ کاش میں بھی امام کے ساتھ شہید ہو جاتا تو رسول کی نواسیں کو کھلے سر نہ دیکھتا۔ یہ سب وصیت حسینؑ کا پاس تھا اور بقائے دین کا لحاظ تھا جو کشاں کشاں دمشق میں لے آیا۔ معاویہ کے بیٹے نے شہر کو دہن بنایا تھا۔ فتح کے شادیاں بچ رہے تھے۔ لوگ گلے مل رہے تھے فرزند رسول کی قتل کی یاد تھی۔ فاطمہؑ کی بیٹی نے فتنہ کو بلایا فتنہ شمر سے کہہ دو اگر دربار ہی میں لیجا لیا ہے تو ایک ایک چادر دیدے چادر دینے سے انکار ہوا شیر خدا کی بیٹی نے کہا زینبؑ کھلے سر دربار عام میں نہ جائے گی۔ شمر نے سنا سید سجاد کی طرف بڑھا۔ تازیانہ ہاتھ میں تھا شتی ازلی نے خدا جانے کیا سلوک کیا کہ امام بھوپلی کی خدمت میں آئے اور بھوپلی کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے۔ پشت کے زخم دکھا کر فرمایا بھوپلی اماں اب سجاد میں تازیانے کھانے کی طاقت نہیں رہی۔ جناب زینبؑ نے بھتیجے کی پشت پر نظر ڈالی کہ نظر سر امام تک پہنچی دیکھا حسینؑ کے رخساروں پر آنسوؤں کے تارے چمک رہے ہیں۔ بہت روئیں اور کہا بھائی حسینؑ نہ روؤ زینبؑ دربار میں جا رہی ہے۔ دمشق کے بازار میں دو طرفہ تلوار کھولے فوجیوں کی قطار تھی اور سید الصابریں بہنوں، بھوپلیوں کو لئے سر جھکائے آگے آگے

چار ہے تھے۔ دربار میں کیا دیکھا سر حسین طشت میں رکھا دیکھا
اللہ رے امتحان صبر امام۔

کیوں اے فلک یہ صبر کا عابد کے امتحان؟ گردن میں طوق پائے مقدس میں بیڑیاں
پیرو نہیں چھالے پشت پہ تھے درونے نشان؟ سلطان دو جہاں تھا اللہ رے ساربان
دربار تھا یزید کا کنبر تھا سر کھلا
شکوہ نہ کرتا تھا مگر ایوب کربلا

ایوب کربلا نے وہ مصائب سہے کہ تمام زندگی آنسو ہی نہ تھے ایک روز
ایک شخص نے کہا مولا کب تک روئے گا فرمایا یعقوب خدا کے نبی تھے۔ ایک
بیٹا بارہ بیٹوں میں سے گم ہو گیا تھا حالانکہ جانتے تھے کہ بقید حیات ہے مگر
صرف اسکی جدائی میں اتنا روئے کہ کمر جھک گئی۔ بال سفید ہو گئے۔ اور
بینائی جاتی رہی۔ میں نے اٹھارہ عزیزوں باپ بھائی اور اقربا کا ایک دن
میں سر کٹتا ہوا دیکھا ہے پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ کب تک روئے گا۔ ساری زندگی
روؤں تو کہ ہے۔ آخر روتے ہی روتے ۲۵ محرم کو ولید پلید کے زہر سے
شہید ہوئے۔

﴿الافتہ اللہ علی قوم الظالمین﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام محمد باقر علیہ السلام فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وآله نعتين الطاهات
اما بعد فقد قال الله تبارك وتعالى في قرآن المجيد وفرقان الحميد -
رَأَى اللَّهَ وَمَلَكُوتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
كَسَلِيمًا ۝ - (سورة احزاب)

اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں بنی پر۔ اسے ایمان والو
تم بھی درود سلام بھیجا کرو۔

فضائل درود لا تُعدُّ ولا تحصى ہیں افضل ترین عبادت ہے جسکے بغیر
عبادت بے کار۔ آدم کو پیدا کر کے خدا نے آدم کو مسجود ملک بنایا تھا
اپنے محبوب کے واسطے درود کا حکم دیکر قیامت تک کے لئے انسانوں کی گردنیں
سلام رسول کے لئے خم کرادیں اور عظمت حبیب کو رفیع تر بنانے کو یہ بھی کہہ
دیا کہ فرشتے ہی نہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ دیکھو جتنی عبادتیں ہماری
درگاہ میں بھیج دو دعا ٹکٹ لگا کر بھیجا کرو۔ دعا کی جتنی درخواستیں دو، درود
کے لفافے میں رکھ کر بھیجو۔ ورنہ بغیر درود کے ٹکٹ کے مہر قبولیت نہ لگ سکے گی

عظمت رسول کی معرفت کے لئے یہ ایک آیت ہی اگر دینا سمجھنا چاہیے۔ تو بہت کافی ہے۔ آدم کو تو صرف ملائکہ ہی نے سلامی دی تھی قدرت چاہتی ہے میرے حبیب کو ملک اور بشر سب ملکر سلامی پیش کریں بلکہ وفور محبت میں یہ بھی کہہ دیا کہ چلو ہم بھی اس کام میں تمہارے ساتھ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ درود بلند ترین عبادت ہے عبد و معبود میں ماہر امتیاز صرف عبادت ہے۔ معبود لے نیاز عبادت ہے اور عبد نیاز مند عبادت۔ مگر یہ عجیب عبادت ہے کہ معبود خود شریک عبادت ہے۔

اسکا کوئی شریک نہیں وہ ہے لاشریک بڑا وہ خالق جلیل میں بعد حقیر ہوں پڑھتا درود میں بھی ہوں اللہ بھی درود بڑا اس کام میں شریک ہدائے قدیر ہوں صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والوں کا یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے کہ

آیت میں صرف بنی پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ آل کا ذکر نہیں۔ لہذا آل قابل درود نہیں۔ ہم یہ دریافت کرینگے کہ قرآن میں صرف اقیمو العلوۃ آیا ہے۔ یہ دو رکعت، تین رکعت، چار رکعت، ہر رکعت میں ایک کوع دو سجد کہاں سے آتے اور کیوں کئے جاتے ہیں جب قرآن میں انکا ذکر ہی نہیں معلوم ہوا کہ اجمال کی تفصیل قدرت نے اپنے رسول پر چھوڑی ہے لہذا دیکھنا یہ ہے کہ رسول نے درود بھیجنے کا کیا طریقہ بتلایا ہے۔ بخاری سے عرض کر رہا ہوں۔ کعب ابن حجر نازل ہیں کہ ایک روز

میں نے رسول خدا سے سوال کیا کہ اے خدا کے رسول سلام کا طریقہ تو ہمیں
 آتا ہے آپ پر صلوات کا طریقہ کیا ہے۔ رسول نے فرمایا۔ اس طرح
 کہارو۔ ۲۔ اللهم صلی علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراہیم
 و آل ابراہیم ۱۱۱ حمید مجید کتب تاریخ کے اکثر معتبر علماء نے
 آل پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیا ہے اور علماء حق نے متفقہ طور پر
 نہ صرف نماز میں بلکہ جب بھی نام رسول زبان پر آئے یا نام آل رسول تو درود
 بھیجنا واجب سمجھا ہے۔ امام شافعی کے دو شعرا بن حجر نے صواعق محرقة
 باب دہم میں لکھے ہیں بڑے عجیب شعر ہیں امام شافعی فرماتے ہیں ۱
 یا اہلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن أنزلہ
 کفاکم من عظیم القدر ایاکم من لا یصلی علیکم لا صلوة لہ
 منظوم ترجمہ

اے اہلبیت شاہ زمن سرور حجاز :۔ دینا ہے حکم آپ کی الفت کا بے نیاز
 یہ بات صرف آپ کی عظمت کو کافی ہے :۔ بے آل پر درود کے ہوتی نہیں نماز
 حدیث رسول ہے کہ میری آل کو درود میں شامل کیا جائے اور مجھ پر
 درود تبری نہ بھیجا جائے۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ درود تبری کسے
 کہتے ہیں فرمایا تبری کے معنی بے زاری کے ہیں ایسا درود نہ بھیجو جس سے
 میں اور میرا خدا بے زار ہو یعنی اللهم صلی علی محمد۔ کہہ کر خاموش نہ ہو جاؤ

بلکہ یوں کہا کرو۔ اللہم علی علی محمد وآل محمد۔ (ملأه)

سلطان غیاث الدین سلطان محمد خدا بندہ کا ایک واقعہ موجود ہے کہ ایک روز ایک واعظ فضیلت درود پر تقریر کر رہا تھا بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ اور انبیاء کے واسطے درود میں آل کا ذکر نہیں رسول کی آل کو درود میں کیوں شامل کیا گیا ہے واعظ تا دیر خاموش رہا سامعین منتظر جواب تھے۔ بادشاہ نے کہا اگر اجازت ہو تو دو باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ انبیاء و سابقین کی شریعت اور نبوت کیونکہ ختم ہونے والی تھی اسلئے انکی آل کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اور ہمارے رسول کی نبوت اور شریعت کیونکہ قیامت تک باقی رہنے والی تھی اور آل کے ذریعہ باقی رہنے والی تھی اسلئے آل کا ذکر واجب قرار دیدیا گیا اور سلام علی آل یسین کہا گیا تاکہ لوگ محافظان شریعت کو یاد رکھیں اور ان سے وابستہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کیونکہ آپ کے دشمن آپ کو اتر کہا کرتے تھے یعنی مقطوع النسل اسوجہ سے قدرت نے درود میں رسول کے ساتھ آل کا ذکر بھی واجب کر دیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا رسول اتر نہیں بلکہ اس کے ساتھ آل کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا۔ ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ معصومین کی ذوات مقدسہ کو جن پر خدا نے اپنی رحمتوں کی بارشیں کر رکھی ہوں۔ ہمارے درود کی کیا احتیاج

ہے اور یہ کہنا کہ اے خدا تو ان پر رحمتیں نازل فرما کیا فائدہ رکھتا ہے۔
 میں معترضین سے یہ سوال کروں گا۔ کہ اگر آپ کے کہنے کے مطابق
 وہ برگزیدہ ہستیاں محتاج نہیں تو پھر یہ مانگی ہوئی رحمتیں جائیں گی کہاں۔
 ظاہر ہے کہ بھیجی ہوئی چیز جس کے پاس بھیجی گئی ہے اگر اسکو ضرورت نہیں تو وہ
 آپ کے پاس لوٹ کر آجائے گی تو آپ کیا نہیں چاہتے کہ رحمتیں لوٹ کر آپ
 کے پاس آجائیں۔ (صلوٰۃ)

یہاں تک یہ بات ثابت ہے کہ اللہ ملائکہ مومنین۔ نبی اور
 آل نبی پر درود بھیجتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ رسول بھی اپنی آل پر درود
 بھیجتا ہے یا نہیں (رجب کی پہلی تاریخ جمعہ کا مبارک تھا۔ کہ
 فاطمہ بنت رسول کی پوتی اور علی ابن ابیطالب کے پوتے کے گھر میں پھرے
 نور محمدی چمکا۔ داد احسن اپنے کربلا کے ہمسفر کو دیکھنے آئے۔ پیشانی
 کا بوسہ لیا۔ محمد کے کان میں حسین نے اذان دی۔ دوسرے علی اور
 دوسری فاطمہ نے دوسرے محمد پر نظر ڈالی اور زبان پر بے سائنہ
 درود آیا۔ اللہ درود میں شریک ہوا۔ ملائکہ درود میں شریک
 ہوئے۔ مومنین نے صدائے درود بلند کی رسول نے عرش سے درود بھیجا
 ہوگا۔ رسول جب فرش پر تھے تو اپنے محمد کو پیغام سلام بھیجتے تھے۔ جابر
 ابن عبد اللہ انصاری سے رسول نے فرمایا جابر تم میرے حبیب

پوتے محمد باقر کا زمانہ دیکھو گے۔ جابر جب میرے محمد سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا اس واقعہ کو نظم میں سینے سے

سنو ایک حدیث پیبر سنائیں
امامت کی تصویر عظمت دکھائیں
رسول خدا رونق انجمن تھے
زبان وحی پردہ کی سخن تھے
تھے پیش نبی سب نبی کے پیارے
جمع جیسے ہوں چاند کے گرد تارے
تھے جابر بھی بزم رسالت میں حاضر
ادب دان مزاج رسالت کے ماہر
ارادہ تھا پوچھیں حضور رسالت
مری عمر کتنی ہے فرمائیں حضرت
نگاہ رسالت نے دل کو ٹٹولا
بنوع دیگر عقدہ عمر کھولا
مخاطب ہوتے جابر از داں سے
مدرج ہیں تیرے بلند آسماں سے
خوشا بخت دیکھا ہمارا زمانہ
علی اور حسین و حسن کا زمانہ
مبارک ہو عابد کا ہمارا ہونا
زیارت سے باقر کی ممتاز ہونا
مگر میرے باقر سے جابر جو ملنا
شب دروز جابر کو ایک بے کلی تھی
شب دروز جابر کو ایک بے کلی تھی
تربہ تھی کہ آئے مبارک و سعادت
خدا نے وہ سعادت بھی آخر دکھائی
وہ جابر کو دن بھی خدا نے دکھایا
مصلے پہ جابر کو بیٹھے جو دیکھا

بصیرت نے پایا جو قبلہ نما کو
 کہا پیش کرتا ہوں خدمت میں حضرت
 زیاں مبارک سے پہرے بولے باقر
 کہا اک عنایت امام اہم ہو
 امامت نے اک ہاتھ آنکھوں پہ پھیرا
 زیارت ہوئی نائب مصطفیٰ کی
 کیا سجدہ فرزند خیر الورا کو
 درود نبوت سلام رسالت
 کہو حسرت دل کوئی ہو تو جابر
 زیارت کا مشتاق ہوں گر گرم ہو
 ہوئی چشم پر نور نصرت اندھیرا
 صحابی نے حضرت سے پھر التجا کی

نہیں ردشنی کی مجھے اب ضرورت

نہ دیکھو نگاہ کوئی میں اور صورت (صلوٰۃ)

(اللہ اللہ اس امام کا مقام کہ اس رسول نے سلام بھیجا جس پر
 خدا نے درود و سلام بھیجا) جابر انصاری علیہ السلام تھے امام محمد باقرؑ آپ کی
 عیادت کو تشریف لائے فرمایا جابر کیف حال کیا حال ہے۔ جابر بولے
 خدا کا شکر ہے۔ پیری کو جوانی پر۔ بیماری کو تندرستی پر۔ عسرت کو ثروت
 پر۔ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں امام نے فرمایا ینافی توکل ہے جابریوں کہو
 کہ اگر خدا کو بیماری پسند ہے تو ہمیں بھی بیماری پسند ہے اگر اس کو تندرستی
 پسند ہے تو ہمیں بھی تندرستی پسند ہے اگر عسرت میں رکھنا چاہتا ہے تو ہم عسرت
 میں خوش ہیں اگر ثروت دینا چاہتا ہے تو ہمیں بھی ثروت پسند ہے
 اگر موت دینا اس کو پسند ہے تو ہمیں بھی موت پسند ہے اور اگر

زندگی دینا چاہتا ہے تو ہم زندگی میں خوش ہیں۔ جابر انصاری نے امام کا کلام سنا اور اٹھ کر ہاتھ چوم لئے۔ اور کہا خدا کے رسول نے سچ فرمایا تھا کہ آپ باقر العلوم ہیں (حقائق کا انکشاف کرنے والے) امام باقر علیہ السلام کا سینہ علوم کا خزینہ تھا۔ زمانہ نے تھوڑی مہلت دی تھی کہ درس و تدریس کا ایک بے پایاں سلسلہ شروع ہو گیا۔ سیکڑوں اپنے اور غیر مکتب باقری سے فیضیاب ہوئے۔ امام زہری امام اوزاعی امام مالک امام ابو حنیفہ جیسے بزرگ آپ ہی کی درسگاہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے آپ کے سنی شاگردوں نے خدمت دین کے لئے امام کے اشارے سے بے شمار کتابیں لکھیں۔ کئی خدا داد قابلیت کا ہر اپنا اور غیر معترف تھا مشہور عالم ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ ص ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ حضرت نے معارف و حقائق۔ علم و حکمت کے وہ دریا بہائے جس سے سوائے دیوانہ کے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ایک مرتبہ امام مع اپنے فرزند امام جعفر صادق کے حج کو تشریف لے گئے تھے خلیفہ ہشام ابن عبد الملک بھی آیا ہوا تھا۔ حج کے موقع پر امام نے مجمع سے خطاب فرمایا۔ ہمیں حمد خدا شائے رسول کے بعد اہلبیت رسول کی علوئے شان کا تذکرہ بھی فرمایا۔ خلیفہ سنکر جل گیا اور شام پہونچکر امام اور فرزند امام دروزں کو دمشق طلب کر لیا جسوقت معصومین پہونچے دربار خلافت سجا ہوا تھا سیکڑوں اعیان مملکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ہشام سریر خلافت

پیر سرور شاہی میں جھوم رہا تھا۔ تیر اندازی کا کمال دکھایا جا رہا تھا۔ سیکڑوں
تیر انداز تیسر نشانہ ہر لگا رہے تھے۔ ہشام سوچا تو ہین امام کا اچھا موقع ہے کہنے
لگا آپ بھی نشانہ پرتیر لگائیں امام نے انکار نہ مایا۔ ادھر سے اصرار بڑھا
سمجھا کہ ان سے تیر اندازی نہیں آتی۔ جب اصرار حد سے بڑھا تو امام نے کمان
بانگی جیسے ترکش میں صرف نو تیر تھے۔ امام نے ایک تیر چپل میں لگایا جو
نشانہ کے نیچے میں پیوست ہو گیا اور نوکے نو تیر ایک ہی نشانہ اور ایک
ہی نقطہ پر لگائے۔ لوگ حیران رہ گئے ہر طرف سے احسنت اور مرعبا کا شور
بلند ہوا ہشام شرمندہ ہوا دونوں محصوروں کو اپنے قریب تخت پر جگہ دی اور
پوچھا کہ کیا آپ کے فرزند بھی فن تیر اندازی سے کچھ واقف ہیں امام نے فرمایا
خیر دوند عالم نے ہم اہلیت رسول کو تمام علوم اور کمالات سے آراستہ
کر کے خلق فرمایا ہے ہشام نے امام کی مقبولیت سے گھبرا کر مدینہ کی واپسی
کی اجازت دی امام نے مدینہ کا رخ کیا (مشتی سے ابھی کچھ فاصلہ پر پہنچے
تھے کہ صحرا میں ایک عجیب منظر آیا۔ تفحص حال پر معلوم ہوا کہ عیسائیوں کی ایک
بہت بڑی جماعت ایک بہت بڑے راہب کی زیارت کو جمع ہوئی ہے جو
سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اپنی خانقاہ سے نکل کر عوام کے مجمع میں بیٹھتا
ہے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ امام بھی اس مجمع میں بیٹھ گئے۔
اتنے میں راہب آیا۔ جو بہت ضعیف تھا۔ بھوس آنکھوں پر لٹک رہی تھیں

عیسائیوں نے بڑے احترام سے مسند پر بٹھایا۔ راہب نے بیٹھتے ہی امام پر منظر ڈالی اور یوں مخاطب ہوا۔ کیا آپ ہم ہی میں سے ہیں کہیں میں امت محمدیہ میں سے ہوں۔ کیا آپ عالم ہیں یا جاہل۔ نہیں میں جاہل نہیں ہوں۔ کیا آپ مجھے کچھ پہنچنا چاہتے ہیں۔ امام نے فرمایا نہیں۔ تو کیا میں آپ سے کوئی سوال کروں۔ فرمایا شوق سے۔ اچھا بتلائیے وہ کونسا وقت ہے جو دن ہے۔ نہ رات۔ فرمایا ختم شب سے طلوع آفتاب تک کا وقت وقت وہ ہے جو نہ دن ہے نہ رات۔ یہ جنت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے اسوقت بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ درد مندوں کے درد میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ جبکہ رات بھر نیند نہ آئی ہو اس کو نیند آجاتی ہے اور خدا کی طرف توجہ کرنا والوں کے لئے تو یہ مخصوص وقت ہے راہب نے کہا اچھا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنت میں لوگ کھائیں پیئیں گے مگر بول و براز نہیں کریں گے کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ نہ فرمایا۔ جنہیں بچہ ماں کے شکم میں کھاتا پیتا ہے مگر بول و براز نہیں کرتا۔ راہب نے کہا اچھا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت میں میوے کھانے سے کم نہ ہونگے کیا اس کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے۔ فرمایا ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلا لو اس کی لویں کمی نہیں ہوتی اچھا یہ فرمائیے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایک درخت ہے جو خانہ محمد میں

ہے اور اس کی شاخیں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں کیا اس کی بھی کوئی دنیا
میں مثال ہے فرمایا سورج کہ اسکی شعاعیں ہر گھر میں اور ہر جگہ موجود ہیں
اور اس درخت کی ایک شاخ میں ہوں جو اس جگہ اور ہر جگہ موجود ہوں۔
(صکلوۃ)

راہب نے کہا اچھا یہ بھی بتلائے کہ جنت کے دروازے کی
تالی چاندی کی ہے یا سونے کی فرمایا نہ چاندی کی ہے نہ سونے کی بلکہ جنت
کے تالے کی چابی زبان ہے جو وقت ذکر خدا میں متحرک ہوتی ہے جنت کا
دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر طرف سے تحسین اور آفرین کی صدائیں بلند ہوتیں
راہب نے کہا اچھا ایک سوال اور کرتا ہوں جو بڑا مشکل سوال ہے امام
نے فرمایا اگر اسکا جواب شافی مل گیا تو کیا میرے دین میں داخل ہو جائیگا
راہب نے کہا ہاں میں عہد کرتا ہوں۔ اچھا پوچھو۔ راہب نے کہا کہ
دوبھائی ایک روز پیدا ہوئے اور ایک روز ہی دونوں کا انتقال ہوا۔
مگر ایک کی عمر سٹو سال ہوئی اور دوسرے کی دو سو سال۔ کیا یہ ممکن ہے۔
فرمایا ہاں۔ وہ دوبھائی نبی تھے اور دونوں کا نام عزیز تھا جو توام پیدا
ہوئے جب دونوں کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو ایک بھائی کا ایک روز
ایسے قریب سے گذر ہوا جو نہایت سرسبز اور شاداب تھا اہل قریب اپنی
معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اور اب

صرف بوسیدہ ہڈیوں کے ان کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ عزیز نبی کو یہ دیکھ کر بڑی عبرت ہوئی ایک درخت سے کچھ پہل توڑ کر کھائے انگوروں کا شیرہ نکال کر ایک ظرف میں رکھ لیا۔ ایک گھنٹے سا یہ دار درخت کے سایہ میں لیٹ کر سوچا کہ اب روز قیامت یہ قوم جن کی ہڈیاں بھی خستہ و فرسودہ ہو چکیں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ یہ سوچ رہے تھے کہ بحکم خدا روح قبض کر لی گئی اور ستو سال کے بعد فرشتہ کو حکم ہوا کہ جادو ہمارے اس نبی کو زندہ کر دو اور اس سے پوچھو کہ تم کتنی دیر سوتے۔ روح قالب میں آئی۔ فرشتہ نے سوال کیا۔ عزیز کب سے سو رہے ہو۔ عزیز نے دیکھا کہ شیرہ انگور ظرف میں موجود ہے جب سویا تھا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا اب طلوع ہو رہا ہے۔ کہا ایک شب فرشتہ نے کہا نہیں ستو سال آؤ اگر یقین نہ آتا ہو تو اپنی سواری کے گدھے کو دیکھو کہ خستہ خراب کچھ ہڈیاں پڑی ہیں۔ فرشتہ نے بحکم خدا سواری کے گدھے کو پھر زندہ کر دیا عزیز کی زبان سے بے ساختہ نکلا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر اور سوار ہوا کہ گھر آئے۔ پچاس سال اور زندہ رہے اور پچاس سال کے بعد ہی روز دونوں بھائیوں نے انتقال کیا۔ ایک کی عمر اس وقت دوسو سال تھی اور دوسرے کی ایک ستو سال۔ راہب یہ جواب سن کر بے ہوش ہو کر گر گیا جب ہوش میں آیا تو امام کی طرف دوڑا اور قدموں میں گر کر

کہنے لگا کہ آپ کیا محمد خدا کے رسول ہیں۔ فرمایا محمد تو ہوں مگر فرزند محمد مصطفیٰ ہوں۔ راہب اور پورے مجمع نے اسلام قبول کیا (اصحاح) ایک روز عباد ابن کثیر بصری خدمت امام میں حاضر تھے عرض کی یا بن رسول اللہ مرد مومن کا حق حق تعالیٰ پر کیا ہے۔ امام خاموش رہے۔ عباد نے پھر سوال کیا امام ملتفت نہ ہوئے۔ اور پھر خاموش رہے عباد نے تیسری مرتبہ پھر سوال کیا۔ تو فرمایا مرد مومن کا حق حق تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر اس درخت سے کہے کہ میری طرف آ۔ تو درخت تعمیل حکم میں فوراً آجائے۔ عباد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت جسکی طرف امام نے اشارہ کیا تھا۔ چلا آ رہا ہے۔ یہاں تک کہ قریب آگیا تو امام نے فرمایا مینے آنے کا حکم تجھ کو کب دیا تھا مینے تو مثال کے طور پر کہا تھا جیسا اپنے مقام پر واپس ہو جا میں نے دیکھا کہ درخت پھر اپنے مقام پر واپس ہو گیا۔ (کشف الغمہ)

محمد وآل محمد کی پیروی تو بڑی چیز ہے میرے امام کے اگر ان تین فقرہوں پر دنیا عمل کر لے تو مومن کا مل بجائے۔ آپ نے اپنے فرزند صادق آل محمد سے فرمایا کہ خداوند عالم نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔ ۱۔ اپنی خوشی کو اپنی طاعت میں چھپایا ہے۔ پس تم اسکی طاعت سے کسی بات کو حقیر نہ جانو ہو سکتا ہے کہ جبکو

تم معمولی سمجھ کر ترک کر دو اسی میں اس کی خوشی پوشیدہ ہو گیا اور اپنے غضب کو معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے لہذا کسی بھی مصیبت کو معمولی سمجھ کر اس کے مرتکب نہ ہو کیا معلوم کہ کس معصیت میں اس کا غضب پوشیدہ ہے؟ اور اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے پس اس کے بندوں میں سے کسی کو حقارت سے نہ دیکھو شاید وہی خدا کا دوست ہو۔ کلامُ الامام امام الکلام - محمدؐ پر اختر درود و سلام

مَصَائِبُ

امام محمدؐ باقر علیہ السلام کیونکہ واقعہ کربلا میں موجود تھے گو سن شریف تین سال ہی کا تھی لیکن امام کسبن ہو یا سن امام ہر حالت میں امام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان چشم دید واقعات نے امام پر کیا اثر ڈالا ہوگا۔ دادا کے ساتھ باپ کی معیت میں امام محمدؐ باقر مدینہ سے چلے۔ امام حسینؑ نے نانا کی قبر اور مان کے مزار سے جدا ہو کر خدا کے گھر میں پناہ لی جب دیکھا کہ ظالم یہاں بھی پناہ نہ لیتے دینگے۔ کوفہ کی منزلیں طے کرتے کرتے کربلا پہنچے ساتویں محرم کو پانی بند ہوا تو اس تین سال کے امام نے بھی پیاس کی تکلیفیں برداشت کیں یہ خالق کی ایک منشاء کی تکمیل تھی کہ روز عاشورہ قربان گاہ شہادت میں نہیں لائے گئے۔ ورنہ جب شمشاہہ

مبیدان شہادت ہیں اگر تیرسہ پہلو کا نشانہ ہو سکتا تھا تو امام محمد باقر
تو تین سال کے تھے مگر سلسلہ امامت کا قائم رہنا بھی قیام عالم کے لئے
ضروری تھا اس لئے منظور الہی یہ تھا کہ امام محمد باقر کر بلا کے جہاد میں اس
طرح شریک ہوں جس طرح ان کے والد ماجد امام زین العابدین علیہ السلام
شریک ہوئے۔ اور یہ واقعی بڑا سخت جہاد تھا از اول تا آخر امام نے
مصائب دالام کے پہاڑ اپنی آنکھوں سے ٹوٹتے ہوئے دیکھے۔ عاشر
کے روز دن بھر لاشوں پر لاشے آتے ہوئے دیکھے۔ العطش العطش کی
آوازیں سنیں، بیسیوں اور بچوں میں کہام امام حسین کا وداع ہونا علی صفر
شیر خوار کا تھولے سے جا کر شہید ہونا الاقتل الحسین کر بلا کی آوازیں
سنیں۔ دادا کا سر نوک نیزہ پر بلند دیکھا۔ گھوڑے کا خالی زین درخیمہ پر
آٹا اور پھر خیمہ عصمت میں ایک قیامت کا برپا ہونا ان سب درد انگیز
مناظر کی تصویریں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ خیموں میں آگ لگی۔ سامان
لوٹا گیا۔ ماں دادی نان کے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔ باپ کو غش
میں پڑا دیکھا۔ شعلوں سے بچوں اور بیبیوں کو مضطرب دیکھا۔ انداز
لگا جیسے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ گیارہ محرم
کو ماں پھوپھی دادی اور نانی کو سر برہنہ من بستہ دیکھا اگر جناب
سکینہ کا بازو رسن سے بندھ سکتا ہے تو امام محمد باقر کا گلا بھی رسیان

ظلم سے ضرور باندھا گیا ہوگا۔ دربار یزید میں دیکھا ہوگا کہ آنغوش شفتت میں بٹھائیوالے دادا کا سر طشت یزید میں رکھا ہے باپ زنجیروں میں جکڑا ہوا سر کی طرف دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے ان مصائب و آلام کے دل پر وہ نقوش بیٹھے کہ عمر بھر برقرار رہے۔ مدینہ آکر پدر بزرگوار کو صرف دو کام کرتے ہوئے دیکھا۔

عبادت باری یا گریہ و زاری۔ باپ کے گلوٹے بریدہ کے تصور میں امام زین العابدین عمر بھر وہ خون کے آنسو روئے جن سے رخسار مبارک فگار ہو گئے، ظاہر ہے کہ امام محمد باقر کا بھی یہی مشغلہ رہا ہوگا ۳۸ برس کی عمر میں بعد شہادت پدر امامت کی ذمہ داریوں کا بار دوش امام محمد باقر پر آیا ہوا کچھ سازگار تھی دشمن خانہ جنگیوں میں گرفتار تھے۔ ذرا آزادی کا سانس لیا اور علم و حکمت کے دریا بہا دیتے مگر کربلا کے مناظر رہ رہ کر سامنے آتے تھے اور امام کو خون کے آنسو رلاتے تھے اب تک کربلا کے شہیدوں پر آنسو تو نہیں تھے مگر منرش عزانہ پچھا تھا۔ آپ نے مجالس سید الشہدا کی بنیاد ڈالی اکثر مجلس عزنا بر پا ہوتی امام اکشر کیت ابن زید اسعدی شاعر کو دعوت دیتے کہ وہ آکر مرثیہ پڑھے کمیت مرثیہ پڑھتے اور امام سبکی اتنا گریہ فرماتے کہ بے ہوش ہو جاتے آخر تمام

کے دربار میں دشمن خلیفہ ہشام نے، اذالچہ کوزہ کی بھوکوں سے
امامت کا یہ پانچواں چسراغ بھی گل کر دیا اور اپنے پدر بزرگوار کے
پہلو جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔



نسبِ اہم و ہوی صاحب کے تاریخ و
مرثیوں کا مجموعہ - قیمت

چشمِ عشق

مجموعہ تقاریر علامہ رشید برآنی، مولانا
سید محمد دہلوی اور حافظ کفایت حسین
مرحوم جن کی ترتیب تکمیل مولانا ڈاکٹر
قمر عباس زیدی صاحب نے بڑی محنت و کاوش کے بعد مومنین تک

گلزارِ خطابت

پہنچایا قیمت، روپے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام جعفر صادق علیہ السلام

فضائل

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ اِمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى فِي كِتَابِ الْمُبِينِ وَهُوَ اصْدَقُ الصَّادِقِينَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ —

لے ایمان والوں اللہ سے ڈرو۔ اور صادقین کے ساتھ بھجنا و آیت
میں قدرت ایمان والوں سے خطاب کر رہی ہے ان لوگوں سے جو صراطِ مستقیم
پر گامزن ہیں۔ کہ دیکھو ایمان کا راستہ کوئی معمولی راستہ نہیں طبری و شوار گزار
راہ ہے قدم قدم پر جھاڑ اور خار ہیں ایسا نہ ہو کہ ان ہی میں الجھ کر رہ جائو
اور منزلِ مقصود تک نہ پہنچ سکو۔ لہذا اتقوا اللہ اللہ سے ڈرو اور
تقویٰ اختیار کرو۔ دامن کو سکیڑے ہوئے کانٹوں سے بچتے ہوئے احتیاط
سے نکلے چلو اور دیکھو اسی راستہ پر راستہ بھٹکانے والے بھی تاک

لگائے بیٹھے ہیں آج سے نہیں روزِ اول سے۔ معمولی رہزن نہیں ایسا عبادت گزار جس نے عمر بھر عبادت میں گزار دی تھی مگر خلافت جاتے ہوئے دیکھ کر حصولِ خلافت کی آرزو میں خم ٹھوک کر معبودِ حقیقی کے سامنے اکھڑا ہوا کہ اگر خلافت مجھے نہیں دیتا تو میں عمر بھر اس راہ پر چلنے والوں کو بہکاؤں گا۔ مگر دیکھو اگر اس خطرہ سے بچنا چاہتے ہو تو راہِ ہدایت سے نہ بھٹکنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے۔ ہم نہیں بتلا رہے ہیں۔ اسکو یاد رکھنا۔ پھر اگر ای کا کوئی خطرہ ہی نہ رہیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ کولوا مع الصادقین۔ بچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس آیت میں خداوندِ عالم نے مومنین پر صادقین کا ساتھ واجب قرار دیا ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ مومنین اور صادقین اور صادقین اور ہیں اب اگر مومن صادقین کے دامن سے وابستہ نہیں تو وہ مومن ہی نہیں منسلک مقصود تک پہنچنے کے لئے صادقین کے دامن سے وابستگی ضروری ہو گئی ہے

چلے ہی جاتے گتے کچے کچائے کوثر تک ۶ رہا جو ساقی کوثر کا ہاتھ میں داماں اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ صادقین کون ہیں جن سے تمسک کا خداوندِ عالم حکم فرما رہا ہے۔ صادق ہر وہ شخص ہے جو سچ بول رہا ہو اور جس وقت وہی شخص جھوٹ بول رہا ہو تو کاذب ہے صداقت کے

درجات ہیں کوئی معمولی صادق کوئی اس سے بھی زیادہ صادق کوئی سب سے زیادہ صادق۔ یہاں جسکو خدا صادق کہہ رہا ہے وہ ایسا صادق ہونا چاہیے جس میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو اور ایسا صادق ہو کہ دشمن بھی اُسے صادق کہہ دیں۔ اور اس کے منتخب صادقین ایسے ہوں کہ اگر زبان سے دیوار کے لئے یہ لفظ نکل جائے کہ سونے کی ہو جائے تو سونے کی ہو جائے اگر صادقہ کی زبان سے یہ لفظ نکل جائے کہ کل تمہارا لباس خیاط لائیگا۔ تو فرشتہ خیاط بنکر آئے لباس لائے۔ اور تصدیق صداقت کر جائے لہذا معلوم ہوا کہ یہاں صادقین سے وہی صادقین مراد ہیں جنہیں شائبہ کذب نہ ہو اور ایسے صادق کو مذہب حقہ معصوم کہتا ہے اب اگر کسی شے میں نزاع یا اختلاف ہو ایک کہے کہ اسکا میں حقدار ہوں دوسرا کہے میں حقدار ہوں تو پھر فیصلہ صداقت اور عدم صداقت کا عصمت کرے گی۔ جو یہ کہتا ہوا نظر آئے کہ میں معصوم ہوں وہی صادق اور حقدار ہے۔ اور یہیں سے مسئلہ امامت بھی حل ہو جاتا ہے اسلئے کہ اگر ساری دنیا مل کر کسی ایسے صادق اور معصوم کا انتخاب کرنا چاہے جس سے کبھی کوئی نفرتش ہوتی ہی نہ ہو تو ناممکن اور محال ہے یہ فیصلہ عالم الغیب ہی کر سکتا ہے جو دلوں کا حال جانتا ہے کہ کون صادق ہے۔ اور کون کاذب یہی وجہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے کہ معصوم ہو اور

معصوم کے لئے ضروری ہے کہ منصوص من اللہ ہو۔ صہادتین کو اگر اور قریب سے دیکھنا ہو تو ذرا میدان مبالغہ میں آئے۔ قدرت کچھ لوگوں کو کلاہین پر لعنت کرنے بھیج رہی ہے۔ کس طرح۔ ہر جس سے پاک و پاکیزہ کر کے چادر قطہ ہیر کے سایہ میں صداقت و عصمت کی سند دیکر صہادتین کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ صہادتین کو دنیا نہ سمجھی مگر عیسائیوں نے پہچانا۔ پادری نے الزام ریالت دیکھ کر اپنی قوم سے کہا کہ میں صداقت کے وہ پیکر دیکھ رہا ہوں کہ اگر انہوں نے اپنی زبان صداقت سے بددعا کر دی تو عیسائی کا کیا ذکر ہماری بسنیوں کا ایک پرندہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ نبی اور امام وہ ہے جو ہدایت اور صداقت کا راستہ دکھا کر نجات کا ضامن بن جائے! اگر دنیا کسی اور ضامن نجات کو پیش کر سکتی ہے تو بیشک نام لے ہم متابعت کو تیار ہیں۔ جن صہادتین کا ہم ذکر کر رہے ہیں انکا بچہ بھی ایسا ضامن نجات تھا کہ ایک مرتبہ اس بچہ نے کسی کو غلام زادہ کہہ دیا تھا۔ بیٹے نے باپ سے جا کر شکایت کی باپ نے کہا جہاں ایک کاغذ پھلنظ لکھو الامین اس پر دانہ جنت کو عمر بھر پاس رکھوں گا اور عمر کے ختم ہونے پر قبر میں ساتھ لے جاؤں گا۔

بنالومرور و سردار دنیا جسکو چاہا ہے

مگر سردار جنت کا بنانے سے نہیں ہٹتا

ربیع الاول کی ۱۲ اور مبارک تاریخ تھی جنہیں صادق دامین

- ۱۔ سردارِ اولین و آخرین سید المرسلین عالم وجود میں آیا اسی تاریخ
- ۲۔ محمدؐ کے گھر میں صادق آل محمدؐ مصداق کو لواحق الصداقین بنکر خلیل
- ۳۔ کی دعا ساں صدق فی آخرین بنکر۔ گوہر تاج عارفین بنکر۔ کل شی
- ۴۔ احصینا ؑ فی امام المبین بنکر۔ سایہ رحمت للعالمین بنکر۔ صادق
- ۵۔ کا جانشین بنکر۔ منظر النوار رب العالمین بنکر اس طرح آیا کہ ہدایت
- ۶۔ ساتھ آئی ایمان میں جان آئی۔ صراط مستقیم صاف نظر آئی۔ صداقت کے
- ۷۔ چراغ جلے۔ شرک کے دل جلے آل رسول کے خون کی پیاسی حکومتیں
- ۸۔ کر ڈھیں بدل رہی تھیں۔ خون آشام تلواریں اپنے ہی گلوں پر چل رہی تھیں
- ۹۔ امامت نے وقت پایا۔ فریضہ امامت یاد آیا۔ تبلیغ کے دریا بہا دیے
- ۱۰۔ اسلامی دنیا سے گھنگان دین جوق جوق آئے۔ صادق آل محمدؐ کی درگاہ
- ۱۱۔ میں بیک وقت چار ہزار طالبان دین کا جمع ہو گیا درس و تدریس کا آفتاب
- ۱۲۔ چرکا۔ دین حق کے انوار گوشہ گوشہ میں پہونچے۔ سعید شاگردوں نے
- ۱۳۔ ایمار امام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ تفسیر و حدیث کی
- ۱۴۔ تدوین ہوئی تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اپنے ہی نہیں
- ۱۵۔ غیر بھی آتے اور مسائل مشککہ میں سکون قلب لیکر جاتے۔ امام مالک
- ۱۶۔ اور امام ابو حنیفہ جو امام محمد باقر علیہ السلام کی مکتب کے خوشہ چیں

میں تھے یہاں بھی آکر فیض یاب ہوتے۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ خدمت امام جعفر صادق میں پہنچے امام بڑی محبت سے پیش آئے اور فرمایا —
 نعمان۔ سنا ہے کہ تم دین خدا میں اپنے قیاس سے کام لیتے ہو۔ خدا کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھو آدم کے معاملہ میں جس نے قیاس سے کام لیا اس کا کیا حشر ہوا اچھا نعمان یہ تو بتلاؤ۔ کہ وہ کونسی عبارت ہے جسکو پڑھنا شروع کر دو تو کافر اور ختم کر دو تو مسلمان۔ امام ابو حنیفہ خاموش رہے فرمایا کلمہ کبھی نہیں پڑھا۔ دیکھو اگر۔ لا الہ الا اللہ پر رک جاؤ تو کافر اور اگر الا اللہ تک پہنچ جاؤ تو مسلمان اچھا یہ بتلاؤ کہ قتل کا گناہ بڑا ہے یا زنا کا۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قتل کافر فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ قتل میں دو گواہ کافی ہوتے ہیں اور زنا میں چار گواہ ضروری ہیں۔ امام ابو حنیفہ خاموش رہے امام نے فرمایا۔ کہ قتل میں ایک مجرم ہوتا ہے جبکہ واسطے دو گواہ کافی ہیں۔ زنا میں دو مجرم ہوتے ہیں ہر ایک کے واسطے دو دو گواہ ہونے چاہئیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو ایسا امام ملا جبکہ شاگردوں کو لوگ اپنا امام مانتے اور فخر کرتے ہیں۔
 مجھ کو قسمت پر مقدر پر بڑا ہی ناز ہے

حق نے وہ مولا دیا ہے جو مقدر ساز ہے

ساز انوار رسالت کا عجب انداز ہے

میں نے جس پردہ کو چھپیٹا ایک ہی آواز ہے

- یہ وہ ذوات قدسیہ ہیں جنکے ذکر کے واسطے آب کوثر سے دھلی ہوئی زبان ہو۔ دل منور ایمان ہو ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ولی ولی می شناسد
- خیال و فکر و خرد منہم کا یہ کام نہیں ؛ ولی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں
- امام کا کیا ذکر ان کے شاگردوں کا یہ عالم تھا کہ اکثر نے سنو سنو دو دو سو کتا ہیں تفسیر وحدیث کی تالیف و تصنیف کیں ایک کسین شاگرد کا حال سنئے انکا نام ہشام ابن حکم تھا ایک روز شاگردوں کا مجمع تھا۔ ہشام ابن حکم بھی جنکی عمر ۱۷ سال تھی بیٹھے ہوئے تھے۔ امام ہشام سے مخاطب ہوئے۔ اے ہشام فرقہ معتزلہ کے پیشوا عمر بن عبید سے جو مناظرہ تم سے ہوا وہ تو سناؤ۔ ہشام نے کہا حضور آپ کے سامنے ایسی باتیں سنائے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ فرمایا جب میں خود تم سے کہہ رہا ہوں تو تمہیں غدر نہ کرنا چاہیئے ہشام مطمئن ہوئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ عمر ابن عبید بصرہ کی مسجد میں منہم علم و تحقیق پر بیٹھے ہوئے مسئلہ امامت اور اصول و کلام میں اپنے بزرگوں کے عقائد کی اشاعت اور ترویج کرتے رہتے ہیں۔ تو میں نے بصرہ کا قصد کیا۔ جمعہ کے روز وہاں پہونچا مسجد جامع میں داخل ہوا تو دیکھا عمر ابن عبید سیاہ اون کا شملہ پہنے

ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت ان کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہے۔ لوگ اُن سے علمی مسائل دریافت کر رہے ہیں وہ سب کا جواب دیتے جاتے ہیں۔ میں صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور ان کے سامنے دوڑا تو بیٹھ گیا پھر اس طرح میرے اور ان کے بائیں ہونے لگیں۔ اے عالم میں ایک مسافر شخص ہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں بھی آپ سے کچھ پوچھوں۔ ہاں ہاں جو پوچھنا ہے دریافت کرو۔ میں نے سوال کیا کہ آپ یہ بتلائیں کہ آپ کے آنکھیں ہیں۔ عالم نے کہا اے منہ زندہ یہ کیسا مہمل سوال تم کرتے ہو۔ میں نے کہا میرا سوال تو یہی ہے آپ جواب دیں یا نہ دیں۔ عالم نے کہا اچھا پوچھو اگرچہ باتیں پاگل پن کی ہیں۔ میں نے پھر کہا آپ کی آنکھیں ہیں۔ ہاں میری آنکھیں ہیں۔ پھر آپ اُن سے کیا کام لیتے ہیں۔ میں آنکھوں سے تمام دنیا کی چیزیں دیکھتا ہوں آدمیوں کو اور رنگوں کو پہچانتا ہوں۔ پھر میں سوال کیا آپ کے ناک بھی ہے کہا ہاں ناک بھی ہے اچھا ناک سے آپ کیا کام لیتے ہیں۔ کہا خوشبو اور بدبو میں تمیز کرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے منہ بھی ہے۔ اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں اس سے میں غذا کھاتا ہوں۔ اچھا آپ کے دل بھی ہے عالم نے کہا ہاں دل بھی ہے۔ اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں کہا منہ کورہ بالا اعضاء آنکھ کان۔ ناک۔ منہ پر جو چیزیں وارد ہوتی ہیں انہیں اس دل

سے تمیز کرتا ہوں۔ کہ کون شخص دکھائی دیا۔ کس چیز کی آواز ہے۔ کیسے بو ہے خوش بو ہے یا بدبو۔ کیسا مزہ ہے خوش ذائقہ یا بد ذائقہ۔ جب اختلاف ہوتا ہے تو یہ دل انکشاف حقیقت میں مدد کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا دوسرے اعضاء دل سے بے نیاز نہیں بلکہ اس کے محتاج ہیں۔ کہا بیشک بے نیاز نہیں ہیں۔ میں نے کہا کیوں بے نیاز نہیں حالانکہ ہر ایک میں قوتِ ادراک ہے اور عضوِ صحیح و سالم ہے۔ عالم نے کہا اے فرزندِ جوچیئریں دیکھتا سو گھٹتا سنتا اور چمکتا ہوں اسی میں جب مجھے کوئی شک ہوتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے وہ شک زائل اور یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا تو خدا نے دل کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ جب باقی اعضاء میں شک پیدا ہو تو وہ زائل ہوتا رہے۔ اور صحیح اور غلط کی تمیز ہوتی رہے۔ عالم۔ ہاں ہاں بس یہی بات ہے۔

آخر میں میں نے کہا آپ کی تقریر سے ثابت ہوا کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کسی آدمی کے اعضاء کو بغیر دل کے نہیں چھوڑا جو ان اعضاء کے شک و یقین۔ غلط اور صحیح میں تمیز کرتا ہے۔ یعنی جسم میں جب تک ہمارے دل نہیں شک ہی شک ہے اور یقین کامل نہیں تو پھر یہ فرماتے کہ ایک پھولے جسم اور چند اعضاء کو تو خدا نے بغیر دل کے نہیں چھوڑا اور اتنے بڑے عالم اور لوگوں کو بغیر امام کے چھوڑ دیا اور کوئی

امام دل کی طرح اپنی طرف سے مقرر نہیں کیا۔ اور ان کو یونہی چھوڑ دیا کہ ضلالت اور گمراہی اور شک میں بھٹکتے پھیریں اور اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کو اختیار دیا کہ جسکو چاہیں اپنا امام بنالیں تو ہمارے اعضاء کو یہ اختیار کیوں نہ دیا کہ جسکو چاہیں اپنا رہبر بنالیں دل کو کیوں امام بنایا۔ آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ خدا پر واجب ہے کہ وہ بندوں کے لئے خود امام بنائے۔ عمر بن عبید یہ سنکر جبران ہو گئے۔ مجھ سے کہا تمہارا نام ہشام ابن حکم ہے بتلاؤ کہاں کے رہنے والے ہو میں نے کہا کوفہ کا اٹھکر مجھ سے لیٹ گئے اور اپنے پاس بٹھایا۔ امام جعفر صادق یہ باتیں سنکر ہنس پڑے فرمایا ہشام یہ باتیں تم نے کس سے سنی تھیں کہا خود بخود خدا نے مجھے ایسی باتیں کہلوادیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف کا ہے (مجالس المؤمنین ص ۱۲۵) آج ایک ایسے امام کا ذکر ہو رہا ہے۔

جو احیائے علوم الہیہ کا ضامن ہے۔

صورت مذہب حقہ کی بقا کا ضامن ؛ جلوتہ رنگ حقیقت دہ نصویر نماز
چند لجنہ کی فراغت کی اشاعت اللہ ؛ کار تبلیغ و اشاعت پہ شریعت کو پہناز
رنگیں جنکے تصدق سے نمازیں اختر ؛ ذکر بھی انکا لگا ہونمیں ہماری پہ نماز
تخت و تاج دنیا پر ناز کرنے والوں کو جب کوئی مشکل پیش

آتی تھی تو آستانہ آل محمدؐ یاد آتا تھا۔ عبدالملک کے دربار میں علماء کا جگمگا تھا۔ مختلف الخیال اور مختلف الاعتقاد مسلمانوں کا مناظرہ تھا علماء نے جب ہتیار ڈال دیئے تو خاندان رسولؐ یاد آیا امام محمدؐ ربا قر علیہ السلام کو بلوایا گیا۔ امام نے خود جانے کے بجائے اپنے فرزند صادق آل محمدؐ کو بھیج دیا۔ لوگوں نے کہا ہم بچہ سے کیا مناظرہ کریں۔ عبدالملک نے خاندان رسولؐ کی تذلیل کا اچھا موقع دیکھا۔ مناظرہ شروع کر دیا۔ ایک قدریہ نے جب کا یہ ایمان تھا کہ ہر چیز کا بندہ ہی کو اختیار دیا گیا ہے اور اپنے کاموں میں خدا سے مدد چاہنی بیکار اور بے وجہ امام سے استدلال چاہا۔ امام نے فرمایا سورۃ الحمد پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب ایک نستعین تک پہنچا تو حضرت نے فرمایا ٹھہر جاؤ۔ تم کو خدا سے مدد چاہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ تمہارے اعتقاد کے مطابق جب ہر چیز تمہارے ہی اختیار میں ہے۔ قدریہ مبہوت ہو گیا۔ ایک جبریہ سے بھی جو اس کا قائل تھا کہ ہر کام خدا ہی کے اختیار میں ہے جس میں کوئی رد و بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ امام نے یہی فرمایا کہ سورۃ الحمد پڑھو جب وہ بھی ایک نستعین تک آیا تو آپؐ نے فرمایا ٹھہر جاؤ جب ہر کام خدا ہی کے اختیار میں ہے اور کوئی اس میں رد و بدل ہو ہی نہیں

سکتا تو پھر مدد کس کام میں اور کیوں چاہتے ہو وہ بھی خاموش ہو گیا۔ پھر ایک شخص نے بوجھا بچایا فرمائی کہ انسان مجبور ہے یا مختار آپ نے فرمایا کھڑے رہنا تو کھڑا ہو گیا فرمایا ایک پیر زمین سے بلند کر لو فرمایا دوسرا بھی اٹھا لو اب وہ پریشان ہوا کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں۔ فرمایا پھر کچھ چیزیں تمہارے اختیار میں ہیں کچھ چیزیں تمہارے اختیار میں نہیں ہیں (ابو شاکر دلیلی جو اس زمانہ کا سب سے بڑا دہریہ اور لامذہب تھا امام کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ تمہارا خدا ہر بات پر قادر ہے آپ نے فرمایا بیشک وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے تو کیا یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ پوری دنیا کو ایک انڈے میں سودے اور نہ اٹھا بڑھنے پائے اور نہ دنیا سکڑ کر چھوٹی ہو۔ فرمایا بیشک خدا قادر مطلق ہے اس کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ آنکھ کی پتلی جو مقدار میں مسور کے دانہ سے زیادہ نہ ہوگی باوجود اس کے آسمان جنگل پہاڑ مشہر و دریا وغیرہ سب پر جو انکے سامنے پڑتے ہیں محیط ہو جاتی ہے بس جو ایک مسور کے دانہ میں سارا عالم سمو دیتا ہے وہ اتنے بڑے انڈے میں نہیں سمو سکتا یہی ابوشاکر دہریہ پھر امام کی خدمت میں اکثر اور سوالات کرتا ایک روز کہنے لگا مجھے معبود برحق کی طرف راستہ دکھائے۔ فرمایا ذرا صبر کرو۔ اتنے میں ایک لڑکا ہاتھ میں مور کا انڈا لئے اس طرف سے گذرا حضرت نے

اس لڑکے سے انڈا لیکر دلیہانی سے فرمایا دیکھو یہ ایک مستحکم اور سیٹھوں
 قلعہ ہے اس میں کوئی سوراخ اور راہ نہیں ہے اس کے اوپر ایک سخت
 جلد اور اس کے اندر ایک باریک اور نرم جھلی ہے اور دونوں کے نیچے
 سفیدی اور زردی چاندی اور سونے کی طرح رقیق اور بہتی ہوئی ہیں اور
 پھر بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں نہ سفیدی زردی میں مخلوط ہوتی
 ہے نہ زردی سفیدی میں یہ دونوں چیزیں اسی طرح الگ الگ رہتی ہیں نہ
 کوئی درست کرینو الا کارگر اس کے اندر جاتا ہے نہ کوئی بگاڑنے والا باہر
 آتا ہے پہلے سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے نہ پیرا ہو گا یا مادہ
 کچھ دنوں کے بعد دفعتاً یہ شق ہوتا ہے اور ایک طائر خوشنما طائوس
 کے رنگ کا اس سے نکل آتا ہے بنلاؤ تو کیا تمہاری عقل ہمیں مانتی
 ہے کہ یہ سب صنعتیں بغیر کسی علیم و خبیر صانع کے آپ سے آپ ہو رہی
 ہیں دلیہانی نے یہ سنکر سر جھکا لیا اور کچھ دیر غور کرنے کے بعد بول اٹھا کہ
 میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ ہی خالق کائنات ہے اور محمد اس کے
 رسول اور آپ حجت خدا نائب رسول ہیں۔ محمد ابن طلحہ شافعی اپنی
 کتاب مطالب السؤل میں لکھتے ہیں امام جعفر صادق سادات کے عظیم
 ترین فرد زبور علم سے آراستہ اور پیراستہ تھے۔ معنی قرآن کے سرچشمہ
 حکمت کے بحر خوار۔ اور علمی اور روحانی عجائب اور کمالات کے مرکز تھے۔

۱۲۵

آپ کے اقوال کی صداقت دلیل ہے کہ جس نے آپ کی پیروی کی وہ ضرور داخل جنت ہوگا۔ آپ انتہائی مہمان نواز تھے مہمانوں کے واسطے لذیذ غذاؤں کا دسترخوان ہر وقت کشادہ رہتا ایک روز ایک شخص بول اٹھا کہ اس وقت تو ہم لذیذ کھانے کھا رہے ہیں لیکن روز قیامت ان کا حساب دنیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اس بات سے بزرگ اور بالاتر ہے کہ وہ قیامت میں ہمارے کہاؤں کا محاسبہ کرے وہ شخص بولا خدا ہی نے تو قرآن میں کہا ہے۔ وَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝ کہ لوگوں سے قیامت کے دن نعمتوں کی باز پرس کی جائے گی۔ امام نے فرمایا اس آیت میں نعمت سے مراد کھانے نہیں بلکہ نعمت سے مطلب ہم اہلبیت کی محبت اور موت ہے۔ قیامت کے دن ہماری محبت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

فقط ہے روز سوال محبت حیدر ۛو یہ نا سمجھ جسے روز حساب کہتے ہیں

مَصَائِبِ

امام جعفر صادق کے زمانہ میں عرار سید الشہدائے کافی عروج پایا یوں تو عرارے سید الشہداء کا سلسلہ امام زین العابدینؑ نے دمشق ہی میں شروع کر دیا تھا مدینہ کی روانگی سے قبل دمشق میں ایک مکان خالی کرایا گیا۔ جمیں سید الشہداء کا بیٹا ذکر ہوتا اور اہل حرم سامعین کس طرح ڈاکری کرتے

اور کیا بیان فرماتے ہونگے کچھ سمجھ میں نہیں آتا واقعات و مصائب
توسب ہی کے پیش نظر تھے ان کو کیا سنا تھا۔ ہاں واعبدالہ واعلیا۔
واسید اکی آوازیں بلند ہوتی ہونگی۔ کبھی درگاہ منتقم حقیقی میں فریاد ہوتی ہوگی
کہ تو ہی خون حسین کا انتقام لینے والا ہے کبھی قبر رسول سے خطاب ہوتا ہوگا۔
کہ اے اللہ کے حبیب آپ کا پیارا لڑکا تین روز کا بھوکا پیاسہ ذبح کر دیا
گیا۔ کبھی دادا مشکل کشا کو آوازیں دیتے ہونگے کہ مدد کو آئیے آپ کی بیٹیاں
قید ہو کر شام میں پریشان حال ہیں کبھی حسین کی چکیاں پسیر پانے
والی ماں کو پکارا جاتا ہوگا کہ آپ کا لالہ لوں کا پالا خاک کر بلا پر لے گور کفن
پڑا ہے۔ امام محمد باقر نے مدینہ میں باقاعدہ عزائم حسین کی ابتدا کی
مگر خود اپنی زبان سے واقعات کر بلا کے بیان کی تاب نہ لا سکتے تھے۔
کمیت اسدی کو اکثر دعوت دیتے وہ اگر مرثیہ پڑھتے جسکو سکر امام محمد باقر
بے ہوش ہو جاتے امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں مجالس کا خاص
اہتمام ہوا صادق آل محمد خود کرسید الشہد اکرتے اصحاب اور شاگردوں کا کثیر
جمع ہوتا امام بھی روتے جمع بھی زار و قطار رو رہا تھا ایک صحابی ممبر کے قریب
میٹھے ہوئے تھے رخساروں پر آنسوؤں کا دریا بہ رہا تھا امام ان سے مخاطب
ہوئے اور فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مصائب سید الشہداسن رہے ہو اور
رتے نہیں جا رہی نے گردن اٹھائی اور عرض کی ہولایہ کیسے ممکن ہے کہ

سید الشہدائے مصائب کا ذکر ہوا اور غلام نہ روئیں۔ فرمایا اس طرح
مت روؤ۔ ایسے روؤ جو طرح میری دادی فاطمہ چنیں مگر روئی تمہیں
بالآخر دشمن دین منصور خلیفہ نے ۱۵ / رجب کو عامل مدینہ کے ذریعہ امام
کو زہر سے شہید کر دیا جنت البقیع میں دفن کیا گیا ہے

دنیا نے بہت چاہا مٹا دیں اسلام ؛ بھیجا کیا حق اپنے اماموں پہ امام
آکے ہر ایک دور میں جانیں دیدیں ؛ ہونے نہ دیا خستم الہی پیغام

الافقہ اللہ علی قوم الظالمین ؕ



<p>فخر الحقین سید حسین صاحب رضوی۔ عقدا م کلثوم کے متعلق غلط روایات</p>	<p>کشف مفہوم یعنی حقیقت عقدا م کلثوم</p> <p>کامل جواب دیا گیا ہو اور اصل حقیقت آشکار کی گئی ہو قیمت بہ روپے۔</p>
--	---

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وآله الطيبين
الطاهرين اما بعد فقد قال الله تبارك وتعالى في كتاب المبين
وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اُمَّةً يَهْدُونَ بِاَمْرِنَا قُلُوبًا بَلَّغْنَا رِيسَالَنَا لَوْ تَوَدُّونَ ۝ ۵

ارشاد رب العزت ہے کہ ہم نے ان میں سے امام بنائے جنہوں نے
مصائب پر صبر کیا اور ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا
دل سے یقین رکھتے تھے مختصر سی آیت نے چار چیزیں پر روشنی ڈالی
ہے۔ سب سے پہلے۔ وَجَعَلْنَا۔ ہے یعنی ہم نے قرار دیا۔ جہاں خلافت
اور امامت کا ذکر ہوا ہے قدرت نے مقرر سی کی نسبت اپنی ہی طرف
دی ہے۔ سب سے پہلی خلافت کو یاد کیجئے۔ وہاں بھی یہی کہا گیا۔ اِنِّیْ
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ اعتراف ہر دور میں ہوئے۔ وہاں بھی ہوا مگر یہ
کہکر اعتراف کو ٹھکرا دیا جو کچھ ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ یعنی خلافت
اور امامت کے لئے عصمت شرط ہے اور کون معصوم ہے اسکو ہمارے

سوا کوئی نہیں جانتا معلوم ہوا اعتراض کرنے والا معصوم نہ تھا ورنہ اعتراض ہی نہ کرتا اور خدا کے حکم کو تسلیم کر لیتا۔ دوسری چیز آیت میں یکھدن یا مژنا ہے کہ وہ ائمہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں نہیں زبان ان کی ہوتی ہے اور حکم ہمارا لا ینطق عن الہدوا۔ تیسری چیز لَنَّا صَبَوُ۔ ہے یعنی صبر کرتے ہیں۔ راہ ہدایت میں جب مصائب کی آندھیاں چلتی ہیں تو وہ ثابت قدم رہتے ہیں۔ چیختے چلاتے نہیں۔ جو کھنچی چیز و کالُوا بِأَيَّتِنَا لَوْ تَفُونَ ہے کہ ان کو ہماری آیات پر کامل یقین ہے جو ان کو ثابت قدم بنائے ہوئے ہیں۔ امام کے لئے ان چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے منصوص من اللہ ہونا۔ حکم خدا سے ہدایت کرنا۔ مصائب میں صبر کرنا اور آیات الہیہ پر ا یقین ہونا۔ معلوم ہوا کہ ان ائمہ کی ہدایت کا وہ طریقہ ہوگا جیسا اس کی طرف سے حکم ہوگا۔ اگر ہدایت خلق کیلئے جہاد بالسیف ضروری ہے اور اس کا حکم ہے تو جہاد بالسیف ہوگا اگر جہاد باللسان کا حکم ہے تو تبلیغ باللسان ہوگی اگر ان دونوں کا حکم نہیں ہے اور ماحول بدلا ہوا ہے تو جہاد بالصبر ہوگا جس کا آیت میں خصوصیت سے ذکر ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جہاد بالصبر سب سے مشکل اور سب سے بڑا جہاد ہے اسمیں بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے تمام انبیاء اور اوصیاء

یہی جہاد کرتے چلے آئے اور قدرت نے اسی صبر کو ذریعہ امتحان قرار دیا۔ جسکا امتحان ہوا صبر ایک ہی پرچہ صبر میں ہوا سوال یہ ہے کہ جب خداوند عالم علیم و جمیر ہے تو یہ جلتے ہوئے کہ کون کتنے پانی میں ہے ان امتحانات کی کیا ضرورت تھی بات یہ ہے کہ نہ قدرت کو خود اطمینان حاصل کرنا تھا نہ ان ہستیوں کا امتحان لینا تھا بلکہ ان کی منزلت ان کا انتقام انکا یقین دنیا والوں کو دکھانا تھا کہ دیکھو یہ ہمارے سچے پیغمبر ہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مصائب کے طوفانوں میں گھرے مگر میدان چھوڑ کر کوئی نہیں بھاگا۔ دشمنان خدا کے مظالم سے گھبرا کر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں معاف کرو اب ہم لا اللہ الا اللہ نہیں کہیں گے اگر ظالموں کا مطالبہ ہوا تو یہ کہا کہ اگر ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دو تو محمد لا الہ الا اللہ کہنے سے باز نہیں آئیگا۔ نوح کا امتحان اسی صبر کے پرچہ میں ہوا۔ ابراہیم اسی امتحان گاہ میں بیٹھے۔ ایوب نے اسی میں سند حاصل کی۔ یعقوب کی آزمائش اسی میں ہوئی۔ موسیٰ اور عیسیٰ سب ہی صبر کی کسوٹی پر پرکھے گئے۔ یہ اور بات ہے کہ نوح نے بارگاہ الہی میں نوحہ کیا تو گشتی آگئی۔ ایوب مصائب سے گھبرا جے تو پھر اتنی ہی اولاد دیدی۔ یعقوب کو دیکھا کہ روتے روتے مینائی حالتی رہی تو بیٹے کو بادشاہ بنا دیا۔ موسیٰ فرعون کے مظالم

سے تنگ آئے تو عصا ہاتھ میں دیکر کہا موسیٰ لڑو مگر موسیٰ نے
 جبین بندگی فرعون کے سامنے نہ جھکائی۔ عیسیٰ صبر کا امتحان دیتے
 ہوئے دار تک پہنچ گئے طالب امداد ہوئے۔ سولی سے اٹھا لیا۔ ابراہیم
 کا بڑا سخت امتحان تھا۔ بیٹے کے گلے پر چھری پھیرنی تھی۔ خلیل کو
 آمادہ دیکھ کر صبر کی دادری گئی مگر آنکھوں پر پٹی دیکھ کر ذنب بھجھ دیا۔
 سید الانبیاء نے ایک صابر کو پچپن سے اس امتحان کے لئے تیار
 کیا تھا جب وہ امتحان میں آیا تو اس کے صبر کو دیکھ کر صابروں کا خالق
 بھی حیران رہ گیا بار بار پیغام بھیجے حسین زبان سے کہو کیا مدد چاہتے
 ہو حسین نے کہا میرے مالک میں تیرے آخری رسول کا نواسہ ہوں۔ یہ
 صبر کا آخری پرچہ ہے۔ کسی کی امداد سے پرہیز نہیں کروں گا۔ ہاں
 تیری امداد کی ضرورت ہر حال میں ہے ناور وہ امداد صرف یہ چاہتا ہوں
 کہ تو حسین کو آج وہ صبر عطا کر جو اب تک کسی نبی کو نہ دیا ہو۔ صفر کی
 سات تاریخ تھی کہ سید الصابریں کے گھر میں ساتواں صابر آیا۔ باب
 مدینۃ العلم کے گھر میں باب قضاء الحوائج آیا صادق آل محمد نے
 ساتویں صادق کے کان میں اذان کہی اور ساتویں طبق روشن ہو گئے
 عبادت نے سجدہ شکر ادا کیا۔ شکر نے ہاتھ اٹھا کر دعا سے
 صبر دی۔ علم نے کہا عالم آیا۔ غصہ نے کہا کاظم آیا ہدایت تعظیم کو بڑھی

صبر نے آئینہ اللہ مع الصابین پڑھی نخل صداقت میں ثمر آیا
 صادق آل محمد کے گھر میں صابرا آل محمد آیا ولادت نے کہا طہارت آئی
 اور طہارت نے کہا عصمت آئی۔ فرائض امامت کے حامل انسان
 کامل کے نور سے پھر دنیا روشن ہوئی۔ پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں
 علم کا دریا بہتا ہوا دیکھا تھا۔ صادق آل محمد کے آئینہ سے صداقت کے
 جوہر سکھتے تھے۔ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السؤل ص ۳۸ اور
 علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ ص ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم اپنے
 والد کے صحیح وارث۔ امام اور فقیہہ کامل تھے۔ عبادت اور کرامت میں
 مشہور تھے۔ رکوع اور سجود میں راتیں گزارتے اور دن روزوں میں
 بہت سے حج یا پیادہ کئے۔ امام کے بچپن کا واقعہ امام ابو حنیفہ بیان
 کرتے ہیں کہ ایک روز چند مسائل دریافت کرنے کی عرض تھے ہیں امام
 جعفر صادق کے عصمت کدہ پر حاضر ہوا معلوم ہوا امام آکرام فرما رہے ہیں
 انتظار میں بیٹھ گیا۔ کہ اتنے میں امام کے صاحبزادے موسیٰ کاظم جنکی
 عمر ابھی پانچ چھ سال کی تھی باہر تشریف لاتے میں نے انہیں سلام
 کیا اور کہا فرزند رسول انسان کے افعال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے
 آیا انکا فاعل انسان ہے یا خدا۔ امام موسیٰ کاظم نے سنا اور آپ دو راتوں
 کو بیٹھ گئے اور فرمایا ابو حنیفہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ یاد رکھیے کہ لوگو! اور

اس پر عمل بھی کرنا۔ دیکھو بندوں کے اعمال تین صورتوں سے خالی نہیں۔
 ۱۔ یا ان کو خدا کرتا ہے اور بندے بالکل مجبور ہیں ۲۔ یا خدا اور بندے
 دونوں ملکر کرتے ہیں ۳۔ یا صرف بندے کرتے ہیں اور خدا ان افعال میں
 بندوں کا بالکل شریک نہیں۔ اچھا اگر پہلی صورت مان لی جائے۔ یعنی
 افعال کا فاعل صرف خدا ہے تو یہ کیسا خدا ہے کہ باوجود عادل ہونے
 کے اپنے بندوں کو ان اعمال کی سزا دے گا جنکو انہوں نے نہیں کیا
 بلکہ خود خدا نے کیا ہے اور اگر دوسری صورت ہے تب بھی یہ کیسا
 خدا ہے کہ افعال میں خدا اور بندے دونوں شریک ہیں اور سزا
 صرف بندوں کو دی جائے گی۔ حالانکہ وہ خود بھی شریک ہے۔ معلوم
 ہوا کہ یہ دونوں صورتیں محال ہیں اب تیسری صورت کے علاوہ کوئی صورت
 باقی نہیں رہی اور وہ یہ کہ بندے خود اپنے افعال کے فاعل ہیں۔
 بحار الانوار جلد ۱۰ ایک روز امام ابوحنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام
 سے کہا کہ میں نے آپ کے صاحبزادے کو دیکھا کہ لوگ ان کے آگے
 سے گزر رہے ہیں اور وہ نماز پڑھ رہے ہیں حضرت نے صاحبزادے کو بلایا
 دیکھو ابوحنیفہ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابوحنیفہ میں جس کی
 نماز پڑھتا ہوں وہ مجھے بہ نسبت ان لوگوں کے جو میرے آگے سے گزر
 رہے تھے بہت زیادہ قریب ہے۔ وہ خود فرما تلبے نحن اقرب من

حبیب الوردیہ - امام نے فرزند کا منہ چوم لیا (صلوۃ) کشف الغمہ
 میں ابو بھیر سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز امام موسیٰ کاظم سے سوال
 کیا کہ مولا امام کی کیا پہچان ہے۔ فرمایا بہت سی نشانیاں ہیں۔ امام وہ
 ہے جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ ہر زبان سے
 واقف ہو۔ آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔ چنانچہ میں نے ایک روز سنا کہ امام
 ایک شخص سے باتیں کر رہے ہیں اور بالکل جانوروں کی سی زبان میں
 جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا مولا یہ کونسی زبان تھی جو بالکل سمجھ
 میں نہیں آتی۔ فرمایا یہ شخص چین کا رہنے والا تھا۔ ایک روز ہارون رشید
 طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا بڑا اہتمام تھا لوگ ہٹا دیے گئے تھے
 کہ ایک عرب آیا اور ہارون رشید کے آگے آگے طواف میں مشغول ہو گیا
 ہارون بگڑا اور بعد طواف عرب کو بلا کر کہا تم شاہوں کے آداب و احترام
 سے واقف نہیں عرب نے کہا یہاں شاہ و گداسب ایک ہیں۔ کہا طرے
 حاضر جواب ہوا چھا میں ایک سوال کرتا ہوں کیا جواب دو گے عرب نے
 نے کہا جو چاہیے پوچھ۔ اچھا یہ بتلاؤ واجبات شرعیہ کتنے ہیں عرب
 نے کہا۔ ایک۔ پانچ۔ سترہ چونتیس۔ چورائیس ایک سو تریس۔ پھر بارہ
 میں ایک۔ چالیس میں ایک۔ دوسو میں پانچ۔ تمام عمر میں ایک۔ اور
 ایک کے عوض ایک۔ ہارون ہنسا اور کہا بادشاہوں سے مذاق کرتے ہو

اگر میرے سوال کا جواب نہ دیا گیا تو صفا اور مروی کے درمیان قتل
 کروں گا۔ ہارون کے ایک صاحب نے کہا بادشاہ یہ خانہ خدا ہے
 یہاں اس عرب کے قتل کا ارادہ نہ کر۔ عرب ہنسنا ہارون نے کہا کیوں
 ہنستے ہو۔ عرب نے کہا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم دونوں میں زیادہ
 بے وقوف کون ہے۔ آیا وہ جو کسی کی نہ آنے والی موت کو بلانا چاہتا ہے
 یا وہ جو کسی کی آئی ہوئی موت کو ٹالنا چاہتا ہے۔ ہارون نے کہا جو اعداد
 تم نے بتلائے ہیں ان کا کیا مطلب ہے۔ اچھا سنو میں نے جو کہا۔ واجب
 ایک ہے اس سے مراد دین اسلام۔ پانچ سے نماز پنجگانہ۔ سترہ سے سترہ
 رکعتیں چونتیس سے ہر رکعت کے دو دو سجدے۔ چورانوے سے تکبیریں
 ایک سو تریسٹین سے تسبیحات۔ بارہ میں ایک سے بارہ مہینوں میں سے
 رمضان کا ایک مہینہ۔ چالیس میں ایک سے چالیس دیناروں میں سے
 ایک دینار۔ دو سو میں پانچ سے پانچ درہم زکوٰۃ۔ عمر بھر میں ایک سے
 مراد ایک حج۔ ایک کے عوض ایک سے مطلب قصاص۔ ہارون حیران رہ
 گیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے۔ آپ کے منصب
 امامت پر فائز ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ کے بڑے بھائی عبداللہ
 نے دعوے کیا کہ میں امام ہوں آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ صحن خانہ
 میں لکڑیاں جمع کریں جب لکڑیاں کافی جمع ہو گئیں تو فرمایا اس میں

آگ لگا دو جب جل کر انگارے ہو گئے تو امام ان پر جا بیٹھے اور مصروف و غلط ہو گئے۔ ایک شخص سے کہا کہ بڑے سبائی عبد اللہ کو بلا لاؤ وہ آئے تو آپ نے کہا اگر آپ امامت کے اہل ہیں تو بسم اللہ میری جگہ آ بیٹھے۔ اور یہ کہہ کر اتر آئے۔ عبد اللہ کو سخت شرمندگی ہوئی اور خاموش ایسے واپس ہوئے کہ پھر گھر سے نہ نکلے۔ یوں تو ہر حکومت اپنے اپنے دور میں خاندان نبوت کی جانی دشمن اس لئے رہی کہ جانتے تھے وارث خلافت درحقیقت یہی لوگ ہیں ان کو اتنا موقع ہی نہ دیا جائے کہ ہمارے لئے خطرہ کا باعث ہو جائے۔ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ ہزاروں کو صرف اس لئے قتل کر دیا گیا کہ ان کے دل میں محبت اہل بیت ہے مگر ہارون سب سے زیادہ دشمن اہل بیت تھا۔ ہارون کے ایک وزیر علی ابن یقطين کو جو در پردہ محب اہل بیت تھا خلیفہ کی طرف سے ایک خلعت فاخرہ انعام میں ملا ابن یقطين نے وہ خلعت اور اور کچھ رقم اپنے غلام کے ہاتھ خدمت امام میں بھجوا دی امام نے دونوں چیزیں رکھ کر غلام کو زحمت کیا۔ رقم غلام میں تقسیم کر دی اور خلعت اپنے ایک معتبر آدمی کے ہاتھ یہ کہہ کر اسکو بحفاظت اپنے پاس رکھ دیا پس کر دی اور یہ تاکید کر دی کہ آج سے تم نماز کے واسطے اہلسنت کے طریقہ پر وضو کیا کرو۔ ابن یقطين نے خلعت لیلیٰ اور سوچا کہ غلط وضو کا کیوں

حکم دیا ہے مگر حکم امام تھا تعمیل میں وضو بدل دیا کچھ دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے غلام سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور غلام کو نکال دیا۔ غلام نے جہاں کارون سے شکایت کر دی کہ یہ وزیر امام موسیٰ کاظم کو اپنا آقا مانتا ہے۔ اور وہ خلعت جو آپ نے دی تھی وہ بھی میرے ہاتھ ان کی خدمت میں بھیج دی۔ بادشاہ برا فرودختہ ہوا اور وزیر کو بلا کر کہا وہ خلعت کہاں ہے ابن یقطین نے کہا وہ عطیہ بادشاہی ہے جو تبرک کے طور پر میں نے ایک صندوق میں محفوظ رکھا ہے۔ کہا منگواؤ۔ صندوق منگوا یا گیا۔ بادشاہ نے خلعت دیکھ کر حکم دیا کہ غلام کے سوتازیاں مارے جائیں۔ ابھی پچاس ہی تازیاں لگے تھے کہ بے ہوش ہو کر فی النار ہو گیا۔ کچھ ہی روز بعد ایک وزیر نے بھی یہی شکایت کی کہ ابن یقطین اور امام سے روالط ہیں اور یہ رافضی ہے۔ طے یہ پایا کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ وضو کیسے کرتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہوا ابن یقطین نے خدام سے وضو کو پانی مانگا بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ اب وہ وضو کر رہا ہے خود ہاروں نے مکیگاہ سے اس کو دیکھا کہ اہل سنت کے طریقہ پر وضو کر رہا ہے بڑا برا فرودختہ ہوا اور اس وزیر کو جس نے شکایت کی تھی مفرول کر دیا۔ دوسرے روز امام کا پیغام پہنچا کہ اب اپنے طریقہ پر وضو کیا کرو۔ اب ابن یقطین کی سمجھ میں مصلحت امام آئی۔

ہم اس امام کے ایسی نگاہ کے قربان

کہ جس منظر میں ہوں اسرار عالم امکان

ہارون رشید امام کی مقبولیت اور عظمت کو سنکر ہمیشہ پریشان رہتا تھا اور اس فکر میں تھا کہ مزید صحیح حالات معلوم ہوں اور کوئی ایسا موقع ملے کہ امام کو قتل یا قید کر دیا جائے ایک مصاحب جو دشمن امام تھا اور اسکو یہ بھی معلوم تھا کہ امام کے عزیزوں میں کون کون امام کا دشمن ہے اس نے ہارون کو مشورہ دیا کہ صحیح حالات تو امام کے کسی عزیز سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں اور علی ابن اسمعیل جو امام کے بڑے بھائی کا فرزند تھا اسکے بلانے کا مشورہ دیا۔ علی ابن اسمعیل کے پاس دعوت نامہ پہونچا یہ پہولانہ سمایا کیونکہ امام کا دشمن تھا اور امام کی بڑھتی ہوئی عزت اور وقار کو اک نظر نہ دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ ہارون کی طلبی پر بغداد کی طرف اس نیت سے روانہ ہوا کہ امام کی شکایت کر کے بادشاہ کو قتل امام کی طرف متوجہ کرے امام اسوقت اپنے چند اصحاب کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک صحابی سے فرمایا کہ دیکھو فلاں راہ سے علی ابن اسمعیل گذر رہا ہے۔ اس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ علی امام کی خدمت میں آیا آپ نے بھتیجے سے فرمایا بغداد کیوں جا رہے ہو۔ وہ حیران ہوا کہ ان کو میرا ارادہ کیسے معلوم ہوا کہنے لگا مجھ پر کچھ فرض ہے

اس کی ادائے گی کی فکر ہے امام نے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ اٹھایا اور فرمایا لو یہ سودیتار ہیں ان سے قرض ادا کرو۔ وہ نہ مانا۔ امام نے کہا اگر یہ کم ہوں تو میں تمہارے کل قرض کا ذمہ دار ہوتا ہوں وہ پھر بھی نہ مانا۔ امام نے تین مرتبہ کہا علی نہ جیا۔ لیکن وہ پھر بھی نہ مانا۔ بعد میں آپ نے فرمایا علی خدا سے ڈر۔ اور میرے بچوں کو تیمم نہ کر مگر اس کو پھر بھی رحم نہ آیا۔ امام نے اس کے جانے کے بعد اصحاب کو اس کے ارادہ اور نیت سے مطلع کیا اصحاب نے عرض کی یا حضرت آپ ایسے دشمن سے اس قدر ہمدردی کا سلوک کیوں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا سنو اور یاد رکھو۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اپنا عزہ اگر بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ پھر بھی نیک سلوک کرو یہاں تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی کرو خدا فرماتا ہے کہ اگر وہ تین مرتبہ کے بعد بھی باز نہ آئے گا۔ تو ہم اس کے ساتھ بدسلوکی کریں گے۔ چنانچہ علی ابن اسمعیل ہارون کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں حیران ہوں کہ ایک ملک میں دو بادشاہ کیسے حکومت کر سکتے ہیں۔ اگر تو نے موسیٰ کاظم کا انتظام نہ کیا تو مخلوق ان سے اس قدر گردیدہ ہو چکی ہے کہ تیری حکومت ختم ہو جائیگی ہارون اس کی باتوں سے بڑا خوش ہوا اور بڑی خاطر و مدارت سے پیش آیا حکم دیا کہ علی کو دولت سے مالا مال کر دو۔ نرا بچی انہیوں

کی تہلی لینے گیا۔ علی کے شکم میں درد ہوا بار بار بیت الخلا جاتا تھا کہ ایک مرتبہ آئین باہر نکل آئیں بڑے علاج معالجہ ہوئے مگر جان بر نہ ہو سکا انعام و اکرام سے محروم حالت نجاست ہی میں فی النار ہوا۔ مگر ہارون کے دل پر اس کی باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ رات دن اسی فکر میں رہتا کہ کسی طرح امام کو ختم کرایا جائے اسی سال حج کو آیا امام بھی تشریف لے گئے تھے ہارون جب روضہ پر آیا تو قبر رسول کی طرف رخ کر کے امام کے سنانے کو اس طرح سلام کیا۔ السلام علیک یا بن عم اے میرے چچا کے لڑکے آپ پر میرا سلام ہو امام نے سنا اور قبر رسول کی طرف رخ کر کے یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا ابت۔ اے پدر بزرگوار آپ پر میرا بھی سلام ہو یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ فق پڑ گیا۔ اور اس قدر ذلت محسوس کی کہ امام کو حالت نماز ہی میں گرفتار کر کے بصرہ کے زندان میں قید کر دیا ایک سال کے بعد حاکم بصرہ کو لکھا کہ موسیٰ کاظم کو قتل کر دیا جائے حاکم بصرہ نے انکار لکھ بھیجا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ امام کو بصرہ سے منتقل کر کے بغداد کے زندان میں بلا لیا گیا۔ اور تازیست وہیں قید رہے۔ ایک روز سوچا کہ ان پر کوئی اخلاقی الزام لگا کر قتل کرایا جائے چنانچہ ایک رات ایک حسینہ جمیلہ کنیز کو خوب سمجھا پڑھا کر قید خانہ میں بھیجا گیا صبح ایک شخص کو اس کنیز کا حال معلوم کر لے بھیجا اس نے جا کر

دیکھا کہ زہد و عبادت امام نے اس پر اتنا اثر کیا ہے کہ سجدہ میں پڑی ہوئی سبحان ربی الاعلیٰ و بجدہ کہہ رہی ہے۔ یہ حال ہارون نے جب سنا تو کہنے لگا موسیٰ ابن جعفر نے کنیز پر جادو کر دیا ہے۔ میرے سامنے حاضر کی جائے کنیز آئی سارے جسم میں رعشہ تھا چہرہ خوف خدا سے زرد پڑا تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے ہارون نے کنیز سے پوچھا یہ کیا حال ہے اس نے کہا میرا ایک تعجب خیز حال ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر بادشاہ دیکھتا تو اسکا بھی یہی حال ہوتا۔ میں خدمت امام میں کھڑی ہوئی تھی وہ سجدہ خالق میں پڑے ہوئے تھے بعد اترق ارباب رجب سجدے سے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی آپ کی کوئی حاجت ہو تو میں بجالانے کو موجود ہوں امام نے فرمایا مجھے تیری حاجت بالکل نہیں ہے۔ مینے پھر عرض کی میں آپ کی خدمت کے لئے یہاں بھیجی گئی ہوں۔ تب حضرت نے ایک جانب اشارہ کر کے فرمایا پھر یہ لوگ کس لئے ہیں۔ مینے جب ادھر نظر کی تو ایک وسیع باغ نظر آیا جسکے پھول اور شگوفہ کھلے ہوئے تھے نہیں بہہ رہی تھیں۔ ہر جگہ فرش و فرش سے آراستہ تھی حسین و جمیل کنیزیں خوبصورت غلام خدمت کے لئے کمر بستہ تھے جو رزق برق لباس سے آراستہ تھے یہ دیکھ کر میں سجدہ میں گر گئی رات بھر ایک گوشہ میں امام مصروف عبادت رہے دوسرے گوشہ میں سجدہ میں پڑی رہی ہارون نے

۱۳۲

یہ کہہ کر کنیز کو چھوڑ دیا کہ اس خواب کو آئندہ کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ جب
 تک زندہ رہی عبادت اللہ میں مصروف رہی قیدی امام نے ایک فاحشہ
 کو بھی قید خانہ میں مومنہ بنا دیا۔

ایسے آقا پرہوں جانیں ہم غلاموں کی تار
 جو اسیر رخِ دُغم ہو باد جو د اختیار
 پیر میں تازلیت اس کے حلقہ زنجیر ہو
 دست قدرت میں ہو جکے گرفتار

مصائب

ہارون رشید جب قدرِ امام پر سختیاں کرتا رہا امام کی مقبولیت اور تربیتی
 رہی۔ اسے ہر وقت یہ خطرہ لگا رہا کہ کہیں حضرت دعویٰ خلافت نہ کر بیٹھیں
 اور میری حکومت میں خلل واقع ہو آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ امام کو زہر
 دیدیا جائے اپنے خاص خادم کے ذریعہ سات دانہ رطب کے زہر سے بھر
 کر امام کی خدمت میں قید خانہ بھیجے گئے خادم نے امام سے کہا کہ یہ
 خاص رطب آپ کے واسطے بادشاہ نے بھیجے ہیں اور قسم دلائی ہے کہ
 آپ ان کو ضرور کھائے امام نے کھانے سے انکار فرمایا خادم نے کہا مجھے
 حکم ہے کہ میں آپ کو بھر طور اپنے سامنے ان کو کھلاؤں۔ اس خادم
 کے ساتھ ہارون کا ایک مخصوص کتا جو سونے کا پٹہ پہنے سونے کی زنجیر
 تھوڑا سا تھا سامنے کھڑا تھا۔ امام نے رطب کا ایک دانہ کتے کے سامنے ڈالا

۱۳۳

کتا فوراً ٹرپ کر مر گیا۔ پھر امام نے باقی دانے اس کے سامنے نوش فرمائے
 خادم واپس ہوا۔ ہارون نے حال پوچھا اس نے کہا اول تو انکار
 کیا پھر سب دانے میرے سامنے کھالے۔ ایک دانہ کتے کو ڈالا جو فوراً مر گیا
 کتے کا حال سن کر اپنے کتے کا ہارون کو بڑا افسوس ہوا۔ امام پر زہر نے اثر کرنا شروع
 کیا اسی روز ایک شخص شیعاں امام میں سے آیا اور قید خانہ میں محافظ سے
 اجازت چاہی کہ امام کی زیارت سے مشرت ہو۔ محافظ نے انکار کر دیا اس
 نے کافی رقم پیش کی تو اس نے کہا کہ قید خانہ کی پشت پر ایک سوراخ ہے
 اس میں سے تم امام سے ملاقات کر سکتے ہو اس نے دیکھا کہ ایک گوشہ
 میں سفید کپڑا پڑا ہے اور کوئی منظر نہیں آتا۔ تھوڑی دیر میں کپڑے میں
 حرکت ہوئی اور یہ آواز سنا دی جیسے کوئی کہہ رہا ہے پائے والے تیرا
 میں کیسے شکریہ ادا کروں کہ تو نے اپنی عبادت کے واسطے اس قدر
 اطمینان اور سکون کی تنہائی عطا فرمائی ہے۔ پھر امام نے سجدہ
 سے سراٹھایا۔ صحابی سلام احترام بجالایا اور رو کر کہا آقا آپ کے شیعہ
 سب مشتاق زیارت ہیں۔ کب زیارت ہوگی۔ فرمایا ان سب سے کہدو کہ پڑوں
 بغداد کے پل پر آجائیں۔ میں بھی وہاں پہنچوں گا۔ صحابی خوش خوش
 واپس ہوا یہ خبر تمام مومنین میں گشت گرئی۔ زہرا اپنا اثر کرتا جا رہا تھا امام
 نے مسیب جو پاسبانوں میں ایک دوستداران اہلبیت سے تھا فرمایا مسیب

۱۴۴

میں مدینہ جا رہا ہوں تاکہ جہنم زرگوار سے آخری رخصت چاہوں اور اپنے
 فرزند علی رضا کو جو میرے بعد امام ہوگا۔ تبرکات رسالت اور اسرار امامت
 سپرد کروں۔ مسیب پریشان ہو گئے آقا یہ کیسے ممکن ہے اتنے مخالف
 عاقظوں کے ہوتے ہوئے آپ کیسے چلے جائیں گے اور کون قید خانہ کا
 دروازہ کھول دے گا امام نے فرمایا مسیب بڑے سست اعتقاد ہو
 اپنے یقین کو خدائے قادر اور ہمارے بارے میں قوی کرو۔ مسیب کہتے
 ہیں میں نے دیکھا کہ امام کے لہجے مبارک ہلے اور آپ نظروں سے
 غائب ہو گئے۔ زنجیری پٹری رل گئیں۔ امام نے قبر رسول پر کیا کہا ہوگا: زنجیریں
 سے زخمی پیسہ دکھائے ہونگے۔ طویل امیری کی داستان سنائی ہوگی
 امت کے قریبے پر احسانات کا ذکر کیا ہوگا یہ تو خوف داجا لے مگر مسیب نے
 پھر جو نظر ڈالی تو امام اپنی جگہ پر موجود تھے زنجیریں پیروں کا بوتہ
 لے رہی تھیں مجھ سے فرمایا مسیب میری روح جب میرے جسم سے
 مفارقت کر جائے تو پریشاں نہ ہونا میرا فرزند علی مجھے غسل دے گا۔
 اور وہی نماز پڑھائے گا۔ ۲۵ / رجب تھی کہ ہارون کی زہر خورانی
 سے امام کا قید خانہ میں ہی انتقال ہوا برسوں بعد آج قید خانہ کا دروازہ
 کھلا۔ امام کے پیروں کی بیڑیاں کاٹی گئیں۔ مظلوم کا جنازہ ہارون کے
 حکم کو مطابق بغداد کے پل کی طرف چلا۔ پل پر سیکڑوں کا مجمع تھا۔ ہر شخص

خوش تھا کہ امام نے آج کا وعدہ زیارت فرمایا ہے آقا کی آج
 زیارت ہوگی۔ کہ دیکھا ایک جنازہ آ رہا ہے آگے آگے ایک منادی
 ندا دے رہا ہے کہ رافضیوں کے امام نے قید خانہ میں انتقال
 کیا یہ ان کا جنازہ ہے۔ مشتاقان زیارت نے سر پیٹ لیا۔ مولا
 یہ کیسا وعدہ فرمایا تھا۔ سلمان ابن جعفر کو خبر ملی سیکڑوں
 آدمیوں کو لیکر آ پہنچے۔ نالہ و فریاد کی صدا آئیں عرش سے ٹکر رہی
 تھیں سر برہنہ پا برہنہ ہزاروں کا مجمع گریباں چاک ماتم کناں جنازہ
 کو ندھوں پر رکھے کاظمین کی طرف جارہے تھے۔ اسیر امام کا جنازہ
 اس شان سے نکلا کہ لکھا ہے ڈھائی ہزار درہم صرفت خوشبو میں
 صرف ہوئے۔ کاشش یہ مجمع کربلا میں بھی ہوتا تو میرے مظلوم کی
 لاش بے گور و کفن نہ پڑی ہوتی۔ کم سے کم لاش پر گھوڑے ہی
 نہ دوڑتے۔ زینب کے سر سے چادر ہی نہ چھنتی۔ سکینہ کے کان
 خون کے آنسو نہ روتے سید سجاد بے طوق و زنجیر نہ ہوتے۔
 مگر افسوس بر غریبی و مظلومی حسین۔

نہ غسل ہو سکا نہ دفن نہ جنازہ اٹھا پڑ تیری غریبی پہ قرباں شہید کرب و بلا

الافقۃ اللہ علی قوم الظالمین

اَللّٰهُمَّ عَلٰی رَضَا عَلَیْهِ السَّلَام

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على
سيد المرسلين وآله الطيبين الطاهرين أما بعد فقد قال
الله تبارك وتعالى في كتاب المبين ﴿إِنَّا نَحْنُ الْمُوقِنُونَ وَتَكْتَبُونَ مَا
قَدَّمُوا وَإِنَّا لَهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ أَحْصِينَ﴾ في إمام مبين
ترجمہ آیتہ وافی الہدایہ

(ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ پہلے کر چکے
ہیں۔ ان کو اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور پھر شے کو ہم نے
امام مبین میں گن گن کر جمع کر دیا ہے۔ قرآن فصاحت و بلاغت
کی کان اور معانی و بیانی کی جان ہے۔ خدا کا ازلی راز ہے۔
اور رسول کا ابدی اعجاز ہے۔ کوئی کتاب ہے جو بار بار پڑھی
جاتی ہو اس کے لئے حکم ہے کہ روز پڑھو اور زندگی بھر پڑھتے رہو

معلوم ہوا کہ یہ وہ راز سر بستہ کا دفتینہ ہے جسکے پڑھنے میں ہر بار روح کو زندگی اور فکر کو تابندگی ملتی ہے۔ جس آیت کو عنوان بیان میں تلاوت کیا گیا اس کا ذرا اندازہ تو دیکھئے۔ خدا فرما رہا ہے کہ ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کے گزشتہ اور آئندہ کاموں کو بھی ہم جانتے ہیں اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ ہر شے ہم نے امام مبین میں سج کر دی ہے۔ امام مبین کی مفسرین نے بڑی تفسیریں کی ہیں۔ کسی نے کہا تختی ہے کسی نے کہا قلم ہے کسی نے کتاب بتلائی اور کسی نے حساب مگر لفظ امام جو صان نظر آ رہا تھا اس کی طرف جانکر نظر نہ کی۔ کیوں اس لئے کہ بڑا خطرہ درپیش تھا۔ مقرر امام کا اختیار ہی سلب ہو رہا تھا۔ آیت میں اگر صرف امام مبین ہوتا تو شاید مان لیتے کہ ہاں امام سے مطلب امام امت ہے مگر کل شیء احصینا نے بڑی مشکل میں ڈال دیا اگر امام سے امام ہی مان لیں تو احصینا والا امام کہاں سے لائینگے (مردوں کو زندہ کرنا تو بڑی بات ہے) ہمارے بنائے ہوئے اماموں کو تو آنے والی کل کا کیا ذکر جلنے والی کل کی خبر نہیں۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ یہ کہہ دو کہ یہاں امام مبین میں امام سے امام مراد ہی نہیں۔ آئیے ہم سے پوچھئے کہ یہ کون امام مبین ہے۔ اور کل شیء احصینا سے کیا مطلب ہے دیکھو پارہ ۱۵ ارشاد قدرت ہے کہ جب ہم نے ابراہیم کو آزمایا

اور وہ پورے اترے تو خدا نے فرمایا میں تجھے تمام انسانوں کا امام بناؤں گا
 حضرت ابراہیمؑ نے کہا میں ہی ذریت ہیں سے بھی امام ہوگا حکم ہوا کہ یہ
 عہد ظالموں کو نہیں پہنچ سکتا حضرت ابراہیمؑ سے پہلے یٰٰنصیب کسی
 نبی کو نہیں ملا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کو نبوت رسالت اور خلعت کے
 (منامب رفیعہ) کے بعد منصب امامت سے سرفراز کیا گیا منصب امامت کی
 عظمت اور رفعت اور اہمیت اب تو سمجھ میں آگئی ہوگی کہ یہ آخری منصب ہے حضرت
 ابراہیمؑ کو یہ منصب ملا اور کیونکہ آپ اب کل شیخ احصیاء کے
 مصداق ہو گئے تو اِنَّا نَحْنُ نَحْيِي الْمَوْتٰی کا اعجاز بھی قدرت
 کی طرف سے ملا جناب ابراہیمؑ نے پرندوں کو مارا اور جب لایا منصب
 امامت ذریت ابراہیمؑ میں ظالموں سے بچتا رہا اور معصومین کو ملتا
 رہا۔ اسمعیل۔ اسحاق یعقوب یوسف موسیٰ عیسیٰ سب ہی امام
 ہوئے اور آخر میں یہ مرتبہ جلیلہ امامت حبیب کردگار احمد مختار
 تک پہنچا۔ یہ امامت ہی کا طفیل تھا۔ کہ محبوب نے غیب کی باتیں
 بتلائیں۔ مردوں کو حضرت عیسیٰؑ نے بھی زندہ کیا مگر حضور وہ بڑی معنوی
 بات تھی جسم تو موجود ہوتا ہی تھا مرگ گویا پیداکرنی ہوتی تھی۔
 یہاں جسم انسانی نہیں کچھ سنگریزے ہاتھ میں ہیں اور انسان
 کی طرح بول رہے ہیں (صلوات) الخالق اگر خدا بنانا چاہے تو اور بھی

ہو سکتے ہیں مگر احسن الخالقین صرف وہ ہے رازق اس کے حکم سے دوسرے بھی ہو سکتے ہیں مگر احسن الرازقین صرف وہ ہے وہ علم غیب سے جسکو چاہے وہ آگاہ کر دے۔ مگر احسن العالمین صرف وہ ہے سلسلہ نبوت ختمی مرتبت پر ختم ہو رہا تھا سلسلہ امامت اولاد ابراہیمی میں تا قیامت باقی رہنے والا تھا لہذا نبوت ختم ہوئی خاتم النبیین پر اور سلسلہ امامت باقی رہا قیامت تک معصومین میں امامت خلیل کو خدا نے عطا کی تھی اولاد خلیل کو بھی امامت عطا کر نیوالا خدا ہی ہونا چاہئے۔ ظالم امامت سے ہمیشہ محروم رہے گا۔ زندگی میں ایک بار بھی پشیمانی غیر خدا کے سامنے جھک گئی تو ظلم ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے محروم امامت ہو گیا اگر اور وضاحت درکار ہو تو سنئے۔ امام مبین کی وضاحت امام مبین سے سنئے امام علی رضا امام ضامن و ثامن نے فرمایا۔ سنو۔ امام کسے کہتے ہیں اور امام کی کیا پہچان ہے۔ امام وہ ہے جو اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ عالم سب سے زیادہ پرہیزگار۔ سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ عابد ہو۔ لطف مادر ہی سے غصہ نہ پیدا ہو۔ اور جس طرح سامنے سے دیکھے پشت سر سے بھی اسی طرح دیکھتا ہو۔ آنکھیں خواب میں ہوں اور دل بیدار ہو۔ سایہ نہ رکھتا ہو۔ جس وقت پیدا ہو طمہ شہادتیں زبان پر ہو۔ مخلوق پڑماں باپ سے زیادہ مہربان ہو۔ لوگوں کے نفسوں

سے لوگوں پر آوی ہو۔ رسول خدا کی زرہ اس کے قدم پر ہر عمر میں صحیح آئے۔ جس کام کا حکم دے، یا جس سے روکے اس کا خود بھی عامل ہو اور ایسا مستجاب الدعوات ہو کہ اگر دعا کرنے تو پہاڑ دو نیم ہو جائے۔ رسول خدا کی اسلحہ ذوالفقار وغیرہ اس کے پاس ہوں۔ اور وہ صحیفہ جمیں دوستانہ ان اہلبیت کے نام ہوں اور وہ صحیفہ جمیں دشمنان اہلبیت کے تاقیامت نام ہوں اس کے پاس ہو مخلوق کے تمام اعمال یومیہ اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہوں۔ مگر کھانے پینے۔ سونے جگنے خوشی و غم میں اور سالوں جیسا ہو۔ یہ جملہ صفات لیکر ذیقعد کی ۱۱ تازنح، گھر میں موسیٰ کے کلیم سخن آرا چکا

آنٹھویں برج امامت کا ستارہ چکا
شیعوں کا امام ثامن آیا، روز جزا کا ضامن آیا،
رضا امامت کا جانشین آیا قرآن نے کہا امام مبین آیا،
ہدایت کا آفتاب آیا۔ اسلام پر شباب آیا۔ عبادت نے پیشانی
چومی۔ صداقت نے زبان نورانی چومی۔ کلمہ کی آواز فرش سے عرش پر
گئی درد کی آوازیں عرش سے فرش پر آئیں۔ حکومت آستان بوسی
کو بڑھی۔ سلطنت قدم بوسی کو جھکی۔ تیس سال پدر بزرگوار کے سایہ
عاطفت میں تربیت پائی۔ ہارون کا جابرانہ دور دیکھا۔ باپ کا قید خانہ

میں جانا دیکھا۔ دونوں نسائے مخم ہوئے تو مامون کا دور آیا۔ سیاسی تقاضوں کے پیش نظر سلطنت جھکنی شروع ہوئی۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ساتھ شادی کر کے رشتہ بڑھایا سوچا علی کو داماد بنا کر شاید میری عزت بڑھ جائے۔ امام کی فکر میں فرق نہ آیا۔ مامون اپنے بھائی امین کو قتل کرنے کے بعد اب عرب و عجم کا واحد تاجدار تھا۔ بغاوتوں نے سراٹھایا تھا۔ مامون نے عرب و عجم کے خوش کرتے کو امام رضا کو مدینہ سے طلب کیا۔ غریب امام قبر رسول پر پہنچا تا دیر قمر سے لپٹ لپٹ کر روتے رہے۔ نانا مامون مجھے آپ کی زیارت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ آخری سلام کو حاضر ہوا ہوں شاید یہ میری زیارت بھی آخری ہو۔ امام علی رضا علیہ السلام کا یہ سفر سفر کربلا سے بہت مشابہ تھا۔ مدینہ رسول سے شہادت کے یقین کے ساتھ تنہا سفر کرتے ہوئے مرو کے جانب روانہ ہوئے جب نیشاپور سے گذر ہوا تو لکچک مخلوق زیارت امام کو جمع ہو گئی۔ علماء اور فضلاء کا مجمع تھا سواری کے چہار طرٹ ہزاروں کا اڑھام تھا۔ بازاروں میں راستہ چلنا دشوار تھا۔ علماء اور حفاظ نے درخواست کی کہ فرزند خیر الانام واسطہ آپ کو اپنے آپا سے طاہرین کا کہ مرکب کو روکائیے پردہ ہٹائیے۔ تاکہ آپ کے غلام آقا کی زیارت سے مشرف ہوں اور اپنے جد بزرگوار رسول خدا کی کوئی حدیث زبان مبارک سے ارشاد فرمائیے

امام نے کجاوہ کا پردہ اٹھایا لوگوں کی نظر روتے مبارک امام پر پڑی
 بے اختیار ہو گئے۔ گریبان چاک کر ڈالے فریاد و فغاں کی آوازیں
 بلند ہوئیں ایک ہجوم تھا جو مرکب کے چاروں طرف طواف کر رہا تھا
 شوق قدم بوسی میں ہر شخص بتیقا رہا تھا۔ شور و غل کی وجہ سے آواز امام
 ہر ایک تک نہ پہنچ سکتی تھی۔ تمازت آفتاب۔ تیز تر ہو رہی تھی علماء
 اور حفاظ چلائے۔ کہ گروہ مومنین خاموش ہو جاؤ۔ ذرا صبر کرو جبکہ گوشہ
 رسول کو رحمت نہ دو اور سنو۔ امام نے حدیث رسول کی یوں ابتدائی
 (حدیثی ابی موسیٰ بن جعفر الکاظم۔ قال حدثنی ابی جعفر
 بن محمد الصادق قال حدثنی ابی محمد بن علی الباقر قال حدثنی
 ابی علی بن الحسین۔ زمین العابدین قال حدثنی ابی حسین
 ابن علی شہید کرب و بلا۔ قال حدثنی ابی علی ابن ابی طالب قال
 حدثنی اخوی داہن عنی محمد رسول اللہ قال حدثنی
 جب برئیل قال سمعت رب العزت سبحانہ تعالیٰ کہ کلمہ
 لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ میرے
 قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔ ہزاروں
 علماء اور حفاظ نے اس حدیث کو لکھا۔ امام نے پھر سواری روکی اور
 فرمایا لکھو بشرطہا وشرطہا وانا من شرطہا۔ یعنی یہ کلمہ طیب

حصار تو ہے مگر اس شخص کے واسطے جو رسول اور آل رسول پر ایمان رکھتا ہو جس میں سے ایک میں ہوں۔ امام رضا جب مرویہ پونچے تو دعبل ابن علی خزاعی آپ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھا ہے جو پہلے آپ کو ہی سنانا چاہتا ہوں۔ ایک سو بیس شعر کا مشہور قصیدہ تھا جو دعبل نے امام کو سنایا امام نے قصیدہ کی تعریف سے اپنے شاعر کا دل بڑھایا اور کیونکہ اس قصیدہ میں ہر امام کے مرقوم و مدفن کا بھی ذکر تھا۔ تو حضرت نے فرمایا دو شعر میری طرف سے اور اضافہ کرنا کہ میرے مدفن کا ذکر بھی آجائے امام نے دو شعر پڑھے جس میں اپنے مدفن اور زائرین کا بھی ذکر تھا۔

ہر کا مفہوم منظوم اردو میں سنیے ۔

یہ سرزمین طوس ہے مقام احترام ہے ، ہے مدفن رضا یہی ہے شہد امام ہے
منظر میں حق کی زائر و زیارت امام کا ، بلند تر ہے مرتبہ بلند تر مقام ہے

امام نے قصیدہ سنکر دعبل شاعر کو سودنیا ر کی ایک تہلیل تھیلی عطا کی دعبل نے کہا مال دنیا کے لئے میں نے قصیدہ نہیں کہا اگر کچھ عطا ہی کرنا ہے تو اپنے لباس میں سے ایک لباس عطا فرما دیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں میرے کام آئے۔ امام نے ایک لباس بھی اسے دیا اور کہا یہ رزم بھی رکھو۔ وقت ضرورت کام آئے گی۔ دعبل

لباس اور رقم لیکر روانہ ہوئے ابھی قم تک پہنچے تھے کہ اہل قم نے گھیر لیا اور کہا کہ یہ امام کا لباس ہمیں دیدو اور ایک ہزار دینار تم سے لیںو۔ وعل نے انکار کیا ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ اہل قم نے جا گھیر لیا اور لباس چھین لیا وعل اس شرط پر راضی ہو گئے کہ لباس کا ایک پارچہ مجھے دیدو تو میں فروخت کر دوں گا۔ پارچہ اور رقم لیکر گھر گئے دیکھا کہ مکان منہدم ہو چکا ہے مال و اسباب میں سے کچھ باقی نہیں اہل و عیال دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ اب سمجھے کہ امام نے کیا فرمایا تھا کہ یہ رقم وقت ضرورت تمہارے کام آئے گی مکان اس رقم سے تعمیر کرایا اہل و عیال کو گھر لائے۔ بیوی نابینا ہو گئی تھی خوش اعتقاد شاعر نے وہ پارچہ بیوی کی آنکھوں پر باندھ دیا صبح ہوئی تو آنکھیں روشن تھیں (صلوٰۃ الرحمۃ ابن عیسیٰ مروی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مسجد میں تشریف فرما ہیں اور ایک طبق خرمون کا سامنے رکھا ہوا ہے آپ نے اس میں سے ایک مٹھی خرے مجھے عنایت کئے۔ جب میں نے شمار کیا تو وہ سولہ خرے تھے۔ خواب سے بیدار ہوا تبصر میں فکر مند تھا کہ ماموں نے امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے طوس بلوایا اور امام نے راستہ میں اسی مسجد میں قیام فرمایا میں بھی زیارت امام کو گیا دیکھا کہ امام اسی جگہ جہاں رسالت مآب

تشریف فرما تھے بیٹھے ہیں اور ایک طبق خرموں کا سامنے رکھا ہوا ہے سلام کر کے جب میں بیٹھا تو امام نے ایک مٹھی خرمے مجھے عنایت کئے میں نے گنا تو سولہ تھے عرض کی آفا کچھ اور عنایت ہوں۔ فرمایا رسول خدا نے کب اس سے زیادہ دیئے تھے جو مجھ سے طلب کر رہے ہو۔ میں حیران رہ گیا اور خواب کی تعبیر مل گئی امام ابھی خراسان ہی تھے کہ حاکم خراسان کے پاس ایک عورت آئی جس نے دعویٰ کیا کہ میں زینب علویہ اولاد فاطمہ سے ہوں۔ حاکم نے امام علی رضا سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ میں واقف نہیں وہ کذاب ہے۔ زینب نے یہ سن کر حاکم سے کہا کہ اگر علی رضا میرے نسب سے منکر ہیں تو میں بھی ثابت کر دوں گی کہ وہ اولاد علی اور فاطمہ سے نہیں ہیں امام کو اطلاع ہوئی فرمایا حاکم خراسان سے کہو میں خود آ رہا ہوں حاکم خراسان نے میدان میں ایک برکتہ السباع (خانہ و ہوش) بنوا رکھا تھا جس میں خون خوار درندے شیر چیتے وغیرہ جمع تھے جس مجرم کو سزائے قتل دینی ہوتی اس برکتہ میں ڈلوا دیتا امام دربار میں پہنچے زینب سے سوال کیا کہ تو اولاد علی و فاطمہ ہونے کی دعویٰ کر رہے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا کہ اولاد علی اور فاطمہ کا گوشت خداوند عالم نے درندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ اگر تو صادق ہے تو اس برکتہ میں داخل ہو جا۔ اس عورت نے کہا آپ بھی تو اولاد علی و فاطمہ ہونے

- کے دعویدار ہیں پہلے آپ داخل ہو کر ثبوت دیجئے۔ امام برکہ کی طرف بڑھے لوگ چلائے کہ خدا را حضرت ایسا ارادہ نہ فرمائیں آپ نے سب کو اطمینان دلایا۔ برکتہ السباع کا دروازہ کھولا شیروں نے امام کو آتے دیکھا امام کے قدموں پر سر رکھ دیا آپ ہر ایک کے سروگوں پشت پر محبت سے ہاتھ پھیرتے تھے درباری حیران تھے امام باہر تشریف لائے دروازہ بند کیا اور زینب کذاب سے کہا اب تو داخل ہو وہ عورت بہت پریشان اور شرمندہ ہوئی مگر حاکم خراسان نے حکم دیا کہ اس کو برکتہ السباع میں ڈال دیا جاتے۔ زینب کو ڈالا گیا اور شیروں کا لقمہ بن گئی (اس روز سے وہ زینب کذاب کے نام سے مشہور ہوئی)
- ماموں رشید کے دربار میں ماموں کی خواہش سے مختلف مذاہب کے جید علماء سے مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے امام اس میں شریک کئے جاتے تھے امام کی کامیابی اور علمی مقام کو دیکھ کر ماموں بڑا متاثر ہوا اور ایک روز امام کو بلوا کر عرض کیا کہ یا بن رسول اللہ میں نے یہ طے کیا ہے کہ خلافت میرا حق نہیں بلکہ اس کے حقدار حقیقت آپ ہیں لہذا میں تخت و تاج سے دست بردار ہوتا ہوں۔ اور خلافت آپ کے سپرد کرتا ہوں قبول فرمائے امام نے انکار فرمایا۔ ادھر سے اصرار بڑھا آپ نے فرمایا میں تیرا مقصد سمجھتا ہوں تو چاہتا ہے کہ مجھے سلطنت دینا

دیگر عوام پر یہ ثابت کر دے کہ ان کا زہد و تقویٰ اور دینداری صرف حصول دنیا کے لئے تھی۔ یاد رکھ میں خدا کی عطا کردہ جس سلطنت کا مالک ہوں وہ تیری سلطنت سے کہیں زیادہ عظیم ہے اور پھر یہ بتلا کہ جو خلافت تو مجھے دے رہا ہے اگر یہ تجھے خدا نے عطا کی ہے تو تو بے اجازت خدا دوسرے کو کب دے سکتا ہے اور اگر یہ خلافت تیری نہیں ہے تو تجھے کیا حق ہے کہ دوسرے کو دیدے۔ ماموں لا جواب ہوا۔ اور کہا اچھا اگر خلافت اور حکومت اس وقت منظور نہیں تو ولیعہدی ضرور قبول کرنی ہوگی امام نے مجبور ہو کر فرمایا اس شرط پر کہ امور سلطنت میں کوئی دخل نہ دوں گا۔ اور اس لئے قبول کر رہا ہوں کہ مجھے تجھ سے پہلے موت آئے گی۔ ماموں نے علماء فضلہ اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور امام کی ولیعہدی کا اعلان ہوا جشن تاجپوشی کا سامان ہوا۔ ہر ملازم کو ایک سال کی تنخواہ پیشگی دی گئی علماء ارباب۔ شعراء پر انعام و اکرام کی بارشیں ہوئیں فوجی لباس جو سیاہ ہوتا تھا حکم ہوا کہ آج سے سبز پہنا جائے۔ اطراف ممالک میں ولیعہدی کے اخبار پہنچے امام کے نام کا سکہ چلا شعراء نے قصیدے پڑھے اس زمانہ کا مشہور و معروف شاعر ابونو اس بھی موجود تھا۔ ابونو اس سے اک شخص نے یہ بڑھکے کہا کہ من شعر میں رکھتا ہے تو تو طبع رسا

یہ بات کیا ہے تاکس لئے نہیں لکھتا ؛ ثنائے آل نبی مدحت امام رضا
 کہا یہ اُس نے کہ سچ کہتے ہو مگر بخدا ؛ ابو لو اس کجا مدحت امام کجا
 ہو جبریل امین جس کے باپ کا خادم ؛ ابو لو اس کر کے مجال اس کی ثنا
 جشن و بے عہدی کے بعد پہلی عید آئی۔ ماموں نے امام سے
 درخواست کی کہ نماز عید اس مرتبہ آپ پڑھائیں گے۔ امام نے
 فرمایا یہ ارادہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچے گا۔ جو نماز پڑھاتا ہے وہی
 پڑھائے ماموں کا اصرار ہوا۔ امام کیوں انکار فرماتے مگر اس شرط پر
 اقرار ہوا کہ نماز طریقہ رسول پر ادا ہوگی ماموں نے کہا جس طرح آپ
 چاہیں۔ ہر خاص و عام خدم و حشم کو حکم ہوا کہ کل نمازیں ہر شخص شریک
 ہو جب صبح ہوئی امام نے غسل فرمایا۔ سفید لباس زیب تن کیا خوشبو
 سے سنت رسول ادا ہوئی سفید عمامہ سر پر رکھا جس کا ایک سر پشت
 پر اور دوسرا سینہ اقدس پر تھا۔ عصائے موسوی ہاتھ میں لیا۔ پابزمین
 خدم و حشم کو ساتھ لئے فریضہ خداوندی کی ادائے گی کو روانہ ہوئے
 ہر قدم پر آسمان کی طرف نظر کرتے اور عظمت کبریائی کے اعتراف میں
 صدائے تکبیر بلند فرماتے مجمع بھی متابعت میں نعرہ تکبیر لگاتا آسمان
 و زمین سے کوہ و دشت سے عرش و فرش سے نعرہ تکبیر کی آوازیں
 آئیں اور رضا میں ٹکرائیں۔ عالم کا عجب عالم محویت تھا۔ شان امامت

دیکھ کر دنیا مبہوت تھی خاک پائے امام اٹھا اٹھا کر لوگ آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ سرزمین مرو پر معلوم ہوتا تھا کہ آج خود رسول خدا تشریف لے آئے فصل ابن سہل وزیر نے ماموں کو خبر پہنچائی کہ امام رضا اگر اسی شان سے عید گاہ تک پہنچ گئے تو ہمارا زندہ رہنا دشوار ہوگا۔ ماموں بہت ڈرا اور فوراً قاصد بھیجا کہ فرزند رسول میں نے آپکو بہت زحمت دی اس ہجوم میں اس مسافت کا پیدل طے کرنا دشوار ہے تکلیف نہ کیجیے واپس آجائیے۔ امام نے پہلے ہی فرما دیا تھا چنانچہ مرکب طلب کیا اور واپس آ گئے اس واقعہ سے اعیان مملکت اور خود ماموں خائف ہو ہی چکے تھے کہ ایک واقعہ اور پیش آیا ولیعہدی کے بعد شہر مرو میں فحط کے آثار نمودار ہوئے پیاسی زمین ایک ایک قطرہ آب کو ترس رہی تھی ماموں نے امام سے درخواست کی کہ بارش کے واسطے دعا فرمائیں آپ نے دوسرے روز صبح کا رخ کیا اور نماز استسقاء ادا کی ہاتھوں کا درگاہ ایزدی میں اٹھنا تھا کہ سیاہ بادل اٹھے اور دریا بہا دیتے۔ لوگ ڈرے کہ طوفان آ گیا۔ امام سے پھر درخواست کی شہر تباہ ہو جائیگا امام نے پھر دست دعا بلند فرمائے بارش بند ہو گئی۔ غنائین میں ہفتوں سرگوشیاں رہیں ایک روز سب ملکہ ماموں کے پاس پہنچے اور کہا کہ خدا نے جو عزت و شرف سلطنت و حکومت

آپ کو دی ہے کفرانِ نعمت خداوندی نہ کیجئے اور سلطنت کو بنی عباس سے نکال کر خاندانِ علی میں نہ پہنچائیے۔ پہلے تو علی ابن موسیٰ کو ولیعهدی دی اور اب اس قدر معزز بنایا کہ لوگ اس بارش کے انعاقیہ ہونے سے ان کو اپنا پیشوا اور امام سمجھنے لگے۔ حمید ابن مہران نے کہا اگر خلیفہ مجھے اجازت دے تو میں علی رضا سے مباحثہ کر کے مخلوق پر ثابت کر دوں گا کہ وہ (معاذ اللہ) جاہل ہیں۔

ماموں نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو خوب ہے۔ چنانچہ مقررہ دن ماموں نے امام کو بلوا بھیجا۔ کہ ایک عجیب مجلس ہے چاہتا ہوں کہ آپ بھی اسمیں شریک ہوں امام دربار میں پہنچے ماموں نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور اپنے قریب جگہ دی۔ حمید اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور امام کے قریب آکر کہنے لگا کہ لوگوں کو آپ کے متعلق بڑے غلط خیال پیدا ہو گئے ہیں بارش کے ہونے کو آپ کی دعا کا اثر سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بارش خدا کی بھیجی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا بیشک خدا ہی کی بھیجی ہوئی تھی اور میں بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہوں۔ حمید برا فردختہ ہوا اور ہنگامہ برپا کر دیا اور کہنے لگا کہ اگر خدا نے تمہیں یہ قدرت دی ہے تو جو طرح حضرت ابراہیم نے مردہ پرندوں کو زندگی بخشی تھی آپ بھی اس قالین کی شیر کی تصویروں کو زندہ کر کے دکھلائیے تاکہ

سب پر کذب و صدق واضح ہو جائے امام نے برا فرد خنہ ہو کر تحکمانہ آواز سے شیروں کی تصویروں سے خطاب کیا (دو کمانا جبر فاقہ ترسا) اے شیر و اٹھو اور اس کو نکل جاؤ۔ خدا کے حکم سے دونوں شیر کی تصویریں اصلی شیر بنکر اٹھیں اور حمیدہ فاسق کو چیر پھاڑ کر کھا گئیں۔ لوگوں نے خوت سے آنکھیں بند کر لیں۔ شیروں نے کہا امام کا حکم ہو تو اس شخص کو بھی نکل جائیں۔ امام نے فرمایا نہیں ابھی اس سے کام لینا ہے۔ شیر پھر تالین کا شیر بن گئے۔ مگر ماموں یہ دیکھ کر اور سن کر بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو امام سے کہنے لگا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حمید کے شر سے محفوظ رکھا۔

ان کو دشوار ہے کیا بدلیں جو تقدیروں کو
زندہ کر دیتے ہیں جو شیر کی تصویروں کو

مَصَائِعِ

ماموں نے پوچھا فرزند رسول آپ نے شیروں سے میری بابت یہ کیا کہا کہ اس سے ابھی کام لینا ہے آپ نے فرمایا ماموں مجھے ابھی تیرے ہاتھ سے زہر کھانا ہے۔ ماموں رو دیا اور کہا فرزند رسول یہ کیا خیال ہے کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ میں آپ کو زہروں۔ آپ نے فرمایا دشمنان خدا سب

کچھ کر سکتے ہیں۔ طبع حکومت میں ہیں تو پھر بھی غریبوں بھائی کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ شیروں کے واقعہ سے ماموں کے دل پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے فیصلہ کر لیا ان کے ہوتے میری حکومت کا قیام محال ہے ایک روز امام کو بلایا جب تشریف لائے دور تک استقبال کو گیا سرادر پیشانی کا بوسہ لیا خاموشی کی طرح پیچھے پیچھے چل کر تخت پر بٹھایا اور کہا فرزند رسول انگو حاضر ہیں کہا ہے۔ اور ایک خوشہ انگو اٹھا کر دیا کہ دیکھئے کتنے عمدہ انگو ہیں آپ نے فرمایا بہشت میں اس سے کہیں بہتر انگو ہیں۔ امام نے انکار فرمایا ادھر سے اصرار ہوا۔ کہنے لگا آپ مجھ سے کیوں اس قدر بدگمان ہیں امام نے تین انگو کھائے اور کھڑے ہو گئے ماموں نے کہا کہاں چلے فرمایا جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔ اور صرف کو امام نے سفر آخرت فرمایا۔ ابوصلت جو امام کے مخصوص خادم تھے کہتے ہیں کہ امام ماموں کے پاس سے اٹھ کر داخل خانہ ہوئے اور فرش پر لیٹ گئے مجھ سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ کوئی اس وقت تک نہ آئے جب تک میرا فرزند محمد تمہارا امام نہ آجائے کچھ منٹ بعد میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوش روج کا نو دس سال کا سن ہے گھر میں داخل ہوا میں نے سلام کیا اور کہا دروازہ بند تھا آپ کس طرح آ گئے فرمایا جو مدینہ سے یہاں لایا وہ گھر میں نہیں لاسکتا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی میرے امام ہیں۔

بیٹا امام کی خدمت میں گیا اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر آداب بجا لایا۔ امام نے دیکھا گریبان چاک ہے زخماں لٹوؤں سے تر ہیں دونو ہاتھ بڑھائے پیشانی کا بوسہ لیا اور سینہ سے لگا لیا۔ تادیر سینہ سے لگائے رہے اور کچھ کہتے رہے۔ عزیز امام پر عالم عزت میں سوائے بیٹے کے اور کوئی رونے والا بھی نہ تھا۔ مدینہ والوں کو کیا خبر کہ امام کو زہر دیکر ہم سے ہمیشہ کو جدا کر دیا گیا۔ ابو صلت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک جینجہ ماری اور ہاتھ میرے بابا کے سینہ سے جدا ہوئے۔ مجھے فرمایا غسل کو پانی لاؤ۔ میں نے کھایا سیدی یہاں پانی نہیں۔ فرمایا باہر دیکھو۔ میں نے باہر دیکھا پانی موجود تھا۔ غسل ہوا پھر فرمایا حنوط اور کفن لاؤ۔ میں نے پھر غور کیا فرمایا باہر دیکھو حنوط اور کفن رکھا ہوا تھا لایا اور کفن دیا گیا۔ فرمایا تابوت بھی لاؤ۔ میں نے عرض کیا تابوت کے لئے بخار کے پاس جاؤں فرمایا نہیں باہر دیکھو۔ دیکھا تابوت رکھا ہے۔ بیٹے نے باپ کو تابوت میں رکھا۔ نماز پڑھی۔ اور دونوں ہاتھوں سے تابوت کو بلند کیا۔ تابوت غائب تھا۔ میں حیران ہوا۔ آقا ماموں آئیو اللہ ہے وہ مجھ سے پوچھے گا تو میں کیا کہوں گا فرمایا پریشان نہ ہو امام رسول کی زیارت کو گئے ہیں آتے ہیں کہ تابوت نظر آیا بیٹے نے تابوت سے نکال کر امام کو فرش پر لٹایا۔ تابوت نہ تابوت تھا نہ کفن۔ میں نے چاہا کہ بیٹے کو باپ کا پرستاروں بیٹا

باپ کے قدموں کی طرف جھکا اور غائب ہو گیا۔ میں رو رہا تھا کہ انیس
 غریب امام پر کوئی روتے والا بھی نہیں لایا جب امام رضا مدینہ
 سے روانہ ہوئے تھے۔ اور اس یقین ہے کہ اب مدینہ واپس آنا نہ
 ہوگا تو پہلے قبر رسول پر پہنچے اور قبر رسول سے لیٹ کر زار و قطار
 روتے۔ اپنی مظلومی اور مجبوری کا ذکر کیا ہوگا۔ اُمت کی بدسلوکیوں
 کا بیان کیا ہوگا۔ قبر سے جدائی کے غم میں روتے ہوئے رخصت ہوئے
 کچھ دور گئے تھے کہ پھر لیٹ کر آئے زار و قطار روتے۔ گھر پر رخصت
 آخری کو پہنچے تو اہل و عیال کو طلب فرمایا سب سے گلے مل کر
 روتے اور فرمایا میرے قریب آ جاؤ میرا ماتم کرو اور سب میرے ساتھ
 خوب مل کر روتو تاکہ میں تمہارا گریہ دیکھ اور حسرت بھری آوازیں
 سن لوں۔ اہل و عیال کے ناک شکان معرہ فضا میں گونجے اور
 امام اپنے گھر سے اس طرح نکلے جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

إِلَّا لَفَتَهُ اللَّهُ عَلَىٰ قَوْمِ الظَّالِمِينَ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام محمد تقی علیہ السلام

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
سيد المرسلين وآله الطيبين الطاهرين اما بعد فقد
قال الله تبارك وتعالى في قرآن المجيد وفرقان الحميد
يَا أَيُّهَا

وَجَعَلْنَا هُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِأَصْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَكَانُوا
لَنَا عَابِدُونَ ۝ هم نے انکو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت
کرتے اور ہم نے ان پر فعل خیرات اقامہ صلوٰۃ اور ایطاء زکوٰۃ کی
وحی کی اور وہ ہمارے ہی لئے عبادت کرتے ہیں۔ آیت میں خداوند
عالم ائمہ کا تذکرہ فرما رہا ہے۔ کون ائمہ جنکو تم نے نہیں ہم نے

بنایا ہے۔ کون ائمہ جو تمہارے حکم سے نہیں ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور خیرات زکوٰۃ اور نماز کی طرف ہم نے وحی کی (یہ وہ وحی ہے جو مادر موسیٰ اور شہد کی مکھی کی طرف بھی ہو سکتی ہے) کون ائمہ جنکی گردنیں غیر خدا کی طرف کبھی جھوکی ہی نہیں وہ ہماری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اب ایک لفظ رنگیا ائمہ کا جو امام کی جمع ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امام کسے کہتے ہیں۔ امام کے لغوی معنی پیشوا سردار۔ رہبر۔ رہنما۔ آگے آگے چلنے والے کے ہیں امام امام مسجد کو بھی کہتے ہیں۔ امام جماعت بھی امام ہے اور مذہب اربعہ میں فقہ کے چار اماموں کو بھی امام کہتے ہیں۔ مگر مذہب حقہ اثنا عشری میں خلیل خدا کے سلسلہ امامت کو امام کہتے ہیں۔ امام وہ جو مخصوص صنف اللہ ہو امام وہ ہے جس کو رسول بلند کر کے بتلائے ہذا اعلیٰ لواء خدا کا بنایا ہوا امام امام ہوتا ہے۔ اور اپنا بنایا ہوا اپنا غلام ہوتا ہے۔ وہ حاکم نہیں محکوم ہوتا ہے وہ غنی نہیں ہمارے دولوں کا محتاج ہوتا ہے۔ جمہور کا بنایا ہوا امام امامت پر کیوں فخر کرتا ہے اور کس پر فخر کرتا ہے کیا اس جمہور پر جس کے صدقہ اور طفیل میں وہ امام بنا ہے۔ اپنا بنایا ہوا اگرچہ ہمہ صفت موصوف ہو کچھ بھی ہمارے بنائے ہوئے اور خدا کے بنائے ہوئے ہیں زمین و آسمان کافر رہے گا یہ زمین پر بنا ہے وہ آسمان سے بنکر آیا ہے ملا دو جسے جاسویوں آسمان سے ؟ مگر لاؤ گے لفظ مولا کہاں سے

امامت ہمارے اصول دین میں ہے اور نبوت کے پہلو بہ پہلو صرف نام کا فرق ہے کام کا فرق نہیں جو نبوت کی ذمہ داریاں ہیں وہی امامت کی دونوں منجانب خدا ہیں۔ اگر سلسلہ نبوت سرکار ختمی مرتبت پر ختم نہ ہوتا تو امام ہی نبی ہوتا جن لوگوں نے امامت کو اپنے اصول دین میں نہیں رکھا اور امامت کو غیر اصولی سمجھا اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ امامت ایسی جگہ رکھ چکے تھے جہاں عصمت موجود نہ تھی۔ اگر اصول میں شامل کر لیتے تو نبوت کی طرح اسکی عصمت کا ماننا ضروری ہو جاتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامت یا خلافت جو دونوں ہم معنی ہیں آیا یہ امت کے واسطے ضروری ہے یا غیر ضروری اس کے لئے ہمیں نبوت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔

آیا نبی نے اس کو ضروری سمجھا اور اپنے بعد کسی کو امام یا خلیفہ بنایا یا غیر ضروری سمجھ کر دنیا سے چلے گئے۔ وہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا ضروری سمجھا یا ضروری نہ سمجھا۔ اگر ضروری سمجھا تھا۔ اور کسی کو بنا گئے تھے۔ تو آپ کو کیا حق رہا کہ اس کے واسطے لوگوں کو جمع کر کے ان کی رائے لیں اور اگر غیر ضروری سمجھا تھا تو نبی نے جس کو غیر ضروری سمجھا آپ نے اس کو اس قدر ضروری کیوں سمجھا کہ دین و دنیا کے بادشاہ کی تجہیز و تکہیز کو چھوڑ کر خلافت کی تدوین میں مصروف ہو گئے معلوم ہوا کہ آپ

کی نظر میں بھی یہ انتہائی ضروری کام تھا۔ حتیٰ کہ تجہیز و تکفین نبی سے بھی ضروری۔ مگر واہ رے رسول دنیا کی نظر تو اس کی اہمیت پر سوچتی مگر نبوت کی نظر زندگی بھر اس کی اہمیت پر نہ گئی۔ اور رسول ہی نہیں خدا نے بھی اس اہم تکمیل کے بغیر ہی اکملت لکم دینکم۔ کہہ دیا اُمت نے خدا اور اُس کے رسول پر بڑا احسان کیا۔ وہ کوتاہی۔ (معاذ اللہ) جو ہو گئی تھی اُمت نے اسکا ازالہ کر کے کارِ فدائی اور کارِ رسالت انجام دیدیا۔ معلوم ہوا کہ دین کا یہ عظیم ترین فریضہ تھا جس طرح پیغام رسانی کے لئے کسی پیغمبر کا خدا کی طرف سے آنا واجب ہے۔ اسی طرح اُس پیغام کی یاد دہانی کے لئے بعد پیغمبر کسی امام کا بھی اس کی طرف سے آنا واجب ہے تاکہ کلامِ قدرت میں پیغام رسالت میں بعد میں کوئی تبدل و تمغیر۔ کمی بیشی۔ اختلاف و نزاع نہ پیدا ہوا۔ اور عصمت کی شرط اس لئے لگا دی کہ وہ محافظ پیغام اپنی ذاتی اغراض نفسانی سے متاثر نہ ہو کر غلط فیصلہ نہ کرے لہذا امامت بھی نبوت کی طرح منصوص من اللہ اور محفوظ عن الخطا ہونی چاہئے۔ خا طی انسان سے امکانِ خطا ہے۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کہاں اور کس موقع پر خطا کی لہذا اسکا ہر فعل اور قول مشکوک ہے لہذا عصمت ضروری ہے۔ جہاں خطا پیشواؤں کی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے نبوت اور

امامت میں سے شرط عصمت ہی ختم کر دی گئی۔ اور کہہ دیا گیا کہ وہ بھی ہم جیسے بشر تھے حالانکہ ان کی بشریت میں اور ہماری بشریت میں زمین و آسمان کا فرق ہے وحی کی امتیازی شان کے علاوہ وہ روحانی بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی اشرف ترین اور افضل ترین نوع انسانی ہیں۔ جنہیں روح انسانی کے علاوہ روح قدسی بھی موجود ہے جس کے ذریعہ ان کی آنکھیں ملکوت کی سیر کرتی ہیں۔ ان کے کان فرشتوں کے آوازیں سنتے ہیں ان کی زبان خالق کائنات سے باتیں کرتی ہے۔ ان کے ہاتھ سورج کو مغرب سے کھینچ کر لے آتے ہیں ان کے پیر عرش کے فرش پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں ان کا دل و دماغ ہر وقت ذکر الہی سے مملو اور خطا و غیباں جس و عصیان سے محفوظ ہے مگر حاطی انسان اب بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ ہم جیسے انسان تھے اچھا اگر روح قدسی نظر نہیں آتی تو ان مادی لگا ہوں ہی سے ان معصومین کے جسمانی امتیازات ہی پر نظر ڈال لیجئے ان کے اجسام اور ہمارے اجسام ہی میں بڑا فرق ہے ان کے اجسام پر آگ اثر انداز نہیں ہوتی۔ ان کے اجسام کو زمین کھا نہیں سکتی۔ ان کے لئے طبعی موت نہیں۔ سردی گرمی ان پر اثر نہیں کرتی۔ مرنے کے بعد بھی ان کے اجسام اُسی طرح رہتے ہیں۔ قبریں ان کے اجسام متغیر نہیں ہوتے ان کا جسد بوسیدہ نہیں ہوتا۔ ان کا سایہ

نہیں ہوتا۔ یہ جب پیدا ہوتے ہیں تو مختون پیدا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ

ان کا پسینہ بھی خوشبودار ہوتا ہے۔ یہ جس طرح سامنے سے دیکھتے ہیں

پس سر بھی اسی طرح دیکھتے ہیں۔ مکروہ امراض میں مبتلا نہیں ہوتے

مضرتنا اگر چاہیں تو موجود ہو جاتے ہیں گو جسم نظر نہ آئے۔ ان کو درندہ

یا زہریلا جانور آزار نہیں پہنچا سکتا یہ تمام باتیں اسکا کافی ثبوت ہیں

کہ روح تو روح ان کے اجسام بھی ہمارے اجسام سے بالکل مختلف ہیں

اور یہ ہم جیسے بشر نہیں ہیں انکا علم عوام کی طرح انسانی نہیں ہوتا۔ امام

وقت ولادت ہی امام پیدا ہوتا ہے آج ایک ایسے امام کا تذکرہ

مقصود ہے جو سات سال کی عمر میں ایک باخبر علم دوست بادشاہ کے

دربار میں نو سوجید علماء کے روبرو بیٹھا ہوا شان امامت دکھا رہا تھا۔

رجب کی ۱۰ تاریخ تھی کہ سلسلہ امامت کا در شہوارہ خانوادہ

عصمت کا گوہر آبدار۔ گلزار رضوی کا غنچہ نو بہار۔ حکومت الہیہ کا مضمون

تاجدار۔ صنائع لم یزلی کا تابعدہ شاہکار۔ ہر در دگار کا بندہ بندوں کا پروردگار

نبی کا نواں دھی علی کے گھر میں تقی آیا۔ تقویٰ سلام کو آیا۔ عصمت نے کہا۔

امام آیا۔ عبادت مسکرائی۔ ہدایت انزائی۔ ایمان نے روشنی پائی۔

اسلام پر بہار آئی۔ تیسرے علی نے تیسرے محمد کو آغوش میں لیا۔

امام نے وہاں امام میں زبان کو دیا اور پہلے دن امامت کا سب

درس ختم کرادیا۔ ائمہ اثنا عشر کی عصمت کی منحرف دنیا آئے اور چھ سات سال کے بچے کے علم لدنی سے سبق لے امام محمد تقیؑ ابھی چھ سات سال کے ہیں عرب و عجم کے بادشاہ ماموں کی سواری گذرتی ہے کس امام بچوں میں شاہ راہ پر کھڑا ہے اس واقعہ کو معتبر مختلف العقائد مورخین نے مستند کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ میں نظم ہیں اس واقعہ کو پیش کر رہا ہوں۔

بڑا فرق ہے دین و دنیا میں حضرت امامت کہاں اور کہاں بادشاہت
 الوالا مہر چاہو جسے تم بننا لو بناوٹ کے پہلو لو نئے ایمان بھالو
 سجالو مگر رنگ و بو وہ کہاں ہے جو قدرت کے پہلو لو نئے خوشبو عیاں ہے
 سنو طفل عصمت کا قصہ سنا ہیں یہ فرق امامت و شاہی دکھائیں
 سنا ہو گا تم نے تھا ماموں خلیفہ بڑی شان و شوکت بڑا باسلیقہ
 پیچی دھوم تھی اک زمانہ میں اس کی نہ یکتا تھا کوئی منطوم سسکی
 وہ اک دن بے دستان و افوج دفرا بڑی تمکنت سے سواری میں گذرا
 جمع راہ میں تھے کچھ اطفال آگے سواری کو آتے جو دیکھا تو بھاگے
 مگر ایک بچہ نہ ٹھٹکا نہ جھپکا ثبات قدم اک قیامت تھا اسکا
 تھا جبران ماموں کہا نام کیا ہے نہ ڈرنے کا سوچا بھی انجام کیا ہے
 کہا آپ نے نام میرا تقی ہے رسول خدا جہاں دادا علی ہے
 بڑی راہ تھی کیا ہوا اگر کھڑے ہیں خدا کے سوا ہم کسی سے ڈرے ہیں

کہا اگر یہ دعویٰ تمہارا بجایا ہے
 جبین امامت پہ کچھ بل سا آیا،
 شہنشاہ دنیا کے شہباز اڑ کر،
 وہ ماہی کو مٹھی میں اپنی چھپا کر
 لیا کرتے ہیں امتحانِ امامت
 وہ دیکھیں ہمیں انکی آنکھیں کہاں ہیں
 بتا دوں کہے تو میں تر اٹھکانہ
 ہماری ہے عالم پہ فرمانروائی
 الوالامر وہ ہے اگر امر کر دے
 جمہور حکومت پہ آیا پسینہ
 کبھی عفوِ جرات کبھی غدرِ خواہی
 یہ قصہ ہی دیتا ہے اختہ گواہی
 ماموں امام محمد تقی علیہ السلام کا یہ
 اعجاز دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عظمتِ امامِ دل
 میں گھر کرتی چلی گئی۔ عقیدت اور ارادت کے دریا میں طوفان آیا۔ اور یہ طے
 کر لیا کہ مجھے اپنی لڑکی کا عقد فرزند امام رضا سے ضرور کر دینا چاہیے۔
 خاندانِ عباسیہ کے امراء اور اراکینِ سلطنت کو جمع کیا اور کہا میں نے
 بیڑے کیا ہے کہ ام الفضل کا عقد فرزند علی رضا سے کر دوں کیا راتے ہے۔

یہ سنکر لوگ حیران رہ گئے سرگوشیاں ہوئیں۔ ماموں سے متفقہ سب نے کہا سرکار کو اختیار ہے۔ مگر ان کے باپ کو داماد اور ولیعہد بنا کر سلطنت کو کیا فائدہ پہونچا جو اس کمسن بچے سے جو تعلیم یافتہ بھی نہیں شاہزادی کا عقد کیا جا رہا ہے ایسا ہی ہے تو اس بچہ کو ابھی محل میں رکھا جائے۔ تعلیم و تربیت دی جائے اگر کسی قابل ہو جائے تو عقد ہو جائے ماموں نے سب کی باتیں سنیں اور کہا دیکھو تم سب اس فرزند کی نبی غلط سے واقف ہو یہ فرزند اس خاندان سے متعلق رکھتا ہے۔ جن کو خدا نے علم و حکمت سے آراستہ کیا ہے یہ اوز پچوں کی طرح نہیں جس کو ناقص سے کامل بنایا جائے بچہ موجود ہے تم اپنے جید علماء اور فضلا کو لے آؤ اور مقابلہ کر لو۔ اگر یہ بچہ جواب سے عاجز رہے تو اپنی رائے بدل دوں گا۔ فیصلہ ہوا کہ تاریخ مقرر کی جائے مباحثہ کی تاریخ کا تعین ہوا۔ علم دوست بادشاہ کی مملکت میں علماء اور فضلا کی کمی نہ تھی۔ ہر ہفتہ مجلس مباحثہ ہوتی تھی۔ معینہ تاریخ پر دربار میں علماء کی آمد شروع ہوئی سیٹروں و ستار بند گلے سے رومال لپیٹے آ بیٹھے۔ درباری مشہور و معروف عالم بھیلی ابن اکثم سلطان العلماء تجدید و نوکر کے اگلی کرسی پر آ بیٹھے امام محمد تقی جن کی عمر اسوقت ۹ سال بتلائی گئی ہے جب تشریف لائے ماموں خود تعظیم کو اکٹھا اور اپنے برابر تخت پر جبکہ

دی مباحثہ کا آغاز ہوا۔ قاضی القضاۃ یحییٰ ابن اکثم نے دستہ بستہ بادشاہ سے اجازت چاہی کیا میں اس بچہ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں ماموں نے کہا۔ ہاں۔ قاضی صاحب نے امام سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی جانور کا شکار کرے تو حضور کا حکم کیا ہے۔ علم لدنی کے حامل امام نے فرمایا۔ کتنا نامکمل سوال کرتے ہو۔ یہ بتلاؤ۔ کہ وہ شکاری حل ہیں تھا یا حرم ہیں۔ حرم میں تھا تو کیا واتف حکم شرع تھا یا ناداتف حکم شرع۔ جان کر مارا تھا یا بھولے سے۔ وہ آزاد تھا یا غلام تھا۔ بالغ تھا یا نابالغ۔ پہلی غلطی تھی یا دوبار غلطی ہوئی۔ شکار پرند تھا یا پرندہ نہ تھا۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ اپنی غلطی پر اصرار ہے یا کئے پر شرمسار۔ رات کو شکار کیا یا دن میں۔ احرام عمرہ کا تھا یا احرام حج۔ قاضی القضاۃ کو یہ جواب شکر پسینہ آگیا۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اہل محفل حیران رہ گئے۔ قاضی صاحب کی خاموشی اور خمیدہ گردن نے مباحثہ کے نتیجہ کا اعلان کر دیا ایک مسئلہ اور اسکی بائیس صورتیں اس تشریح کے ساتھ بیان کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پھر ہر ایک کا جواب دینا جس کو طوالت کی وجہ سے چھوڑا جا رہا ہے اعجاز امامت نہ تھا تو اور کیا تھا۔ ماموں رشید خوشی سے پہلوانہ سما یا جوش مسرت میں یہ کلمہ زبان پر لایا الحمد للہ علی احسانہ۔ پھر علمائے اور عباسیوں کی طرف دیکھ کر کہا کہ جواب تو سمجھ

گئے یہ بچتہ نہیں ان سن رسیدہ سفید ریش علماء سے افضل اور بزرگتر ہے۔ سب نے ماموں کی تائید کی اُسی محفل مباحثہ میں رسم عقد امام ادا کی گئی۔ ماموں نے امام محمد تقی سے درخواست کی کہ فرزند رسول خطبہ اور صیفہ نکاح پڑھئے۔ امام نے لحن داؤدی میں امامت کی شان سے خطبہ پڑھا۔ حفاظ اور قاری سنکر جھومے الفاظ قرآنی نے امام کے لبہائے مبارک چومے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ • الْحَمْدُ لِلّٰهِ اِقْدَامًا يَنْعَمَتَانِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَخْلَا صَاحِبًا وَاحِدًا اَنْبِيَاً وَصَاحِي اللّٰهِ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاِ
وَالْاَصْفِيَاءِ مِنْ عَشَرَتِهِ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ كَانَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا اَنْ
اَنْعَا هُمْ بِالْحَلَالِ عَنِ الْحَرَامِ فَقَالَ سُبْحَانَا وَانْكَبُوا الْاَيَّامِ
مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاَمَّا عَلَيْكُمْ اَنْ تَكُونُوا اَفْقَرًا
لِّقَتْلِهِمْ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللّٰهُ وَاَسْعَ عَلَيْهِمْ ۝ ترجمہ۔ (سورہ نوہ)
اللہ کی حمد و ثنا اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کی
وحدانیت کی پرخسوس گواہی کہ اُس ایک معبود کے سوا کوئی دوسرا
معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ پر اللہ کی رحمت جو سردار مخلوقات ہیں اور
ان کی اولاد معصومین پر درود سلام اللہ کا یہ انعام ہے کہ اس نے
حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دیا اور قرآن میں حکم دیا۔ اپنی

قوم کی بے شوہر عورتوں نیک غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کر دیا
 کروا کر یہ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے مالدار بنا دیگا۔
 اور اللہ بہت بڑا علیم ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنی وادی فاطمہ زہرا
 بنت محمد مصطفیٰ کے مہر کے مطابق پانچ سو درہم پر ام الفضل بنت مامون
 رشید سے عقد کیا۔ مامون نے کہا میں نے مذکورہ مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح
 وکالتاً منظور کیا کیا آپ قبول کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا قَبِلْتُ۔ میں
 نے قبول کیا۔ مبارک سلامت کی صدائیں آسمان سے بائیں کر رہی
 تھیں مامون کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دربار دہلہن بنا ہوا انتہا جشن
 عروسی عید کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اراکین و اعیان سلطنت حسب
 مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کشتیوں میں غلام عطریات لے
 کھڑے تھے عمامہیں سلطنت اور علماء کی داڑھیوں میں عطر لگایا جا رہا تھا
 رنگ بزرگ کی غذا تیں دسترخواں پر سچی ہوئی تھیں۔ انعام و اکرام
 کی بارشیں ہو رہی تھیں۔ مجمع جب طعام و انعام سے فارغ ہوا۔ تو
 مامون نے کلام کیا۔ اگر امام چاہیں تو اسی محفل میں قاضی یحییٰ ابن
 اکثم سے بھی فقہی سوال کر سکتے ہیں۔ قاضی صاحب گھبرائے امام نے فرمایا
 کیا مذاائقہ ہے قاضی صاحب کی طرف رخ کیا فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک
 عورت کسی مرد پر صبح سویرے حرام ہو دن چھڑے حلال ہو جائے۔ زوال

کے وقت پھر حرام ہو جائے۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو جائے۔ غروب کے وقت حرام ہو جائے۔ عشاء کے وقت حلال نصف شب میں پھر حرام ہو جائے اور جب پھر صبح ہو حلال ہو جائے۔ مسائل اور بھی پوچھے جاسکتے تھے مگر محفل عقد کی مناسبت سے یہ امام ہی کی نظر تھی کہ اس مسئلہ کا انتخاب فرمایا قاضی یحییٰ نے درخواست کی فرزند رسول اس مسئلہ پر بھی آپ ہی روشنی ڈالیں۔ امام نے فرمایا سنو اور یاد رکھو۔ ایک غیر شخص کی کینز تھی صبح کو اُسے دیکھنا حرام تھا۔ دن چھڑے اس کو خرید لیا جائز ہو گئی۔ ظہر کے وقت اُسے آزاد کر دیا حرام ہو گئی عصر کے وقت اس سے عقد کر لیا حلال ہو گئی۔ مغرب کے وقت ظہار کیا حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت کفارہ ظہار دیدیا حلال ہو گئی۔ نصف شب میں طلاق دیدی حرام ہو گئی۔ صبح کے وقت رجوع کر لی پھر حلال ہو گئی۔ (صلوٰۃ) امام کا قیام بعد عروسی بغداد ہی میں رہا بہت کوشش ہوئی کہ امام محل سرا میں قیام فرمائیں مگر امام نے پسند نہ فرمایا محل سرا کے قریب ایک معمولی مکان میں قیام پذیر رہے لوگ مسائل فقہیہ کے استفسار کو برابر آتے تھے تا کہ قاضی یحییٰ بھی اکثر حاضر ہوتے اس زمانہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جس کو میں مقدس اردبیلی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عالم یا عمل کی مقدس کتاب حدیقۃ الشیعہ ص ۷۷ سے بیان کر رہا ہوں اس واقعہ کا حال بعد

شہادت امام محمد تقی علیہ السلام معلوم ہوا جناب حکیمہ دختر امام رضا علیہ السلام فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی امام محمد تقی کی شہادت کے بعد اپنی بھانجی ام الفضل سے ملنے گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ مفارقت امام ہیں زار و قطار روتی ہے مجھ سے کہنے لگی کہ عہ گرامی میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جو ایسا واقعہ کبھی سنا ہی نہ ہو۔ میں نے کہا سناؤ کیا واقعہ ہے۔ کہنے لگی ایک روز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت نہایت خوبصورت اور خوش سلیقہ مجھ سے ملنے آئی۔ میں نے کہا آپ کون ہیں۔ کہا میں خاندان عمار یا سر سے ہوں اور امام محمد تقی کی زوجہ ہوں میں اس کے سامنے تو خاموش رہی مگر اس صدمہ اور غصہ کو برداشت نہ کر سکی۔ نصف شب کے قریب میں روتی ہوئی باپ کی خدمت میں پہنچی۔ اور اس سے شکایت کی کہ محمد تقی نے اور شادی کر لی ہے۔ اور جب میں نے کہا تو وہ مجھے اور تجھے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ میرا باپ ماموں اسوقت شراب کے نشہ میں ایسا ست تھا کہ اسکو سروپا سے بے خبری تھی۔ غصہ میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ تلوار اٹھائی کچھ خدام کو ساتھ لیا اور خانہ محمد تقی میں داخل ہو گیا۔ دیکھا امام سو رہے ہیں تلوار سے پارہ پارہ کر دیا اور چلا گیا۔ میں روئی اور دل میں کہا کہ یہ میں نے اپنے ادھر کیا ظلم کیا میں روتے روتے ایک گوشہ میں سو گئی۔ صبح کو یا سر خادم نے میرے باپ ماموں سے کہا کہ رات آپ سے ایک خلاف امید

بات سرزد ہوئی ماموں نے پوچھا کیا۔ یا سر نے کہا رات آپ کی لڑکی آئی اور اس نے فرزند رسول کی شکایت کی اور آپ نے جا کر ان کو قتل کر دیا۔ ماموں یہ سن کر زار و قطار رویا منہ پر طمانچے مارے اور بے ہوش ہو گیا جب ہوش میں آیا تو یا سر خادم کو خبر کیلئے بھیجا۔ یا سر کہتا ہے جب میں آیا تو میں نے دیکھا کہ امام محمد متقی نہر کے کنارے وضو کر رہے ہیں جب وضو کر چکے تو میں نے چاہا کچھ بات کروں کہ امام نمازیں مصروف ہو گئے ہیں نے فوراً ماموں کو یہ سب واقعہ سنایا ماموں شکر خدا بجالایا اور ہزار دینار یا سر خادم کو دیئے۔ اور بیس ہزار دینار امام کو بھیجے یا سر نے جا کر بتلا دیا کہ میں نے دیکھا کہ امام کے جسم پر زخم کا ایک نشان نک نہ تھا ماموں بہت خوش ہوا اور اپنا گھوڑا اور وہ تلوار جو رات کام میں لایا تھا خود لا کر امام کی خدمت میں پیش کی اور غصے سے کہا کہ اگر تو نے کبھی کوئی شکایت امام محمد متقی کی مجھے کی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ جو چیز خدا نے ان کے لئے حلال قرار دی ہے میں حرام کر دوں ماموں نے امام سے معافی چاہی امام نے نصیحت فرمائی کہ شراب نوشی ترک کر دے۔ اسی روز سے تائب ہوا۔ یہ واقعہ اعجاز ہے اور قدرت کا ایک بڑا راز ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جبکہ امام علی نقی پیدائہ ہوئے تھے پھر کس طرح ممکن تھا کہ جانشین امام کے آنے سے قبل

امام کی زندگی ختم ہو جاتی لہذا بعد قتل قدرت نے پھر زندہ کر دیا۔ امام کا قیام بغداد میں جتنے دنوں بھی رہا رہ کر مدینہ کی یاد سنا رہی - روضہ رسول اور جہدہ معظمہ کے روضہ کی تصویریں پیش نظر تھیں آخر ماموں کو ہموار کر کے آپ عازم مدینہ ہوئے۔ ام الفضل بھی ہمراہ تھی امام اعجاز امامت دکھاتے خشک درختوں کو بار آور بناتے مدینہ منورہ پہنچے۔ اب صرف دو ہی مصروفیتیں تھیں تبلیغ دین - یا روضہ رسول پر حاضری۔ درس و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا سیکڑوں شاگرد عالم جید بنکر لکھے۔ جنہیں سے ہر ایک نے متعدد کتابیں تفسیر و حدیث و فقہ کی تالیف و تصنیف کیں۔ امام کی ہر نماز روضہ رسول میں ادا ہوتی لوگ جوق جوق حل مسائل کو آنے خلیفہ ایک مرتبہ بیمار ہوا اور منت مانی کہ کثیر رقم فقراریں تقسیم کرے گا۔ خدا نے صحت عطا کی علماء کو جمع کیا گیا کہ بتلاؤ کثیر رقم سے کیا مراد ہے اور مجھے کتنی رقم خیرات کرنی چاہئے مگر کوئی عالم جواب نہ دے سکا بالآخر امام سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا اگر درہم کی منت مانی ہے تو اسٹی درہم اور اور اگر دینار کی منت مانی ہے تو اسٹی دینار خیرات کر دیتے جائیں۔ اسلئے کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ لَصَّوْكُمْ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَةٍ۔ یعنی ہم نے تمہاری کثیر خطرات میں مدد کی جن موقعوں

پر بخدا نے اپنے رسول کی مدد فرمائی اگر سب غزوات اور سرایا کو شمار کیا جائے تو وہ اتنی ہوتے ہیں۔ لہذا کثیر سے مطلب اتنی ہے۔ خود بنے تھے وہ انہیں حق نے بنایا ہے امام۔ وہ امامت اور تقی اور امامت اور ہے۔

مصائب

۲۱۸ھ میں ماموں رشید کا انتقال ہوا اور تخت حکومت پر معتصم کا قبضہ ہو گیا۔ دشمن اہلیت کے خاندانی وارث نے قتل امام کی تیاری شروع کی۔ حاکم مدینہ کو حکم پہونچا کہ امام محمد تقی کو مع ام الفضل فوراً بغداد بھیج دو۔ امام کو حاکم مدینہ کا پیغام پہونچا سفر کی تیاریاں ہوئیں آثار عداوت اور علم امامت نے بتلایا کہ یہ آخری سفر ہے سب سے پہلے امام قبر رسول پر اس طرح پہونچے۔ سر برہنہ گریباں چاک چھہ برس کا فرزند ساتھ۔ قبر رسول کو دیکھ کر روتے ہوئے دوڑ کر لیٹ گئے۔ نانا ظالم مجھ سے مدینہ چھوڑا رہے ہیں آپ کا فرزند اس مقدس روضہ کی برکتوں سے ہمیشہ کو محروم ہو رہا ہے بغداد جس عرض سے بلایا جا رہا ہوں وہ آپ کو بھی خوب معلوم ہے میں راضی برضاۓ الہی ہوں۔ مگر علی نقی کی کسنی کا خیال ہے اگر یہ

نہ رہا تو سلسلہ امامت نہ رہیگا۔ فرزند کو قبر مطہر سے چٹا کر فرمایا اس کو آپ کی آغوش حفاظت میں چھوڑ رہا ہوں۔ شاید قبر رسول سے جواب آیا ہو۔ بلیا غم نہ کھا۔ محمدؐ کے بعد قدرت نے علیؑ کی حفاظت کی تھی اب یہی قدرت محمدؐ کے بعد علیؑ کی حفاظت کر گئی جاؤ محمدؐ سداً روحہ را حافظ۔ امام فرزند کو لئے جدہ معظمہ فاطمہ زہراؑ کی قبر پر حاضر ہوئے۔ دونوں اماموں نے آبِ اشک سے دھونو کیا۔ اور رخسارے قبر اطہر پر رکھ کر تادیر روتے رہے۔ جدہ محترمہ قبر انور کی مجاوری سے محروم ہو رہا ہوں ایک چھوٹا عجاوہ اب خدمات مجاوری انجام دے گا یہ بعد خدا آپ کے سپرد ہے کیا عجب کہ بنت رسولؐ کی قبر سے آواز آئی ہو۔

اگر سفر میں مزار حسینؑ پر جانا پڑے مرنے والے کو میرا سلام پہنچانا منقی ہے پاس مرے اسکا ہے خدا حافظ پڑے سدھار دجاوشہادت کا مرتبہ پانا امام واپس گھر تشریف لائے تبرکات امامت چھ سال کے امام کے سپرد کئے۔ تادیر سینہ سے لگاتے رہے اسرار امامت کی تعلیم ہوتی رہی گھر والوں نے امام کو زحمت کیا امام نے فرمایا میرا سب کو آخری سلام ہو۔ پھر امام علیؑ منقی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بیٹے کو اٹھا کر گلے سے لگا لیا۔ پیشانی کو تین مرتبہ چوما اور خدا حافظ کہہ کر روانہ

ہو گئے۔ بغداد میں ابھی کچھ ہی روز قیام کیا تھا۔ کہ مقتسم اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا۔ ۲۹ ذیقعد کو زہر سے شہادت واقع ہوئی۔ چھ سات سال ہی کی عمر میں ہمارا دسواں امام یتیم ہو گیا۔ بغداد سے جنازہ چلا کاظمین میں دادا کی آغوش پسند آئی مغرب امام پر بغداد میں کوئی رونے والا بھی نہ تھا۔ مدینہ میں عزیزوں کو کیا خبر کہ کیا ہو گیا۔ امام علی نقی باب کو رو بھی نہ سکے مگر میں عرض کروں گا مولا صبر فرمائے آپ نذوہاں موجود نہ تھے۔ سکی نہ تو موجودہ ہوتے ہوئے نہ روسی۔



اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاَلَمِ

فضائل

امام علی نقی علیہ السلام

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على

سيد المرسلين وآلهم الطاهرين اقباله فقد قال الله تعالى
في قرآن المجيد (نبي)

لَقَدْ ارسلناك بالبينات وانزلنا معك الكتاب والميزان -
يشك ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو دلائل اور رہبان واضح کے
ساتھ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ کتاب اور میزان اتاری -
آیت نے واضح طور پر یہ بتلایا کہ رسول وہ ہے جسکو اس نے
بھیجا ہو لے ارسلنا رسولنا به تحقیق ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو اب
اگر بندہ کہے کہ میں اسکا رسول ہوں تو غلط بلکہ خدا کہے کہ یہ میرا رسول
ہے قدرت نے صادق اور کاذب کی پہچان بھی بتلادی بالبینات

کہہ کر یعنی ہمارا بھیجا ہوا بینات کو ساتھ لائے گا۔ زبان قرآن میں
 بینہ معجزہ کو کہتے ہیں اب ہر آنے والا جو اس کی طرف سے آئے بنی ہو
 یا وصی اپنی صداقت کے لئے معجزہ ضرور ساتھ لائے گا از دمِ ناخاتم کوئی
 بنی ایسا نہیں جو کوئی نہ کوئی معجزہ اس زمانے کی ضرورت کے مطابق
 اپنے ساتھ نہ لایا ہو اور اود کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا۔ سلیمان کو ہوا میں
 اڑا دیا۔ موسیٰ کا عصا سانپ بنا دیا۔ عیسیٰ سے مردہ زندہ کرادیا۔ اور یہ
 تمام معجزات و صفات آخر میں آنے والے آخری نبی سردار انبیاء کی ذات
 قدسی صفات میں جمع کر دیئے اور انبیاء کو جزوی اختیار ملے سید الانبیاء
 کو کلی مختار بنایا رسول اگر ہاتھ اٹھا دیں تو سورج مغرب سے پلٹ آئے
 انگل اٹھا دیں تو چاند دو ٹکڑے نظر آئے۔ مردہ ہی میں نہیں پتھر میں
 اگر جان ڈالیں تو انسانوں کی طرح بولنے لگجائے معلوم ہو کہ نبی یا وصی
 بننے کے لئے صرف دعویٰ ہی کافی نہیں صداقت میں دو چیزیں
 پیش کرنی پڑیں گی۔ ایک معجزہ ایک علم لدنی۔ صاحب اعجاز
 ہو اور وہاں سے علم لیکر آئے۔ رسول آئی کے بھی یہی معنی ہیں یعنی
 صاحب علم لدنی۔ تاریخ انبیاء کی ورق گردانی کر جائے کسی نبی
 کے متعلق یہ نہیں ملتا کہ یہ نبی فلاں استاد کا شاگرد تھا۔ اس
 زمانہ کی درسگاہ ہیں فلاں فلاں سند حاصل کی تھی نبی اور وصی کی

پہچان ہی یہ ہے کہ کسی دنیوی درسگاہ میں زانوئے ادب تہہ نہ کیا ہو
 اگر کسی نبی یا وصی کو آپ ایسا پائیں کہ دنیا میں کسی عالم کا شگرد ہو تو
 وہ نبی نبی ہی نہیں رہتا کیونکہ حق افضلیت استاد کو پہنچتا ہے اب
 اگر آپ کسی کے متعلق یہ سن پائیں کہ فلاں درسگاہ میں تعلیم پائی فلاں
 امتحان دیا فلاں کا شگرد تھا تو ہرگز نبی نہ مانیں وہ غلام نبی
 تو شاید ہو سکے لیکن نبی نہیں ہو سکتا۔ نبی وہ ہے جسکا وصی بھی استاد
 جبریل ہو (صلوٰۃ) اسی طرح معجزہ بھی ثبوت نبوت ہے ہر نبی اور ہر
 وصی نے اپنے اپنے زمانہ اور اپنی زندگی میں ثبوت نبوت میں معجزے
 پیش کئے مگر آج نہ وہ رسول نظر آتے ہیں نہ وہ معجزے تو کیسے یقین
 ہو کہ وہ نبی یا رسول تھے لہذا آخر میں ایک ایسا رسول آنا چاہیے جو
 انبیاء ماسبق کی نبوت اور ان کے اعجاز کی تصدیق فرمائے اور اپنی
 نبوت کا کوئی ایسا زندہ اعجاز چھوڑ جائے جو رہتی دنیا تک اس کی
 نبوت کی تصدیق کرتا رہے چنانچہ ختمی مرتبت کو اس لم یزل اور
 لا ینزال نے وانزلنا مغھم الکتاب والمیزان کہہ کر ایسے ابدی معجزے
 عطا فرمائے جو انبیاء ماسبق کی نبوت اور اعجاز کے ہی نہیں بلکہ
 خاتم المرسلین کی زندہ نبوت کے ناقیامت گواہ اور ثبوت رہیں گے
 ایک معجزہ کتاب اور دوسرا میزان ہے۔ میزان کے لغوی معنی ترازو یعنی

کسی چیز کی قدر و قیمت، ثقل و وزن۔ کے نام سے تولنے کا آلہ
 لہذا قرآن کے کیف و کم کو زیر و بم کو متشابہ اور محکم کو اگر تولنا
 اور ناپنا ہو تو کسی ہزار یا بخار کے گز سے زردار کے زر سے انزاب
 لیا تو گزوں کا نہیں زمین و آسمان کا فرق ہو جائے گا۔ اس کے تولنے
 کو رنگ خوردہ ترازو کی تلاش نہ کیجئے۔ بلکہ معانی قرآن حقیقت قرآن
 کو ایمان کے کاٹے میں تولئے۔ بلکہ کل ایمان کی میزان میں۔ قدرت
 نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ نازل کیا ایک کو رسول کے گھر میں اور
 ایک کو اپنے گھر میں اور کیونکہ قرآن کو قیامت تک رہنا تھا اسلئے
 میزان امامت کو بھی قیامت تک رکھنا نہ وہ ان سے جدا ہوگا۔
 نہ یہ اس سے جدا ہونگے بلکہ دونوں روز قیامت حوض کوثر پر رسول
 کے ساتھ ہوں گے۔ حسب طرح قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی صورت
 کا خواب دینا آج تک نہ لاسکی اسی طرح میزان کی بارہ صورتوں میں
 کسی کم سن صورت کا جواب بھی دنیا آج تک نہ پیش کر سکی۔ اور قیامت
 تک ان دونوں کا ساتھ ساتھ رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر
 اذہان انسانی کسی وقت خلافت مقصد قرآنی ترجمانی پر مائل ہو جائیں
 تو کتاب صامت کیونکہ روک ٹوک خود نہیں کر سکتی۔ تو میزان یعنی
 کتاب ناطق صحیح راستہ پر لگادے مگر خدا را ایسا نہ کیجئے کہ کتاب

کے پاس کسی ایسی میزان کو جو غیر معصوم ہو لا کر بٹھا دیں اس طاہر کتاب کو تو سوائے مطاہرین کوئی مس بھی نہیں کر سکتا لہذا کتاب کے پاس کسی طاہر و معصوم کو بٹھائیے قرآن کتاب مبین ہے اس کے ساتھ امام مبین کو لائیے۔ خدا فرماتا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب المبین اب ایسے کو تلاش کیجئے جس کے متعلق خود خدا فرما رہا ہو کل شیئ احصینا لا فی امام المبین۔ (صکلوۃ)

قرآن اور امام دونوں عجائز رسالت اور دونوں معصوم اور دونوں لازم و ملزوم۔ آج تعلیم یافتہ مغرب زدہ طبقہ قرآن پر معترض ہے کہ قرآن جو آیتن الہی ہے ناقابل نفاذ ہے اگر قابل نفاذ ہوتا تو کسی ایک اسلامی حکومت میں تو آیتن قرآن پر عمل ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر اسلامی ملک کا قانون جدا گانہ ہے معلوم ہوا کہ قرآن ایک ایسا آئین ہے جو ناقابل نفاذ ہے۔

ایسے آئین کو کیا کرنی لے کے۔ جو کہیں قابل نفاذ نہ ہو۔

بظاہر اعتراض سوچا سمجھا ہے۔ مجرم کی وہ سنرائیں جو آئین ربانی میں نظر آتی ہیں حکومت مسلمانوں میں نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے مسائل اور قضایا بھی ہیں جنکو اسلامی عدالتیں آئین الہی کے مطابق طے نہیں کر رہیں مگر کسی آئین پر عمل نہ کرنا آئین کا نقص نہیں عمل نہ کرنے والوں کے

نقائص کا باعث بھی کہا جاسکتا ہے۔ ہاں الہی آئین پر کماحقہ عمل کرنے سے کوئی دشواری یا خرابی پیدا ہوتی تو بیشک آئین کی کمزوری کہہ کر اس آئین کو ناقابل عمل بتلایا جاسکتا تھا۔ لیکن جب عمل ہی نہیں ہو رہا تو کیسے سمجھ لیا کہ یہ ناقابل عمل ہے علاوہ بریں اگر زمانہ رسول میں بھی اس پر عمل نہ ہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ ناقابل عمل ہے اس وقت جو اس پر عمل نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آپ کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ یہ آئین ہی ناقابل عمل ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے یہ آئین تنہا نہیں آیا تھا اس کے ساتھ قدرت نے میزان بھی بھیجی تھی۔ جیسا ابھی آپ نے عنوان میں سنا۔ مگر مسلمانوں نے بعد رسول میزان کو تو چھوڑ دیا اور حسب کتاب اللہ کہہ کر عمل شروع کر دیا۔ اب اس وقت بغیر میزان کے کام چل رہا ہے اور اسی طرح کارواں غلط راستہ پر چلتا رہے گا۔ جب تک میر کارواں نہ آجائے میزان کو چھوڑ کر آئین کے اجراء کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے رسول کو اپنا سا بشر کہہ کر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے

اسکو نہ سنو گے جو محمد کی زبانی ہے رسیا بیگا قرآن فقط ایک کہانی
قرآن کو عترت سے جدا کر کے تو دیکھو ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی
ذبی الحجہ کی ۱۵ تاریخ تھی کہ یادگار محمد مصطفیٰ جگر گوشہ علی

مرتضیٰ دل و جان شہید کر بلا۔ ضیائے چشم زین العبا۔ نذر ویدۃ باقر
 قبلہ نما۔ دلبر صادق و صفا۔ قرۃ العین کاظم صبر آزما۔ روح و کیاں
 علی رضا فرزند تقی امام القیام امام نقی حجت خدا۔ روح ایمان بستکر
 شمع عرفان بنکر۔ تفسیر قرآن بنکر۔ رسالت کی زبان بنکر۔ امامت کی شان
 بنکر۔ کتاب کی میزان بنکر۔ عصمت کردہ محمد میں علی بنکر آیا۔ شریعت کردہ
 میں بچہ ہدایت کا سامان آیا۔ میزان بنکر بچہ تفسیر قرآن آیا امام علی نقی
 نے اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ چھ سال تک مدینہ میں زندگی بسر کی
 معتمد سفاک کا دور حکومت تھا امام محمد تقی کو بغداد بلا کر زہر سے شہید
 کیا گیا۔ کسنی امام نے امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں معتمد کے خاتمہ کے
 بعد اودار بدلتے رہے سلطنتوں نے کروٹیں بدلیں۔ آخر متوکل کا زمانہ
 آیا۔ امام مدینہ میں ہدایت کا آفتاب بنکر تشنگان ہدایت کو صراط مستقیم
 دکھاتے رہے۔ متوکل کو خبریں پہونچیں نہ دیکھا گیا۔ نبض عداوت پھر کی
 دیرینہ دشمنی میں اوبال آیا امام علی نقی کو مدینہ سے سامرہ بلایا امام کو
 بغرض اہانت (خانہ الصعابیک) میں ٹھہرایا گیا۔ جو غریار فقرار کے ٹھہرنے
 کی جگہ تھی۔ ایک محب اہلبیت آپ سے ملنے آیا اور قیام گاہ کو دیکھ کر رو دیا
 آپ نے رونے کا سبب پوچھا کہا مولا یہ بھیک مانگنے والوں کے
 ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جہاں آپ کو ٹھہرایا گیا ہے امام نے فرمایا میری

اس میں بھی ذلت نہیں فقرار کی ہنشین ہماری عزت ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے۔ میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں دیکھو یہ کیا مقام ہے اُس نے اب جو دیکھا ایک سرسبز و شاداب باغ روکش جنت ہے۔ سبزہ کا ٹھنڈی فرش صاف و شفاف پانی کی نہریں۔ پہلوں سے لہتے ہوئے درخت۔ حور و غلمان سے زیادہ فرمان بردار خدام دیکھ کر حیران رہ گیا۔ امام کے معجزات کی شہرت ہوتی رہی متوکل گھبرایا اور امام کو جس دوام کا حکم دیا گیا۔ اور یہ برج امامت کا دسواں تاجدار بارہ سال مسلسل قید و بند کی سختیاں جھیلیا رہا قید سے رہائی ہوئی تو منظر بندی کا آغاز ہوا۔ مقبولیت امام کے ختم کرنے کو توہین و تذلیل کی تدبیریں ہوئیں متوکل نے ایک روز دربار میں طلب کیا محفل عیش و نشاط گرم تھی دور شراب عام تھا مطربان خوشگلو اپنے اپنے کمال کی داد لے رہے تھے امام کو آتا دیکھ کر اپنے پہلو میں جگہ دی اور اوربے غیرت خلیفہ اسلام نے امام کی طرف جام شراب بڑھا کر کھیا پیچھے بڑا نازک وقت تھا۔ صابر امام نے سنبھل کر فرمایا۔ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا خون و گوشت کبھی اس سے مخلوط نہیں ہوا۔ یہ تمہارا ہی حصہ ہے متوکل ہنسا اور کہا اچھا اگر یہ ناپسند ہے تو کچھ گانا ہی سنائیے۔ امام نے فرمایا میں اس فن سے بھی واقف نہیں ہوں کہنے لگا کچھ سنانا ضرور ہوگا۔ کچھ اشعار ہی پڑھ کر سنائیے امام نے دیکھا کہ منہیات کے دائرہ سے نکل کر

متحبات کی منزل آگئی ہے تو حضرت نے فرمایا اچھا سنو اور غور سے سنو
اور یاد بھی رکھو۔ چند عربی کے شعر آپ نے پڑھے۔ جنکا منظوم اُردو
ترجمہ یہ ہے۔

گزاری جنہوں نے پہاڑوں پہاڑی محافظ تھے ان کے ہمدرد سپاہی
حفاظت کا کچھ فائدہ بھی نہ پایا قلعہ سے جواترے لمحہ میں لٹایا
کسی نے یہ مدفن میں ان کو پکارا وہ زیور وزینت ہوا کیا تمہارا
وہ تاج مرصع تخت حکومت کہو کیا ہوئی اب وہ زمیں و شوکت
نہ بولا کوئی جب تو پھر قبر بولی وہ شاہی نہیں اب ہے کیڑی گولی
مکان جس کے اب بھی زمین پر کھڑے ہیں وہ مدفن میں زیر زمین اب پڑے ہیں
نہ دولت رہی اب نہ حشمت وہ باقی گئے تہنک اور چلے آئے ساتھی
خراہوں میں بدلے ہیں ایوان اُنکے ملے خاک میں آج ارمان اُنکے
نجس جو غذاؤں سے اب تک پلے ہیں نجس کیڑوں کی اب غذا وہ بنے ہیں
زبان امامت سے نکلے ہوئے الفاظ قیامت بن گئے۔ رنگینی عیش و نشاط
بے رنگی سے بدل گئی۔ جام شراب دست بادہ خوار سے جھوٹ کر پھوٹ
پھوٹ کر رومے۔ اہل بزم کا کیا ذکر خود صاحب بزم دھاڑیں مار مار
کر رو رہا تھا۔ امام سب کو روتا ہوا چھوڑ کر مسکراتے ہوئے گھر آئے۔ کوئی
اور ہوتا تو ان فرمائشات پر جذبات کی رو میں بھکر خد معلوم کیا کہ دیتا

مگر ہادی برحق کی نظر ہر دشوار منزل میں ہدایت کے پیراثر گوشوں پر رہتی ہے۔ ایسی ہی متعدد منزلیں آئیں مگر امام نے صبر سے کام لیا آپ کی زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف دہ وہ وقت تھا جبکہ متوکل نے حکم دیا کہ نجف اور کربلا کے مقبرہ گرا کر زمین کی برابر کر دیئے جائیں۔ زیارت نجف و کربلا ممنوع قرار پائی زائرین کو امام دیکھتے رہے کہ جاتے ہیں اور خاک و خون میں نہاتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ قیدی امام کے دل پر ان خبروں سے کیا اثر ہوتا ہوگا زائرین ہی پر کیا موقوف سیکڑوں اور ہزاروں محبانِ اہلبیت بے جرم و خطا بڑی بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ یعقوب ابن اسحاق سے جب متوکل نے اپنے لڑکوں کا اتالیق مقرر کیا تھا۔ مگر درپروہ یہ محبِ اہلبیت تھے متوکل نے ایک روز سوال کیا یعقوب بتلاؤ یہ میرے دونوں لڑکے بہتر ہیں یا حسن و حسینؑ۔ (ہماری جانیں ان سچے ایمانداروں پر قربان ہو جائیں) یعقوب نے سرد دربار جواب دیا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا تو کیا ذکر۔ میرے مولا امیر المومنین کے غلام قنبرؑ آپ سے اور آپ کے دونوں لڑکوں سے کہیں بہتر تھے۔ متوکل یہ جواب سنکر آپ سے باہر ہو گیا حکم دیا کہ زبان گدھی سے ماہر نکالی جائے۔ زبان نکالی گئی۔ یعقوب نے زبان دیدی مگر ایمان نہ دیا۔ یہ ظالم و

سفاک انسان نما حیوان۔ محسن کش درندے۔ کتوں سے بھی بذر حیوان
 تھے کتا بھی اپنے محسن کا احسان دیکھ کر دم ہلا دیتا ہے مگر یہ احسان
 کے بدلے میں ظلم کی تلوار ہلاتے تھے۔ متوکل بیمار ہوا پھوڑا زندگی کا پھوڑا
 ہو گیا۔ بڑے علاج و معالجے ہوئے سب بے سود متوکل کی ماں تڑپ
 اٹھی۔ غلام کو امام کی خدمت میں بھیجا۔ فرزند رسول میرے بچہ کو بچا لو
 امام نے دو ابتلائی پھوڑا پھوٹا متوکل اچھا ہوا۔ ماں نے دس ہزار
 دینار کی ایک تھیلی سر بہ ہر امام کی خدمت میں بھجوائی۔ مگر یہی معجزات
 و کرامات ہی ان ذوات قدسیہ کی اصلی دشمنی کا باعث تھے انہ کی ذات
 سے ان ظالموں کو اتنی عداوت نہ تھی جتنی صفات سے تھی پھر پرچہ لگا کہ امام
 علی نقی اسلحہ جمع کر رہے ہیں عباسوس بھیجے گئے رات کو چھت کے راستہ
 خانہ امام میں داخل ہوئے۔ تاریکی تھی امام نے فدا یا ٹھہرو میں روشنی
 لاتا ہوں شمع کی روشنی میں سارا گھر دکھایا کچھ نہ پایا کوئے میں صرف
 ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی اس کو لیجا کر متوکل کے سامنے رکھ دیا وہ دیکھ کر
 حیران رہ گیا تھیلی پر ماں کی مہر تھی۔ ماں سے پوچھا تو سارا واقعہ بتلایا
 مگر محسن کے اتنے بڑے احسان کو دیکھتے ہوئے کتے کی دم نہ ملی۔ آزار
 رسائی کی تدبیریں نئے نئے انداز میں ہوتی رہیں۔ ایک بڑا شہور و معروف
 واقعہ ہے جسکو ہر طبقہ کے مورخ نے بڑے وثوق سے لکھا ہے متوکل کے

در بار میں ایک بڑا ماہر اور کامل ہندی شعبہ باز آیا جس کے خیر العقول شعبہ دیکھ کر متوکل حیران رہ گیا اس سے متوکل نے درخواست کی کہ میں ایک شخص کو کہانے پر بلاتا ہوں تو اپنے کمال فن سے اس کو بھرے مجمع میں شرمسار کر دے تو انعام وافر کا مستحق ہوگا اُس نے وعدہ کیا امام کو متوکل نے بلایا دسترخوان بچھا چند نان اس پر رکھے گئے شعبہ باز کو امام کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ امام سے کہا کہ کھانا حاضر ہے کھائے حضرت نے نان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شعبہ باز نے اپنا فن دکھایا۔ وہ نان ہوا میں اڑ گیا۔ امام نے دوسرے نان کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ بھی ہوا میں پرواز کر گیا جب تیسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا تو حاضرین نے قہقہہ لگایا۔ امام نے شعبہ باز کی طرف قاہرانہ انداز میں دیکھا پروہ پر ایک تصویر شیر کی بنی ہوئی تھی پھر اس تصویر کی طرف دیکھا۔ شعبہ باز کی طرف اشارہ کر کے تصویر کو حکم دیا۔ خذہ۔ اسکو لنگل جا۔ پردہ کا شیر بے پردہ ہوا اور شعبہ باز کو لنگل گیا۔ درباریوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ متوکل بے ہوش ہو گیا۔ شیر پھر پردہ کا شیر بن گیا۔ متوکل جب ہوش میں آیا تو امام سے درخواست کی یہ ہندی شعبہ باز تھا شیر کو حکم دیکھتے کہ اس کو واپس کر دے۔ امام نے فرمایا اگر کسی کا عصا سانپوں کو واپس کر دیتا تو یہ سبھی کرتا۔ یہ کہانیاں اور افسانے نہیں یہ قادر مطلق کی قادریت

اور اس کی قدرت کے مظاہرے ہیں۔ وہ ہاتھ نہیں رکھتا مگر ہر چیز کے کرنے پر قدرت رکھتا ہے پھر کن ہاتھوں سے ان ہاتھوں سے جو ید اللہ ہیں خوش قسمت ان قسمت والوں کی جتنے پیشوا ید اللہ ہوں عین اللہ ہوں اذن اللہ ہوں وجہ اللہ ہوں مجھ کو قسمت پر تقدیر بڑا ہی ناز ہے، حق نے وہ مولا دیا ہے جو تقدیر ساز ہے۔

مصائب

متوکل نے امام کو بڑا مرعوب کرنا چاہا مگر دین و دنیا کا شہنشاہ کائنات کا حکمران۔ دنیا نے فانی کے فانی شاہوں سے کیا مرعوب ہوتا تدبیریں بڑی ہوتیں ایک روز متوکل کا حکم ہوا کہ میرا لشکر مسلح ہو کر میدان میں آکر سلامی پیش کرے اور ایک تو برہ مٹی ہر سپاہی ایک جگہ جمع کر دے ایک ایک تو برہ مٹی نے ایک پہاڑی بنادی اس پر متوکل پہنچا امام کو بھی بلایا تاکہ لشکر کی کثرت دیکھ کر امام مرعوب ہوں، تلافی نہ انداز میں کہنے لگا۔ یہ میرے ایک ایک سپاہی نے ایک ایک تو برہ مٹی ڈالی ہے جس سے یہ پہاڑ بن گیا ہے کیا آپ نے ایسا با عظمت و شوکت لشکر دیکھا ہے امام نے فرمایا۔ آج تجھے دکھلائیں لشکر اپنا ہم تو نے دیکھا ہی نہیں جہاں چشم میرا شکوہ سامنے کھڑا مجھے سلامی پیش کر رہا ہے متوکل نے سامنے منظر

کی طرت دیکھا مابین زمین و آسمان از مشرق تا مغرب مسلح سوار زرق
 برق و دریاں پہنے حکم امام کے منتظر ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا
 امام نے فرمایا متوکل ہم مشغول آخرت ہیں دنیا اور دنیا کی حکومت کا
 تو خیال بھی ہمیں کسی وقت نہیں آتا تو کیوں ہمارے بارے میں بدگمان
 ہے متوکل پر الٹا اثر ہوا سوچا یہ تو کسی وقت بھی میری سلطنت پر
 قابض ہو سکتے ہیں طے کیا کہ امام کو زہر دیدیا جائے۔ کہ دوسرے ہی
 روز اپنے بیٹے کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔ معتز باللہ کا زمانہ آیا
 اگر پدر نہ تو اندلس پر تمام کنٹر۔ اپنے بزرگوں کے منصوبے کو عملی جام
 پہنایا۔ ۲۶ جمادی الثانی کو امام عالی مقام کو زہر دیکر شہید کیا۔
 امام حسن عسکری عالم غربت میں بے باپ کے ہو گئے۔ بیٹے نے باپ
 کو غسل دیا خود کفن پہنایا دوازے پر اپنے اور غیر۔ دوست و دشمن
 امیر و فقیر حکومت کے اراکین سب ہی جمع تھے۔ مسافر امام کا جنازہ
 برآمد ہوا۔ امام حسن عسکری گریباں چاک سر برہنہ تابوت کے
 ساتھ فریاد کناں باہر آئے ابو احمد موفق باللہ نے حکومت کی طرف سے مراسم
 تعزیت ادا کئے بڑھکر امام کے گلے میں باہیں ڈال دیں حکومت
 کی اس تعزیت نے امام کے زخمی دل پر نمک پاشی کی مگر صابر امام
 گردن جھکاتے خاموش رہا نماز جنازہ امام عسکری علیہ السلام نے

پڑھائی۔ بڑے دھوم سے جنازہ اٹھا۔ سارے میں ایک قیامت برپا تھی
 ہر آنکھ آنکبار شیعہوں کے دل سو گوار تھے مسعودی سے روایت ہے کہ جنازہ
 پر ایک بچی کچھ ایسے دلخراش بین کر رہی تھی کہ سننے والوں کا دل چٹھا جاتا تھا
 لوگ تسلیاں اور تنقیان دے رہے تھے۔ محبت اور صبر آمیز باتوں سے
 سمجھا رہے تھے۔ طمانچوں سے نہیں۔ یاد آگئی ہوگی آپکو ایک کر بلا کی لادلی
 بچی جب وہ باپ کے غم میں روتی تھی تو اسکو بھی تشفی دی جاتی تھی کبھی خراؤ
 پر طمانچے مار کر کبھی کانوں سے گوشوارے کھینچ کر۔ کبھی گلے میں رسن باندھ
 کر کون سکینہ کو تسلی دیتا اور کون بے باپ کی بچی کے سر پر ہاتھ پھیرتا
 بڑے بھائی کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ماں پھتیسوں کے
 ہاتھ پس پشت رسن بستہ۔ بچی باپ کی یاد میں کر بلا سے کوفہ۔ کوفہ سے
 شام روتی چلی گئی۔ زندان شام میں رات ہو گئی۔ نیند نہ آئی سکینہ
 کو باپ کا سینہ یاد آیا آنسوؤں کا دریا بہ گیا۔ آہ و فریاد کی صدا آئیں
 آسمان سے ٹکرائیں اے بابا ہامے بابا کے دلخراش نالے قصر زیدی میں
 گونجے مزید کی نیند میں خلل آیا حسین کی بچی کی رونے کی خبر سن کر تشفی
 کا خیال آیا ایک خوان سر پہ پوش زندان میں بھجوا یا۔ سکینہ سمجھیں پانی آیا
 آیا۔ سر پوش اٹھایا۔ باپ کا کٹا ہوا سر خوان میں خون آلود منظر آیا۔ ہائے
 بابا کہا اور ہمیشہ کو خاموش ہو گئیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ اَجِنِّيْ عَسْكَرِيْ عَلَي السَّلَامِ

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين
والآله الطيبين الطاهرين ما بعد فقد قال الله تبارك وتعالى في
قرآن الحكيم وَاذْكُرْهُمْ اَيَّامَ اللّٰهِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَايَاتٍ لِّكُلِّ مَبْأُتٍ
امام رضا عليه السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا
خداوند عالم نے اپنے رازوان موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اے
موسیٰ مجھے دوست رکھ اور لوگوں کو میرا دوست بنا۔ جناب موسیٰ نے
بارگاہ الہی میں عرض کی خداوند ایں تو بیشک تجھے دوست رکھا ہوں
لوگوں کو کس طرح تیرا دوست بناؤں ارشاد ہوا۔ میری نعمات احسانات
الغامات اور لامتناہی اکرام کا ذکر کر۔ یہ حقیقت ہے اور فطرت انسانی
کا تقاضہ ہے کہ جب اس کے سامنے اس کے محسن کے احسانات کا تذکرہ
کیا جاتا ہے۔ تو خود بخود احسان کرنے والے کی طرف دل کھینچنے لگتا ہے

اور محسن اس کی نظر میں ایسا محبوب ہو جاتا ہے کہ اگر کسی وقت سختی بھی کرے تو خوش گوار بن جاتی ہے۔ پھر صرف وہ ہی خدا کا دوست نہیں بن جاتا بلکہ خدا بھی اس کا دوست بن جاتا ہے۔ اور یہ بظاہر سختی جس کو ہم سختی سمجھ رہے ہیں صبر و شکر کی منزل میں پہنچ کر عظیم ترین وہ انعام الہی بن جاتی ہے جو کرب و بلا کو رحمت و عطا سے بدل دیتی ہے قدرت نے اس آیت میں اپنے رسول سے یہ ہی فرمایا ہے کہ لوگوں سے ہماری نعمتوں کا ذکر کیا کرو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب امالی میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسالت مآب مع اصحاب مسجد میں تشریف فرما تھے۔

قاری قرآن اُبی بن کعب بھی موجود تھے اُبی بن کعب نے اس آیت کو جسکو عنوان کلام قرار دیا گیا ہے پڑھا۔ رسول نے فرمایا معلوم ہے کہ اس آیت میں اَیَّامُ اللہ سے کیا مراد ہے۔ اَیَّامُ اللہ سے مراد انعامات الہی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں کو اس کے انعام و اکرام یاد دلاؤں اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بتلاؤ خدا کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت کونسی ہے کسی نے کہا سب سے بڑی نعمت روزی ہے۔ کسی نے کہا پوشاک ہے کسی نے کہا اولاد ہے کسی نے کہا عورت ہے۔ اور کسی نے دولت بتلائی۔ اس کے بعد خدا کا رسول امام المتقین

علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوا۔ علی تم بتلاؤ۔ مرتبہ شناس امام نے دست بستہ عرض کی خدا کے رسول کے سامنے میری کیا مجال جو لب کشائی کروں جبکہ ہر علم و عمل اسی آستانہ کا طفیل ہے فرمایا نہیں بیگان کرو۔ نعمتوں میں وہ کونسی نعمت ہے جو خدا نے سب سے پہلے عطا کی۔ ایلمنن نے کہا سب سے پہلی نعمت۔ نعمت (ایک بار ہے کہ ہمیں عدم سے وجود میں لایا فرمایا صدقت یا علی۔ اے علی سچ کہا۔ اچھا دوسری نعمت کیا ہے۔ کہا دوسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں صاحب حیات بنایا۔ جمادات یا نباتات نہیں بنایا۔ فرمایا سچ کہا۔ بتلاؤ تیسری نعمت کیا ہے عرض کیا تیسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں شکل انسانی عطا فرمائی۔ صورت حیوانات پر خلق نہیں فرمایا سچ کہا چوتھی نعمت بتلاؤ۔ کہا ہمیں حواس ظاہری اور باطنی عطا فرمائے۔ فرمایا صدقت پانچویں نعمت کیا دی عرض کیا قوائے عقلی و دیگر حیوانات پر ترجیح دی فرمایا سچ کہا چھٹی نعمت کیا عطا کی۔ کہا ہمیں دین حق عطا کیا مگر انہیں چھوڑا۔ فرمایا سچ کہا ساتویں نعمت بھی بتلاؤ کہا آخرت کی حیات ابدی عنایت کی۔ فرمایا صدقت یا علی آٹھویں کیا نعمت عطا کی آٹھویں نعمت یہ دی کہ ہمیں مالک بنایا کسی کا غلام نہیں بنایا کہا سچ کہا نویں نعمت بھی بتلاؤ کہا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہمارے لئے پیدا کیا فرمایا سچ کہا۔ دسویں

نعمت کیا ہے۔ کہا ہمیں مرد خلق فرما کر عورتوں پر فضیلت دی۔ خدا کے رسول نے فرمایا اور کیا نعمت عطا کی وحی رسول نے ذرا تفاخر نہ انداز میں کہا اتنی نعمتیں عطا کیں اگر ساری عمر بیان کرتا رہوں تو عمر ختم ہو جائے اور نعمتیں ختم نہ ہوں ذرا خیال تو فرمائیے کہ اس نعم حقیقی کا ان لامتناہی انعامات پر جبکہ ہر سانس ایک نعمت ہو انسان کس طرح شکر گزاری کا حق ادا کر سکتا ہے

جب سانس پہ انسان کی موقوف بقا ہو

ہر سانس پہ واجب ہے کہ پھر شکر خدا ہو

یاد رکھئے کہ شکر بقدر انعام ہے اور از یاد نعمت از یاد شکر

چاہتی ہے۔ صحیح شکر دہی ادا کر سکتا ہے جو انعامات کا صحیح علم رکھتا ہو یہی وجہ تھی کہ انبیاء اور آلہ کیونکہ نعم حقیقی کے انعامات لامتناہی کا علم رکھتے تھے اس کے بالمقابل اپنی شکر گزاری اور عبادتوں کو قلیل و قصیر سمجھتے ہوئے کہہ اٹھتے تھے۔ ما عبدتك حق عبادتك۔ اسکا یہی

مطلب ہے کہ اے معبود جب قدر کہ تیرے ہم پر انعامات ہیں ان کی بقدر ہم شکر یہ نہیں ادا کر سکے۔ ان ذوات قدسیہ کی عبادتوں کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ امیر المومنین مسجد کی طرف تشریف لئے جارہے ہیں چہرہ زرد ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ۔ پیر لڑکھڑاہے ہیں۔ ایک پوچھنے والا

یہ منظر دیکھ کر حیران ہو کر امام سے پوچھتا ہے۔ یا علی یہ کیا حال ہے۔
 کیا تم وہ علی نہیں ہو جس نے خیر کا در اُکھاڑا۔ پتھر پر علم گاڑا مرحب
 کا سرا اُتارا۔ مولاؑ نے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہاں جا رہا ہوں اور کس
 بوجھ کو اٹھائے لئے جا رہا ہوں۔ اس آقا کی بارگاہ میں جا رہا ہوں جس
 نے اس بوجھ کو آسمان زمین بہاڑوں پر پیش کیا اور وہ نہ اٹھا سکے
 انکار کر دیا۔ علی اس وقت اس بوجھ کو تنہا لئے جا رہا ہے (صلوٰۃ)
 یہ عالم تو مسجد کی طرف جانے کا تھا ذرا اس عابد کا مسجد میں عبادت
 کا منظر دیکھئے۔ سیدہ کونین بنت رسول الثقلین کے دروازے پر ایک
 صحابی آکر چلاتا ہے رسول کی بیٹی غضب ہو گیا۔ تمہارے شوہر عالم فانی
 سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ جگر گوشہ رسولؐ نے ذرا
 گھبرا کر پوچھا۔ کیسے اور کہاں صحابی نے روتے ہوئے کہا میں مسجد
 رسولؐ میں نماز کو گیا تھا۔ دیکھا کہ علیؑ بے حسی و حرکت مردہ پڑے ہیں۔
 بنت رسولؐ نے فرمایا نہ رو۔ خدا تجھے روز قیامت ہنسنے والوں میں
 شمار فرمائے۔ امام المتقین زندہ ہیں مرے نہیں۔ ان کی اکثر و بیشتر
 نماز میں یہی حالت ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں وہ عابد جنکی عبادتوں نے ان
 کے چہرہ پر منظر کرنا عبادت قرار دیدیا۔ التضرع علی وجہہ علیہ السلام
 چہرہ پر منظر کرنا عبادت اگر نہ دیکھ سکو تو ذکر کرنا عبادت اور اگر ذکر

پر بھی پابندیاں ہوں تو محبت کرنا عبادت۔ ان کا ذکر کیوں نہ عبادت ہو جب سردارانِ انبیاء خود فرمائیں۔ ذکرہ ذکر کی ذکر اللہ و ذکر اللہ عبادہ۔ علی مجموعہ صفات کل انبیاء ہیں اور کیونکر نہوں وصی سید الانبیاء ہیں۔ ایک مرتبہ صغصعہ بن سبحان نے جو اصحاب امیر المومنین میں سے تھے مولا سے درخواست کی کہ رسول خدا سے میں نے سنا ہے کہ جتنے انبیاء ماسبق کو خداوند عالم نے صفات کمالیہ عطا فرمائے وہ سب علی ابن ابیطالب میں جمع کر دیئے۔ مولا قول رسول میں اگر شک کروں تو کافر ہو جاؤں لیکن دل چاہتا ہے کہ آپ کی زبان سے سنوں کہ آپ حضرت آدم سے کیسے افضل ہیں۔ مولا سے کائنات نے فرمایا صغصعہ اپنی زبان سے اپنی تعریف شعار امامت کے خلاف ہے مگر حق پوشی اور ردِ سوال بھی خلاف شانِ امامت ہے اور خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ نعمت ربک فخرت۔ اپنے رب کی نعمتوں کا بھی کبھی ذکر کیا کرو تو اے صغصعہ سنو۔ تمہیں معلوم ہے کہ آدم گندم کے کہا لینے سے بہشت سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ آدم نے باوجود مبالغت جس فعل کا ارتکاب کیا تھا۔ علی نے وہ گندم احتراماً عمر بھر نہیں کھایا صغصعہ یہ سنکر حیران رہ گئے۔ کہا مولا سچ فرمایا یہ بھی فرما دیجئے کہ جناب ابراہیم پر آپ کو کس طرح فضیلت ہے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ خورد سے

مباحثہ میں جناب ابراہیم نے وجود خدا کی دلیل آخر میں یہ پیش کی تھی کہ میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے اگر تو خدا ہے تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھلا۔ وہ نہ نکال سکا اور خاموش ہو گیا۔ مگر کہہ سکتا تھا کہ مشرق سے تو میں سورج نکالتا ہوں اگر تمہارا خدا نکالتا ہے تو اس سے کہو ایک روز مغرب سے نکال کر دکھلائے۔ میں نے مغرب سے سورج حکم خدا نکال کر دنیا کو یہ بتلادیا کہ ہمارا خدا مغرب سے بھی نکال سکتا ہے۔ صغصعہ نے پھر عرض کیا مولا یہ بھی فرمائیے کہ آپ حضرت موسیٰ سے کس طرح افضل ہیں۔ فرمایا تم نے قرآن میں پڑھا ہو گا جب فرعون کے دربار میں جادو گردوں نے سانپ چھوڑے تو موسیٰ کو حکم ہوا اپنا عصا ڈال دو۔ عصا سانپ بن گیا اور سب سانپوں کو نکل گیا۔ موسیٰ کو حکم ہوا عصا اب اٹھا لو مگر موسیٰ اپنا عصا اٹھاتے ہوئے ڈرے اور میں نے گہوارے میں دو انگلیوں سے اتر کر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور میں نہ ڈرا۔ صغصعہ نے کہا مولا سچ فرمایا۔ مگر ایک سوال اور ہے خدا اسکا بھی جواب دے دیجئے کہ آپ حضرت عیسیٰ سے کس طرح افضل ہیں۔ فرمایا سنو خدا فرماتا ہے کہ جب مادر عیسیٰ حضرت مریم کو دروازہ عارض ہوا تو حکم خدا ہوا اے مریم یہ خدا کا کاشانہ ہے زچہ خانہ نہیں ہے۔ باہر چلی جاؤ۔

مریم نکالی گئیں۔ اور حضرت کی ولادت خاتمہ خدا کے باہر ہوئی مگر میری
 مادر گرامی جب اس حالت میں قریب کعبہ گئیں تو گو در کعبہ بند تھا
 حکم ہوا کہ بنت اسد۔ اسد اللہ ہمارے گھر میں پیدا ہوگا۔ کعبہ بھی پکارا اٹھا
 کہ ہے در ہے در۔ دیوار میں در بنا اور کعبہ میرا مولد بنا اور اے صفحہ سنو
 عیسیٰ نے پیدا ہو کر یہ معجزہ دکھایا کہ گہوارے میں کہا میں خدا کا نبی ہوں
 اور مجھے کتاب عطا ہوئی ہے اور میں نے پیدا ہوتے ہی رسول کے ہاتھوں
 پر کتاب ہی پڑھ کر سنادی حقیقت یہ ہے کہ ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
 یا نبی جانے یا خدا جانے۔ نصیری نے کہیں یہ سن پایا تھا کہ حضرت
 ابراہیم نے نمود سے کہا تھا کہ اگر تو خدا ہے تو ذرا مغرب سے سورج نکال
 کر دکھلا۔ نصیری کو موقع ہاتھ آیا پکارا اٹھا کہ علی ہی خدا ہیں۔ مگر
 بے وقوف نے بڑی غلطی کی۔ ہے

نصیری نے خدا کہہ کر علی کو انتہا کر دی

یہ بندہ گر نہ ہوتی انتہا لا انتہا ہوتا

نہ دیتا اگر ثبوت بندگی خود بندگی کر کے

یہ بندہ تو نصیری کیا خدائی کا خدا ہوتا

خدمت رسول میں ابوذر بیٹھے ہیں۔۔۔۔۔ فضائل علی

سن رہے ہیں دست بستہ خدمت رسول میں عرض کرتے ہیں خدا کے

نبول علی کا مقام اور مرتبہ سمجھ میں نہیں آتا ہمیں بھی سمجھائے ارشاد ہوا
اے اباز اگر سلمان فارسی کا مرتبہ میں تجھے بتلا دوں تو تو سنکر کافر
ہو جائے اور اگر سلمان کو علی کا مرتبہ بتلا دوں تو سلمان سنکر کافر ہو جائے
خیال و فکر و خرد فہم کا یہ کام نہیں

علی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں

بندہ اس خدائے رحمان کی کن کن نعمتوں کا شکریہ ادا کرے

ہمیں رحمت للعالمین جیسا نبی بخشا۔ امام حسین جیسا ولی عطا کیا اور
ایک نہیں میخانہ ولایت سے بارہ ولی عطا ہوئے۔ امام جعفر صادق صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم ایک روز کچھ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے خوش ذائقہ
طعام مہمان کی طرف بڑھایا ایک شخص اُن میں سے بول اُٹھا اسوقت تو ہم
لذیذ کھانے کھا رہے ہیں لیکن روز قیامت ان کا حساب دینا ہوگا۔
امام نے فرمایا خدا اس بات سے

بزرگ اور بالاتر ہے کہ وہ قیامت میں ہمارے کھانوں کا محاسبہ کرے
وہ شخص بولا خدا ہی نے تو قرآن میں کہا ہے۔ وَتَسْأَلُكَ يَوْمَئِذٍ عَنِ
النَّعِيمِ روز قیامت لوگوں سے نعمتوں کے متعلق باز پرس کی جائے گی
امام نے فرمایا کیا تم نعیم سے یہ دسترخوان کی نعمتیں سمجھتے ہو۔ نعمت

سے مراد ہم اہلبیت کی موت و محبت ہے قیامت کے روز ہماری
محبت اور موڈت کا سوال کیا جائیگا۔
فقط ہے روز سوال محبت حیدر

یہنا سمجھ جسے روز حساب سمجھے ہیں

یہی نعمت تھی وہ جسکو روز غدیر رسول نے ہاتھوں پر اٹھا کر
دکھایا اور خدائے فرمایا اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ یہی وہ نعمت ہے
جسکو ہم روزانہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ صَوَاطِ الدِّينِ النِّعْمَتِ عَلَیْهِمْ
یہی وہ نعمتیں ہیں جو۔ ۱۰ ربیع الثانی کو۔ ضیائے چشم حرم نور خجتن
بنکر علی کے خانہ اقدس میں پھر حسن بنکر۔ گیارہویں نعمت آئی
شریعت کردہ امامت و رود نیابت سے پھر منور ہوا۔ منقہ کو قدرت
نے عسکری دیا۔ ولی کو پھر ولی ملا۔ ہدایت مسکرائی۔ اسلام میں
پھر جان آئی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے فضائل و مناقب
بے شمار ہیں الفاظ کے پہلوؤں سے کیوں دامن عصمت کو سجاؤں
آپ کی فضیلت کے لئے بس یہ ایک فقرہ ہی بہت کافی ہے۔
کہ آپ وہ امام ہیں جو امام آخر الزماں کے پدر عالی مقام ہیں۔
کان ہے بس یہ بات فضیلت کو آپ کی

والد ہیں آپ مہدی صاحب زماں کے

ہمارا گیارواں امام ابھی گیارہ ہی سال کا تھا کہ آپ کو اپنے پدر بزرگوار امام علی نقی کے ہمراہ سامرے آنا پڑا امام علی نقی کی پوری زندگی کبھی قید کبھی نظر بندی میں گزری۔ امام حسن عسکری تصویر حسن بنکرا خوش ادوار کی کروٹوں کا جائزہ لیتے رہے عمر کی بائیسویں منزل میں سایہ پدری ملاحرم ہوئے تو چھ سال امامت کے فرائض کبھی قید خانہ میں کبھی نظر بندی میں ادا کرتے رہے۔ اس زمانہ میں ایک دہریہ اسحاق کنزی۔ قرآن کے خلاف ایک کتاب لکھ رہا تھا جس میں آیات قرآن میں تناقض اور تضاد کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ امام موقع کے منتظر تھے کہ ایک روز اسکا ایک فہین شاگرد خدمت امام میں آیا اور کلام امام سے بڑا متاثر ہوا امام نے فرمایا کہ تمہارا استاد یہ کام کیوں کر رہا ہے تم اسکو منع نہیں کرتے اُس نے کہا ہماری کیا مجال کہ استاد کے سامنے زبان کھولیں۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک بات جو میں بتلاؤں وہ تو کہہ سکتے ہو اُس نے کہا فرمائیے۔ دیکھو کسی وقت موقع پا کر اپنے استاد سے یہ کہنا کہ یہ آیات قرآنی میں جو تم تناقض اور تضاد ثابت کر رہے ہو۔ اگر کلام والا جسکا یہ کلام ہے تم سے اگر کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت سے اپنے ذہن سے پیدا کیا ہے میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے تو پھر تم کیا جواب دو گے اور تناقض کیسے ثابت کرو گے۔ شاگرد نے کہا ہاں یہ میں کہہ سکتا

ہوں اسحاق کنڈی ایک روز کتابت تناقض قرآن میں مصروف تھا کہ شاگرد نے کہا استاد ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر صاحب قرآن آپ سے یہ کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت کا اپنے ذہن سے لیا ہے میرا یہ مطلب ہی نہیں بلکہ یہ ہے تو پھر آپ کیا جواب دینگے اسحاق کنڈی نے بغور شاگرد کی بات سنی اور تادیر سر جھوکا تے بیٹھا رہا۔ شاگرد سے بولا سچ بتلاؤ یہ بات تمہیں کس نے بتلائی ہے شاگرد نے کہا کہ میری خود ہی سمجھ میں آئی تھی میں نے کھدی۔ نہیں ہرگز نہیں یہ تمہاری قابلیت سے بالاتر ہے استاد سے جھوٹ مت بولو۔ شاگرد نے کہا ابو محمد (حسن عسکری) نے یہ بات مجھے کہی تھی اسحاق کنڈی نے کہا ہاں اب سچ کہا یہ بات اس گھرانے کے علاوہ کوئی بتلا ہی نہیں سکتا آگ منگوائی اور جو کچھ لکھا تھا سب نذر آتش کر دیا حافظ قرآن امام نے یوں قرآن کی حفاظت فرمائی۔ اور دنیا کو بتلایا کہ ہم اسلام کے لئے بڑی نعمت ہیں۔ ان واقعات کا جتنا چرچا ہوتا تھا۔ دنیوی جاؤ جلال کے دعویداروں کی آتش غضب اور بڑھکتی تھی طرح طرح کی اذیتوں اور باتوں کی کوشش ہوتی تھیں۔ حکومت الہیہ کا صحیح وارث قید خانہ ہیں مقید تھا۔ معتمد کا زراہ حکومت تھا کہ عراق میں قحط سالی کے آثار نمودار ہوئے بادشاہ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ میدان

میں جائیں اور نماز استقارہ بجالائیں مسلمان جمع ہو کر گئے درباری عالم
 ساتھ تھے نماز استقارہ ہوئی بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ آیا دوسرے
 روز پھر گئے پھر کچھ فائدہ نہ ہوا تیسرے روز عیسائیوں کی جماعت میدان
 میں پہونچی پادری آگے بڑھا آسمان کی طرف دعا کو ہاتھ اٹھاتے تھے کہ
 سیاہ بادل جھوم کر آیا برسا اور ایسا برسا کہ جل تھل بھر گئے دوسرے روز
 پھر عیسائیوں کی جماعت گئی پادری نے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند
 کئے پھر موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے دیکھا ہنگامہ
 برپا ہو گیا سیکڑوں کے اعتقاد بگڑ گئے۔ معتمد خلیفہ ڈرا کہ اب سارے
 مسلمان عیسائی ہو جائیں گے۔ دین کی کشتی کے ناخدا امام حسن عسکری
 کو بلوایا۔ آپ سینے کہاں سے بلوایا۔ قید خانہ سے فرزند رسول آپ کے
 جد کی امت گمراہ ہو اچاتی ہے آپ کو اپنے جد کی قسم امت کو گمراہی سے
 بچائے۔ امام شریف لائے فرمایا پادری کو حکم دو کہ پھر میدان میں آئے
 اور دعا مانگے۔ پادری آیا اور پھر دعا مانگی اور پھر بارش شروع ہوئی
 آپ نے بڑھ کر پادری کے ہاتھ پکڑ لئے انگلیوں کے درمیان سے کوئی
 چیز نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی اور پادری سے فرمایا اب دعا کرو پادری
 نے دعا کی اور آئے ہوئے بادل سب ہوا ہو گئے۔ امام نے وہ چیز
 اپنی جیب سے نکال کر رومال میں لپیٹ کر معتمد خلیفہ کو دی خود میدان

میں تشریف لائے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے طوفانی بارش شروع ہوئی
 سامرہ کے گلی کو چھ تالاب ہو گئے لوگ قدموں پر گر پڑے فرزند رسول
 بادلوں کو حکم دیکھتے کہ اب نہ بریں شہر برباد ہو جائیگا امام نے پھر دعا
 کی بارش ختم ہوئی معتمد حیران تھا پوچھا فرزند رسول یہ کیا راز تھا فرمایا
 کسی نبی کی قبر سے اس پادری کو کوئی ہڈی مل گئی تھی یہ جب اس کو
 ہاتھ پر لیکر زیر آسمان بلند کرتا تھا تو باران رحمت کا نزول ہوتا تھا وہ
 ہڈی مینے اس کے ہاتھ میں سے لیکر تمہیں دیدی ہے جس سے پادری
 اب مجبور ہو گیا معتمد بڑا احسانمند ہوا امام کو اس احسان کا عوض بھی
 دیا اور وہ یہ تھا کہ قید خانہ سے رہا کر کے گھر میں منظر بند کر دیا۔ زہر بھی
 دیتے ہیں زنداں میں بھی بھجواتے ہیں پڑتی مشکل جو ہے پھر یاد بھی
 آتے ہیں اسی معتمد نے بڑے شوق سے ایک نچر کی پرورش کی تھی جو
 جوان ہو کر بڑا قد اور بلند قامت لمیم و شمیم نکلا مگر شریر اتنا تھا کہ
 شہسواروں کو بھی پاس نہ آنے دیتا تھا بڑی کوشش کی گئی کہ اس کے
 لگام چڑھایا جائے مگر ہر کوشش ناکام رہی ایک دشمن اہلیت وزیر نے
 خلیفہ کو مشورہ دیا کہ امام حسن عسکری کو بلایا جائے۔ معتمد مسکرایا امام کو
 طلب کیا گیا مسند پر اپنے قریب بٹھایا اور کہا فرزند رسول یہ نچر مینے
 بڑے شوق سے پالا ہے دیکھئے کس قدر خوبصورت ہے مگر کبھی کے

قابو میں نہیں آتا نہ لگام چڑھوا تا ہے آپ نے فرمایا لگام منگواؤ
 لگام آیا جس وزیر نے مشورہ دیا تھا اس سے فرمایا تم چڑھاؤ۔ اس نے
 کہا حضرت میں تو اس کے قریب بھی نہیں جانے کا۔ معتمد نے امام سے
 درخواست کی آپ خود لگام چڑھا دیجئے امام لگام لے کر بڑھے نچرنے
 دور سے دیکھا اور گردن جھکاں آپ لگام چڑھا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے
 معتمد نے کہا زین بھی رکھ دیجئے۔ زین منگوائی گئی امام اٹھے اور زین
 نچر کی پشت پر رکھ دی دیکھتے والوں نے دیکھا کہ نچر عرق میں غرق تھا
 پسینے کے قطرے زمین پر ٹپک رہے تھے امام واپس ہو رہے تھے
 کہ معتمد کھڑا ہو گیا۔ اور کہا اسپر اب آپ سوار بھی ہو جائیں۔ امام نے
 سوار ہو کر صحن دربار میں کئی چکر لگائے معتمد نے کہا اب یہ آپ کی ہی
 ملکیت ہو گیا ہے جالیے۔ معتمد یہ نہ کہتا تو اور کیا کہتا جس پر امام سوار
 ہو جائے پھر اس پر سوائے امام کے دوسرا سوار بھی کیسے ہو سکتا تھا قلعہ
 خود چلی آتی تجس میں صراط مستقیم
 گر سمجھ لیتا زمانہ کاش کیا ہیں اہلیت

مکھائبے

یوں تو ہر دور میں دشمنان اہلیت نے اہلیت رسول پر طرچ

طرح کی سختیاں کیں امام حسن عسکری پر یہ سختیاں اس لئے زور پر لگائیں کہ خلیفہ وقت کے پیش نظر رسول خدا کی وہ حدیث بھی تھی کہ میرے بعد بارہ جانشین ہونگے جنکا بار ہواں امام مہدی آخر الزمان ہوگا جو ظلم و جور کی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور ساری دنیا پر صرف اسی کی حکومت ہوگی لہذا امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں یہ انتہائی کوشش رہی کہ وہ وقت ہی نہ آنے دیا جائے اور امام کو قید تنہائی میں رکھ کر شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ امام عالی مقام کو زہر دلوا یا گیا چار چار شاہی طبیب اراکین سلطنت امام کی تیمارداری کے لئے مقرر کئے گئے تاکہ یہ شبہ بھی نہ ہو کہ حکومت نے ایسا کیا ہے اور مقصد یہ بھی تھا کہ لمحہ لمحہ کی خبریں بھی آتی رہیں کہ زندہ ہیں یا وفات پائی۔ ۸ ربیع الاول کو امام نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی اراکین سلطنت نے معتمد کو حاکم اطلاع کی۔ یہاں عالم تنہائی میں ہونے والے امام قائم آل محمد نے تجہیز و تکفین اور نماز سے فراغت پائی۔ شہادت کی خبر دم کے دم میں سارے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ سامرہ میں کہرام برپا ہو گیا۔ قیامت آگئی سامرہ کے بازار دکانیں سب بند۔ کاروبار مطلق لوگ سینہ زنانہ نوحہ کناں جوق در جوق آتے۔ اپنے امام کا کفن اٹھائے اور آخری دیدار کرتے۔ و امجد۔ و اعلیا۔ و اسیدا کے فلک شگاف

معرے آسمان تک جلتے۔ بڑے ترک و احتشام سے امام کا جنازہ اٹھا۔ باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

شیعوں نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اس لئے کہ ایک اور جنازہ کی تصویر اُن کے سامنے تھی جو خاک کر بلا پر جلتی ریت پر بے گور و کفن پڑ رہا۔ بٹیا بھی موجود تھا مگر زنجیروں میں جکڑا ہوا۔ باپ کی لاش سامنے پڑی تھی۔ چلتے وقت ہاتھ اٹھا کر سلام بھی نہ کر سکا۔ بیمار اور قیدی امام نے لاش کے قریب اپنے آپ کو گرا دیا۔ آنسوؤں کے دریا بہہ گئے بیٹریوں کو سنبھال کر باپ کی لاش کا طواف کیا اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔ نفس رسول اے روح فاطمہ اے قیدی سجاد کے بابا اپنے بیمار امیر کا آخری سلام قبول فرمائیے۔ پھوپھی زینب کی نہانی کا خیال ہے ورنہ آپ کو تنہا چھوڑ کر نہ جاتا۔ میری اس مجبوری کو بابا معاف فرمائیے۔

الَّا لَفْتَهُ اللّٰهُ عَلٰی قَوْمِ الظَّالِمِيْنَ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْاِمَامُ صَاحِبُ الْعَصْرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين
والآله الطيبين الطاهرين ائمة الهدى فقد قال الله تبارك وتعالى في
قرآن المجيد نزلان الحميد

يُرِيدُونَ لِيُطْفَؤُا نَارَهُمْ وَاللَّهُ بِأَفْوَاهِهِمْ عَلِيمٌ ۝۱۴

لوگوں کا ارادہ ہے کہ اللہ کے نور کو اپنی پھوکوں سے بجھا دیں
حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔ اللہ اللہ کیسی نور بھری آیت ہے
اور کیوں نہ ہو اس کا کلام ہے جو خود نور مطلق ہے۔ سبحان اللہ! کیا بیان
ہے اور کیا شان ہے۔ یہ اعجاز قرآن ہے کہ ہر لفظ معترض کے لئے دلیل
دہان ہے آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ لوگوں کا ارادہ ہے اللہ کو
پھوکوں سے بجھا دیں اور نہ یہ فرمایا کہ لوگوں کا ارادہ ہے کہ نور کو پھوکوں
سے بجھا دیں بلکہ یوں فرمایا کہ اللہ کے نور کو پھوکوں سے بجھا دیں۔

عربی داں حضرات جانتے ہیں کہ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ کا
 غیر ہوتا ہے۔ لہذا اللہ اور ہے اور نور اور۔ مگر سبحان اللہ کیا کہنا اس
 نور کا جسکو اللہ اپنا نور فرمائے اور خالق النوار اس کو اپنی طرف منسوب
 فرمائیے۔ آئیے اس نورانی آیت میں نور کا چراغ لیکر ڈھونڈیں تو سہی
 کہ اس نور سے کیا مراد ہے۔ میں کیوں عرض کروں خود زبان رسالت
 پکار کر کہے۔ اَقْلَمَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَیْ۔ سب سے پہلے خدا نے میرے
 نور کو خلق فرمایا میں خدا کا نور ہوں۔ پھر زبان رسالت ہی کہے گی۔
 اِنَّا وَعَلَّیْ مِنْ نُّوْرِیْ وَاحِدٌ۔ پس اور علی ایک ہی نور ہیں۔ پھر زبان
 وحی توضیح فرمائے گی اَوَلَمْ نَجْعَلْ اَوْسَطَنَا مُحَمَّدًا خَرَجْنَا مِنْهُ وَكَلَّمْنَا مُحَمَّدًا۔ بس تمہاری
 ابتدا بھی نور انتہا بھی نور۔ نور علی نور ہے۔ بعض مفسرین نے نور سے
 اسلام مراد لی ہے حالانکہ آیت میں یہ نہیں ہے کہ اللہ اپنے اسلام یا اپنے
 دین کو پورا کر کے رہے گا۔ در نہ یوں ہوتا واللہ متعمدینہ پھر تکمیل دین
 ہو چکی اَمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَکُمْ کی سند بھی آچکی اب کس چیز کی تکمیل ہو کے
 رہے گی معلوم ہوا کہ جس نور کے بچھلنے کی ترکیبیں ہو رہی تھیں۔ وہ اب
 بھی جاری ہیں ایک وقت وہ آنا چاہیے کہ تکمیل نور ہو جائے۔ اور
 پھوکیں ختم ہو جائیں۔ اور دنیا نور خدا سے ایسی منور ہو جائے کہ کوئی
 گوشہ عالم تاریک نہ رہے۔

پنہاچہ قدرت کا نور ازلی نور ابدی بن کر دنیا میں آیا۔ ادھر شمع
 ہدایت چلی ادھر مخالفین کی پھوکیں چلیں شمع رسالت کے بجھانے
 کی مسلسل کوششیں رہیں دشمنوں نے سامنے آکر منافقوں نے پروانہ کی
 صورت بنا کر شمع پر پے درپے حملے کئے ابھی نور رسالت دنیا کو کامل
 روشن نہ کر سکا تھا۔ ظلمت کی اب بھی اکثریت تھی کہ چراغ رسالت نے
 بجھنے سے پہلے ایک اور چراغ جلایا۔ خانہ خدا کا چراغ محراب مسجد
 میں پھوکوں سے گل کر دیا گیا۔ چراغ سے پھر چراغ جلا پھوکیں تیز تر
 ہوتی گئیں زہر ملی پھوکوں نے اس چراغ کو بھی گل کیا قدرت نے ایک
 عجیب نور کا مینار صحرائے کربلا میں لا رکھا بھوکوں کا طوفان آندھی بن کر
 بڑھا مگر واہ رے نور شمع کا گلا گلتا رہا نور بڑھتا رہا۔ ان آندھیوں
 ہی میں ایک چراغ اور جلا پا بہ زنجیر عالم کو نورانی کرتا چلا۔ چراغ سے
 چراغ جلتا رہا کہ آخری چراغ کی باری آئی۔ اور قدرت نے فرمایا۔ ے
 نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھوکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔
 شعبان معظم کی ۱۵ ارمقدس تاریخ تھی کہ۔

نور پھر آج محمد کا دوبارہ چمکا و بارہویں برج امامت گلزار چمکا
 آغوش زجس میں گل امامت قیامت کی خوشبو لیکر آیا۔

تالش النوار محمدی سے کون و مکان جگہ گامٹھے۔ نور ازل سرحد
اید سے حاملہ۔ ڈوبتی دنیا نے سکون کا سانس لیا۔ قیام عالم کو قائم آل
محمد آیا۔ عدل مسکرایا اور باطل گھبرا یا۔ آخری نبی کا آخری جانشین و معلم
دارثین کی تلادت کرتا ہوا آیا جناب حکیمہ ارشاد فرماتی ہیں کہ جب
نور صاحب الزماں عالم وجود میں آیا تو زبان پر کلمہ شہادتین تھا
شانہ منور پر چار الحق زہق الباطل ان الباطل کان زہوق کی مہر امامت
تھی۔ مہتاب امامت کے حسن سے خانہ حسن منور ہو گیا۔ زمانہ نے
یا صاحب العصر والزماں کہہ کر سلام کیا۔ قرآن نے یا شریک القرآن
کہہ کر احترام کیا۔ کائنات یا امام الانس والجان کہہ کر آداب بجالائی
ایمان نے یا مظہر الایمان کہہ کر گردن جھکا لی۔

جبیں عقیدت جھکی جا رہی ہے ۛ زبان پر مری کسا نام آ رہا ہے
تصدیق جبیں عقیدت کہ ان پر ۛ خدا کا درود و سلام آ رہا ہے
خاتم المرسلین کا خاتم الوارثین جاہ الحق زہق الباطل کی تفسیر
بن کر۔ رسالت کی تصویر بن کر۔ دین کی تقدیر بن کر۔ اسلام کی توقیر
بن کر آیا۔ مشرکین و منافقین کے لئے مہلت کا پیغام لایا۔ حق آچکا
تھا۔ زہق الباطل تشہد تفسیر تھا۔ جس کی تفسیر قدرت کو اس بارہویں
آخری نور سے کرائی تھی۔ رحمت کا تقاضہ تھا کہ ابھی ظالمین کو کچھ

اور وقت دیکر انتظار کیا جاسے۔ ابھی یہ نور عمر کی پانچویں منزل ہی میں پہنچا تھا کہ بھانے کی پھر کوشش شروع ہوئیں۔ رشیق حاجب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد شہادت امام حسن عسکری معتمد باللہ خلیفہ نے مجھے طلب کیا اور حکم دیا کہ دو سواروں کے ہمراہ ابھی جاکر خانہ امام حسن عسکری کا محاصرہ کرو اسمیں جس بچے یا بڑے کو پاؤ فوراً قتل کر کے اسکا سر میرے پاس لے آؤ۔ میں نے دو سواروں کو لیکر خانہ امام حسن عسکری کا محاصرہ کیا اور داخل ہو کر کسی کو نہ پایا۔ ایک دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا میں اندر داخل ہوا تو ایک سرداب تھا اور ایک طرف دریا نظر آیا جس پر چٹائی بچھائے ہوئے ایک بچہ مصروف عبادت تھا میرا ایک ساتھی پانی میں اترا تا کہ بچہ تک پہنچے مگر ڈوبنے لگا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اس کی جان بچائی۔ پھر دوسرا پانی میں کودا اسکا بھی یہی حشر ہوا۔ میں نے کنارہ پر کھڑے ہو کر معافی چاہی کہ خدا را ہماری اس نادانستہ جرأت کو معاف فرمائے۔ مگر وہ مطلق ملفت نہ ہوئے۔ یہ سارا واقعہ آ کر خلیفہ کو سنایا۔ خلیفہ نے ہم سے قسم لی کہ اس واقعہ کو کسی دوسرے سے بیان نہ کریں۔ چنانچہ جب تک معتمد زندہ رہا ہم نے کسی سے اس راز کو ظاہر نہیں کیا۔ یہیں سے امام کی غیبت صغریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں نائبین امام

ہی زیارت امام سے مشرف ہوتے رہے اس کے ستر سال بعد غیبت
 کبریٰ شروع ہوئی اب سوال یہ رہتا ہے کہ غیبت بارہویں امام ہی کے
 ساتھ کیوں مخصوص ہوئی۔ اور امام بارہ ہی کیوں ہوئے۔ یہ سلسلہ ناقیامت
 یکے بعد دیگرے جاری بھی رہ سکتا تھا۔ یہ سلسلہ ذرا تفصیل طلب ہے
 پہلے ہم یہ دیکھیں کہ سنت الہی کیا ہے۔ نظام عالم کی بقا اور قیام کے لئے
 قدرت نے اسی بارہ کے عدد ہی سے کام لیا ہے۔ نظام شمسی کی بقا اور
 قیام کے لئے گیارہ یا تیرہ نہیں۔ بارہ برز قرار دیئے۔ جن پر بقائے عالم
 کو موقوف رکھا۔ نظام ارض کے لئے شب و روز خلق فرمائے جن کا مدار
 بارہ بارہ گھنٹوں پر رکھا سال کو بارہ مہینوں پر تقسیم کر کے زمانہ کی پیمائش
 سے روشناس کیا اور یہ عدد کس قدر قدرت کو پسند آیا کہ اپنے کلمہ لا الہ
 الا اللہ میں بارہ ہی حرف رکھے حبیب کا نام آیا تو محمد الرسول اللہ
 کہہ کر بارہ ہی حرف کا مجموعہ بنایا۔ علی اعلیٰ نے جب علی کو نوازا تو علی
 خلیفۃ اللہ کہہ کر بارہ ہی حرف عطا کئے۔ جب آدم صغی اللہ کو وصی
 عطا ہوئے تو بارہ ہی وصی دیتے نوح نبی اللہ کو بارہ خلیفہ اور وصی
 عطا ہوئے۔ ابراہیم خلیل اللہ کو بھی بارہ ہی وصی دیتے۔ موسیٰ کلیم اللہ
 کے بھی بارہ ہی وصی تھے عیسیٰ روح اللہ کو بھی بارہ ہی حواریین عطا
 ہوئے۔ پھر خاتم المرسلین کو کیوں نہ بارہ وصی ملتے اس لئے کہ۔

لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

ہے منہجر زمانہ کا بارہ ہی پر نظام ۖ بارہ ہی برج بارہ ہی گننے میں صرح شام
ہے سال کا بھی بارہ مہینوں پختام ۖ اس پر یہ اعتراض ہے بارہ ہی کیوں لا
یہ ہیں سے اگر ہم غور کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں
ہو جاتی ہے۔ کہ بارہویں امام غائب کیوں ہیں۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد
کہ حتمی مرتبت کے وصی صرف بارہ ہی تھے اگر بارہواں وصی بھی اس خو خوار
دنیا میں گیارہ اوصیاء کی طرح موجود ہوتا اور ختم ہو جاتا تو آپ سمجھے کیا ختم
ہو جاتا۔ وصی تو ختم ہو ہی جاتا ساتھ ساتھ اشرف المرسلین خاتم النبیین
کی نبوت بھی ختم ہو جاتی۔ اس لئے کہ اوصیاء کے ختم ہو جانے پر پھر کسی
نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیا بغیر ہادی کسی وقت بھی خالی نہیں
رہ سکتی۔ كَيْفَ قَوْمٌ هَادٍ۔ اور امام نے فرمایا ہے اگر دنیا میں صرف دو
آدمی رہ جائیں تو انہیں سے ایک ضرور ہادی یا امام ہو گا۔ قدرت کو اپنے
حبیب کی نبوت کو تاقیامت قائم اور باقی رکھنا تھا اس لئے ضروری
نہا کہ آپ کا کوئی وصی قائم ال محمد دنیا میں قیامت تک رہے تاکہ کوئی
غلام دعوائے نبوت نہ کر سکے ختم نبوت سے یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم
ہو گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت تک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی نبوت اب ختم ہی نہیں ہونے کی اور آپ کی نبوت سے قیامت تک

کوئی زمانہ خالی ہی نہیں رہنے کا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا تھا۔
جب آپ کا کوئی وحی دنیا میں موجود ہو (صلوٰۃ) ہم سے یہ بھی پوچھا
جاتا ہے کہ اچھا اگر وہ موجود ہیں تو کہاں ہیں۔
ہرگز نہ بتائیں گے تجھے دشمن جان

کیوں پردہ میں اب تک ہے امامت پنہاں
گیارہ کو تمام کرنے والے ظالم

اب کہتا ہے پیار ہواں بتلاؤ کہاں
گیارہ آئمہ کے قاتلوں کا حشر تو روز حشر ہی معلوم ہو گا مگر دنیا
میں بھی جس ذلت و خواری سے وہ تاحید اور قاتل فی النار ہوئے وہ
بھی کچھ کم عبرت انگیز نہیں۔ یہ بات نہیں کہ انہوں نے نادانستہ قتل
کیا بلکہ ان کی شہادت کا باعث ہی یہ یقین تھا کہ یہ امام ہیں۔ اور
حقدار حکومت الہیہ ہیں۔ اصحاب و تابعین سے متعدد احادیث
بارہ اماموں کے بارے میں نام بنام سننے چلے آئے تھے رسول خدا کی
معتبر چالیس ایسی حدیثیں ہیں جن میں بارہویں امام کا ذکر بالوضاحت
موجود ہے۔ جن کو حافظ ابو نعیم اور احمد ابن عبد اللہ اکابر علماء اہلسنت
نے اپنی کتابوں کشف الغمہ و فضول المہمہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے چنانچہ
خدیفہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے ہم سے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب

تک ایک شخص میرے فرزندوں میں سے جو میرا ہٹام ہوگا پیدا نہ ہوئے
 سلمان فارسی نے کھڑے ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ آپ کے فرزندوں
 میں سے وہ کون ہوگا۔ امام حسینؑ اس وقت آغوش رسول میں تھے رسول
 نے اپنے نواسہ حسین کے شانہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا میرے اس
 فرزند کی اولاد سے۔ اسی قسم کی انتالیس احادیث اور ہیں اور یہی
 نہیں معتبر کتب اہل سنت میں اکابر علماء اہلسنت کے اقوال پیدائش
 امام زمانہ کے بارے میں بکثرت موجود ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق
 محرقہ ص ۱۳۴ علامہ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السؤل ص ۲۹۲ علامہ
 جوزی تذکرہ خواص الائمہ ص ۲۰۴ علامہ قطب ربانی الجواہر ص ۲۸۸
 ابو عبد اللہ شافعی کشف الظنون ص ۲۰۸ علامہ ابو عبد اللہ شافعی
 نے نیایع المودت ص ۳۹۳ میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ حضرت کی عمر
 اپنے والد کے انتقال کے وقت پانچ سال تھی مگر اس عمر میں خدا نے
 آپ کو کمال علم و حکمت عطا فرمایا تھا۔ آپ کا نام قائم اور منتظر بھی ہے
 اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ پوشیدہ ہو گئے اور نہ معلوم ہو سکا کہ
 کہاں تشریف لگئے۔ شیعوں کا قول ہے کہ وہی مہدی موعود ہیں۔ ان
 تمام علماء اہلسنت کے اقوال سے آپ کی پیدائش ثابت ہے کسی فرقہ
 کو آپ کی ولادت سے انکار نہیں اور کوئی قول کسی مورخ کا اور کسی

فرقہ کے علماء کا ایسا نہیں جس میں آپ کے انتقال کی خبر دی گئی ہو۔

لہذا جب تک کسی کا مرنا معلوم نہ ہوا سکونزدہ ماننا ضروری ہے۔

اور امام کا موجود ماننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وجود امام پر ایمان نہ ہونے سے مسلمان مسلمان ہی نہیں رہتا رسول مقبول کی معتبر حدیث

ہے۔ مَكَتٌ مَكَتٌ وَلَمْ يُعْرِفْ اِمَامًا زَاهِدًا فَقَدْ مَاتَ مَيِّتَةً جَاهِلِيَّةً

جو شخص مر جائے اور اپنے امام زمانہ کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ کافرو

کی موت مرے گا۔ لہذا یہ مسئلہ بھی طے ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ امام ہدی

پیدا ہونگے اور اس وقت موجود نہیں۔ وہ بتلائیں کہ رسول کی اس حدیث

کے مطابق وہ کونسے امام زمانہ سے متعارف ہیں اور اگر نہیں ہیں تو

ان کی موت کو اس حدیث کے پیش منظر کیا سمجھا جائے۔ آئیے اب

ہم مومنین کے قلوب کی جلا کے لئے چہار دہ معصومین کی طاہر واطہر

زبان سے امام آخر الزمان کی تصدیق سنائیں۔ سید المرسلین صادق

وامین نے فرمایا۔ میرے وصی بارہ ہونگے اول علی اور آخری قائم مہدی

(نیا بیع المودۃ) ص ۴۲۵ جا براہن عبداللہ النہاری نے رسالہ تما سے

تفصیل پوچھی تو فرمایا اول علی ثمہ حسن ثمہ حسین ثمہ علی ابن الحسین

ثمہ محمد باقر ثمہ جعفر صادق ثمہ موسیٰ کاظم ثمہ علی بن موسیٰ ثمہ محمد بن علی

ثمہ علی ابن محمد۔ ثمہ حسن ابن علی ثمہ محمد مہدی (روضۃ الاحیاء)

وینامیع المودۃ صفحہ ۳۶۹ (صفحہ ۳۷۳) سیدۃ النہار العالمین نے فرمایا
 (از لوح سیدہ) حبابہ انصاری سے منقول ہے کہ آپ نے بارہ اماموں
 کے نام بتلائے جسمیں تین محمد - چار علی اور آخری قائم - امیر المؤمنین
 نے فرمایا۔ روایت از امام رضا علیہ السلام آپ نے امام حسین کو
 مخاطب کر کے فرمایا تمہاری اولاد میں سے نواں قائم ہوگا جو ذی کو
 عدل والنہایت سے بھر دے گا۔ امام حسن نے فرمایا میرے بھائی حسین
 کی اولاد میں نواں قائم ہوگا جو طولانی غیبت کے بعد قدرت خدا سے
 ظاہر ہوگا۔ امام حسین نے فرمایا نواں میری نسل میں سے وہ امام ہے
 جو قائم ہوگا جس کے ذریعہ دین حق تمام ادیان پر غالب ہوگا اس کی
 طولانی غیبت کی وجہ سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے جو ایمان پر برقرار رہیں گے
 ان کو رسول کے ہم رکاب جہاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔ امام زین العابدین
 نے فرمایا۔ قائم وہ ہوگا جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے گی
 یہاں تک کہ عام لوگ کہیں گے وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔
 امام محمد باقر نے فرمایا۔ حسین کے بعد نواں امام معین ہے جس کا نام قائم ہوگا۔
 امام جعفر صادق نے فرمایا میرے فرزند موسیٰ کی نسل سے پانچواں
 قائم ہوگا۔ امام موسیٰ کاظم نے فرمایا میری اولاد میں پانچواں
 قائم ہوگا جو زمین کو عدل والنہایت سے بھر دے گا اس کی طولانی غیبت کی وجہ سے

اکثر لوگ مزد ہو جائیں گے۔ امام علیؑ رضائے فرمایا۔ اے
 دعبیل میرا ایک فرزند محمد ہوگا اسکا فرزند علیؑ اسکا فرزند حسن ہوگا حسن
 کے بعد اسکا فرزند قائم ہوگا جو طولانی غیبت کے بعد ظہور کرے گا۔ اور
 تمام پر غالب آجائے گا۔ امام محمد تقیؑ نے فرمایا۔ قائم ہم
 ہیں سے وہی مہدی ہوگا جو میری نسل میں تمیرا ہوگا۔ امام
 علیؑ متقیؑ نے فرمایا۔ میرا جانشین تو میرے بعد میرا فرزند حسن ہے اور
 اس کا جانشین وہ ہوگا جس کا تمہیں دیکھنے کا موقع نہ ملے گا بلکہ نام تک
 لینے کی اجازت نہ ہوگی لوگوں نے کہا پھر ان کا نام کس طرح لیا جائے گا۔
 فرمایا بس یوں کہنا الْحَجَّةُ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ۔ امام حسنؑ عسکری
 نے فرمایا۔ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی جس نے اپنے امام
 زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا۔ لہذا اسنو میرے بعد میرا جانشین
 پیغمبر خدا کا ہمنام ہے جسکی طولانی غیبت ہے ظہور کے وقت کی پیشین
 گوئی کرتے والا غلط گو ہے۔ یہ چند اقوال بہ نظر اختصار پیش کئے گئے
 ورنہ ولادت امام زمانہ۔ وجود امام اور غیبت امام پر سید المرسلین
 اوصیاء خاتم النبیین کی بے شمار احادیث ہیں۔ ان احادیث اور اقوال
 کی موجودگی میں کس طرح ممکن ہے کہ رسول کے ماننے والے ائمہ معصومین
 کے غلاموں کے دل میں بارہویں کی مصلحتاً غیبت کی وجہ سے نفقش

ایمان کچھ دھندلا پڑ جائے ہمارے تو ایمان کی ابتدا ہی غیبت سے ہے
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کو جب ہم نے دیکھا ہی نہیں تو کیسے مان لیں
اُن سے کہہ دو۔

نہیں دیکھا ہم نے یہ ہے عذرِ بال و آدمی امامت کا اقرار کرنا پڑے گا
اگر ضد یہی ہے کہ دیکھیں تو مانیں و خدا کا بھی انکار کرنا پڑے گا،
کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک انسان کی اتنی طویل عمر کیسے ہو سکتی ہے
اور اگر طویل عمر ہے بھی تو غائب کیوں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معترضین
کی مخالفت برائے مخالفت ہے۔ حقیقت کو یہ کبھی سمجھے ہوئے ہیں
مگر بارہویں امام کے وجود کو اس وقت اس لئے نہیں مانتے کہ کہیں
کڑی سے کڑی ملکہ بارہ کا سلسلہ نہ مکمل ہو جائے ان سے اگر پوچھا جائے
کہ عیسیٰ۔ خضر۔ الیاس زندہ ہیں اور غائب ہیں تو فوراً جواب ملے گا کہ
جی ہاں زندہ ہیں قرآن شاہد ہے اور خدا قادر ہے جسکو چاہے اور جب
تک چاہے زندہ رکھے مگر جب اس بارہویں ہادی کا سوال آئیگا تو
إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کی آیت ہی قرآن سے غائب ہو جائیگی
خدا کی قادریت ہی ختم ہو جائے گی کہا جائے گا اتنی عمر ہو ہی نہیں
سکتی۔ کھاتے کیا ہونگے۔ غائب کیوں ہیں۔ میں عرض کر دوں گا۔
یہ میں نے خضر سے عیسیٰ سے ایک دُر کہا ہے تمہارے ہونے سے اس طرح فائدہ کیلئے

کہا چھپاتا ہے دیتا ہے جسکو عمر دراز ۛ خدا سے پوچھو کہ تیرا یہ قاعدہ کیا ہے
 ہمارا مسلک یہ ہے کہ وجود امام ضروری ہے اور خود وجود امام
 ہی فیض خداوندی ہے۔ گو پیش نظر نہ ہو۔ آفتاب پردہ ابر میں بھی منورنگن
 اور فیض رساں ہے کبھی سنایا دیکھا ہے کہ سورج بادلوں میں چھپ گیا
 ہو اور کارخانہ عالم معطل ہو گیا ہو لوگ رات سمجھ کر لستروں میں بجالیٹے
 ہوں۔ کیوں صرف اس یقین پر کہ سورج موجود ہے دنیا کی مشینیں
 کام کرتی رہتیگی۔ وہی گہما گہی۔ وہی چہل پہل وہی سعی عمل برقرار
 رہے گی پردہ ابر میں غیبت آفتاب سے سو جانے والے جب رات
 کی تاریکی میں جاگیں گے تو عمل کی دنیا خاموش ہو چکی ہوگی آفتاب
 غروب ہو چکا ہوگا عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ یہ فیض وجود امام
 ہی ہے کہ دنیا اور دنیا سے عمل زندہ ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اگر موجود
 ہیں اور غائب ہیں تو غائب ہدایت کیا کر سکتا ہے اور جب ہدایت
 نہیں تو موجود ہونے سے کیا فائدہ میں عرض کروں گا
 بے فائدہ غیبت ہے غلط ہے یگان ۛ اللہ بھی پردہ میں ہے خود فیض رساں
 شیطان پہ ایمان ہے جو بہکا تلے ۛ مہدی کی ہدایت پہ نہیں ہے ایمان
 شیطان اگر پردہ غیب میں بیٹھا ہوا بہکا رہا ہے تو ہمارا ایک امام
 بھی پردہ غیب میں راہ ہدایت دکھا رہا ہے۔ خدا کا شکر ہمارا امام

ہے موجود۔ قیامت ان کی ہے جنکا کوئی امام نہیں کبھی یہ سوال ہے کہ کب ظاہر ہونگے۔ تو۔ ابھی کچھ انتظار ہے باقی حکم پروردگار ہے باقی کیسے آجائے آفتاب منظر جب فضا میں غبار ہے باقی۔ اس حکیم مطلق نے اسکا جواب خود اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ لَکَا تَسْأَلُونَ عَنْ أَسْیَاءِ اَنْ تَبْدِلْکُمْ تَسْؤٰکُمْ۔ مت سوال کرو ان چیزوں کا جن کا سوال نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی جو نہیں پوچھنا چاہئے اُسے مت پوچھو۔ ظہور امام کا تو وقت ہی عجیب ہو گا جا۔ الحق زہقی الباطل کی زندہ تصویر سامنے ہوگی۔ دجال سے لیکر شیطان تک گوشہ ناامیدی میں سردیئے رو رہے ہونگے از مشرق تا بہ مغرب ہر چشم ہدایت لہراتا ہوگا۔ مگر آج بھی فیضان ہدایت کا دریا جوش زن ہے جب کبھی علماء امتی کا بنیاء نبی اسرائیل کو ضرورت پیش آتی ہے تو ہادی زمانہ مدد فرماتا ہے اس قسم کے واقعات سے کتب شیعہ بھری پڑی ہیں۔ میں ایک مختصر سا واقعہ ایک عالم جید شیخ مفید علیہ الرحمہ کا پیش کر رہا ہوں پہلے یہ بتلا دوں کہ یہ کس مرتبہ کے عالم تھے خود فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ کونین دو بچوں کی انگلیاں پکڑے تشریف لائیں ہیں اور مجھے فرماتی ہیں کہ شیخ ان بچوں کو پڑھاؤ۔ میں خواب سے بیدار ہوا

اور بہت رویا کہ میں نے یہ کیا خواب دیکھا۔ کہاں سیدہ کو نبین کے بچے اور کہاں میری شاگردی۔ صبح کو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک معظہ دو بچوں کو لئے ہوئے آرہی ہیں میں تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور عرض کی کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا میں اپنے ان دو بچوں کو آپ کی سپرد کرنے لائی ہوں ان کو پڑھاتے شیخ مفید نے ان دو بچوں کو پڑھایا اور ایک سیدہ تھنی اور دوسرا سید رضی عالم بے عدیل بنکر آسمان علم پر چمکا۔ یہی شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک عورت کا جنازہ آیا اور مجھے نماز میت کی فرمائش کی گئی۔ گھر سے باہر آکر میں نے جنازہ کی نماز پڑھادی۔ دوسرے روز خیال آیا کہ یہ عورت کا جنازہ تھا میں نے بغیر دریافت کئے کہ یہ عورت حاملہ تو نہیں نماز پڑھادی اگر حاملہ ہوئی تو بچہ کا خون ناحق میری گردن پر رہا۔ یہ سوچ کر بہت روئے اور فتویٰ دینے اور نماز پڑھانے سے قسم کھالی۔ رات کو خواب میں امام زمانہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ شیخ قسم کا کفارہ دو اور کارہا استجاری رکھو ہم مدد کریں گے ہیں۔ شیخ مفید رنج اشتباہ کو صاحب میت کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ جس عورت کی میں نے پریوں نماز پڑھی وہ حاملہ تو نہ تھی اس نے کہا ہاں سات ماہ کا حمل تھا۔ ہم نے جب آپکا پیغام پہنچا تو دفن سے قبل ہی پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا تھا

اور سچہ ابھی تک زندہ ہے۔ شیخ مفید یہ سکر سجدہ میں گر گئے شکر خدا ادا کیا اور سمجھے کہ میرے امام نے یہ میری مدد فرمائی۔ خوش قسمت اور خوش نصیب ہیں وہ مومنین جو ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں مذہب حقہ کی نعمت بیٹھے بٹھائے مل گئی۔ آج یوم عید ہے معمولی عید نہیں مومنین کی سب سے بڑی عید ہے آج دین حقہ کا وہ پیشوا آیا جس نے مومنین کو قیامت تک جہالت کی موت سے بچایا یہ سچی ہوئی محفل آسمان کلسابان زمین کا فرش آفاق کی قاناتیں آفتاب و مہتاب کی قندیلیں۔ ستاروں کے قمقے سب ختم ہو جاتے اس لئے کہ جب صاحب لولاک صی نہ رہا تو خیمہ ابتک کیوں لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس خیمہ عالم میں ابھی شہنشاہ لولاک کا کوئی وزیر مقیم ہے۔ کیوں اس لئے کہ۔

لولاک سے گر مقصد تھے صرف محمد ہی

جب وہ نہ رہے آخر دنیا بھی نہ رہ جاتی

رہ جانے سے دنیا کے معلوم ہوا اختر

ہے کوئی محمد سا دنیا میں ابھی باقی،

آئیے آخر میں ہم سب ملکر درگاہ العزت میں بہ صدق دل یہ

دعا کریں کہ پالنے والے تو نے فرمایا ہے کہ یوم ندوکل اناس

بامامہم۔ قیامت کے روز ہر انسان کا اپنے امام کے ساتھ حشر ہوگا۔

ہمارا حشر بحق محمد و آل محمد ہمارے اماموں کے ساتھ اور ان کا حشر

انکے اماموں کے ساتھ ہو۔ (آملیٹ :-)

بے معرفت امام کے ہے مرگ مرگ کفر

لاریب یہ حدیث رسول انام ہے۔

تبیح بے امام کے زاہد ہے نامکام

تبیح فاطمہ میں ابھی تک امام ہے

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

یا صاحب الزمان الامان الامان الامان۔ من فتنه الزمان

عَجَّلِ اللَّهُ تَعَالَى ظُهُورَهُ

قصیدہ

یکب کہا میں نے تجھ سے واعظ زمین پہ وہ نازنین نہیں ہے

جہاں بھی ہے ہے وہ عرش اعظم زمین وہ ہرگز زمین نہیں ہے

یقین ہے ہو جاتی باریابی وہ ایسا پروہ نشین نہیں ہے

مگر ہاں اس آستان کی قابل ابھی ہماری جبین نہیں ہے

ہے اس کے دم سے قیام عالم ہے اسکے دم سے نظام امکان

یہ کیسے سمجھوں بھلا ہے امکان مکان تو ہے اور ممکن نہیں ہے

۲۳۲

حدیث ثقلین کہہ رہی ہے جہان ہوگی کتاب و عتق
قرآن ہے جب تو کیسے کہہ دوں کہ وہ امام مبین نہیں ہے
وہ آہی جاتے کبھی تو آتے یہ دن بھی فرقت کے کٹ ہی جاتے
مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید ان کو مری و فدا پر لقیں نہیں ہے
یہ ٹھان لی ہے اب ہم نے اخترِ جبین ہو یوں سنگِ آستان پر
پکاراٹھے یہ آستانہ یہ آستان ہے جہیں نہیں ہے،

مرتبہ محمد مصطفیٰ خاں - اس کتاب
میں امیر المومنین علی بن ابیطالب
کی مجاہدہ کی شخصیت کے مختلف
قیمت ۱۶ روپے -

علی علی (دوسرا ایڈیشن)

پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے

مرتبہ محمد مصطفیٰ خاں - امام حسین کی سیرت
اور شخصیت پر مشہور علماء و کرام کے
مضامین کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اور وہ

حسین حسین

معجزات پیش کئے گئے ہیں جو کہیں دستیاب نہیں ہیں اور امام حسین کے
تمام خطبات بھی یکجا کر دیئے گئے ہیں (زیر طبع) قیمت ۱۵ روپے -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِقَبَائِلِ زَيْنَبِیْہِ سَلَامُ اللَّهِ عَلَيْهَا

فضائل

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وآله

الطيبين الطاهرين انا بعد فقد قال الله تبارك وتعالى في

كتاب المبين وهو صدق الصادقين

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ - تَرْجُمَتُہ

اے رسول ان سے کہدو کہ میں اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا

مگر یہ کہ تم میرے قربی سے مودت رکھو۔ حق کے شیدائی۔ رسالت کے

خدائی انسانوں کی بارگاہ رسالت میں درخواست پیش ہوئی کہ ہم

اپنے محسن عظم کے ان احسانات کی بارشوں کا جسکی بدولت کثافت

ازل سے نکل کر لطافت ابدی سے مالا مال ہوئے کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں۔

قدرت نے دکھیا اچھا موقع ہے اپنے رسول کو حکم ہوا کہ اے ہمارے

حبیب تمہاری ان بے بہا خدمات کا اجر تو یہ کیا دے سکتے ہیں انکا

اجز تو ہم دیں گے۔ مگر تم ان سے ایسی چیز مانگ لو جس سے دین اسلام کو تاقیامت استحکام ہو جائے لہذا کہہ دو کہ ان خدمات کی مزدوری میرے اقربے مودت ہے۔ قرآن کی یہ واضح آیت ہے جمہیں مودت قربی محبت عنقرت اطاعت الحبیت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ یوں تو قرآن نذکرہ آل محمد سے بھرا پڑا ہے۔ مسند احمد ابن حنبل میں مجاہد نے اعتراف کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب کی شان میں شتر سے زیادہ آیات موجود ہیں۔ علماء حق نے فرمایا ہے کہ تین سو ساٹھ آیات شان امیر المومنین میں قرآن مجید میں موجود ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ایک ثلث قرآن شان امیر المومنین میں نازل ہوا ہے۔ ہمیں سخت حیرت ہے کہ علماء اسلام قرآن پر کس چشمہ سے منظر ڈالتے ہیں کہ ان کو ایک آیت بھی شان امیر المومنین میں منظر نہیں آتی۔ لا املکم علیہ اجداً جیسی واضح اور روشن آیت پر بھی پردے ڈالنے کی کوشش ہوتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں قربی سے مراد اپنے اقربا ہیں۔ اور حکم یہ ہے کہ تم اپنے اقربے سے محبت رکھو۔ سبحان اللہ۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے اقربا۔ کافر ہوں یا مشرک۔ ان سے محبت رکھو بس اجز رسالت ادا ہو گیا۔ تمہارے اقربا مفسد ہوں یا منافق ان سے محبت کرو اجز رسالت ادا ہو گیا تمہارے

اقربا۔ خاتن ہوں یا غاصب ان سے محبت کرو اجر رسالت ادا ہو گیا۔ تمہارے اقربا بت پرست ہوں یا زر پرست۔ تمہارے اقربا ناسق ہوں یا کاذب تمہارے اقربا ظالم ہوں یا جابران سے محبت کرو اجر رسالت ادا ہو گیا۔ اگر یہی انداز محبت ہے تو مسلمانوں سے زیادہ تو عیسائی یہودی مجوسی۔ رومی اپنے اقربا سے محبت رکھتے ہیں اور بغیر کچھ لئے ہوئے اجر رسالت ادا کر رہے ہیں۔ انسوس مسلمانوں نے سمجھا ہی نہیں کہ رسول کیا مانگا رہا ہے۔ رسول کو اجر رسالت تم کیا دے سکتے ہو اور رسول تو خود فرما رہا ہے کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا اور تم مجبوراً ان مجھے دے بھی کیا سکتے ہو اور نہ مجھے تمہارے عطیہ کی ضرورت ہے۔ ہاں جو کچھ مانگا رہا ہوں وہ اپنے فائدہ کی غرض سے نہیں بلکہ یہ ایک اور احسان تم پر کر رہا ہوں کہ تم میرے اقربا سے مودت رکھو تاکہ میری رسالت کے قربت دار کہنیں صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہ دیں اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ قریٰ بین کون کون داخل ہیں۔ ابن حجر ملکی صواعقِ خرقہ میں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ لوگوں نے رسول خدا سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپ کے کونسے قرابت دار ہیں جنکی محبت کا حکم خداوند عالم نے ہمکو دیا ہے آپ نے فرمایا۔ علی اور فاطمہ اور ان دونوں کے پسر حسن اور حسین ہیں۔ تفسیر کشافِ مطبوعہ

مصر۔ نیابیع المودۃ کتاب مودۃ القربی میں بھی قربی کی یہی توضیح کی گئی ہے۔ آئیے خود قرآن سے پوچھیں کہ قربی سے کیا مطلب ہے تو ایک آیت واضح ملتی ہے۔ رسول کو حکم ہو رہا ہے وَاَتِ الْقُرْبٰی اَحَقَّ۔ اے رسول فذک ذوالقربیٰ کو دیدو۔ رسول نے امین وحی سے سوال کیا قربیٰ سے کیا مراد ہے جبریل امین نے جواب دیا۔ فاطمہ۔ چنانچہ فذک رسول نے فاطمہ کو عطا کر دیا۔ معلوم ہوا کہ علی و فاطمہ اور ان کی اولاد کی محبت از رو قرآن واجب ہے۔ جیسی تو امام شافعی نے فرما دیا۔ کہ اے اہل بیت محمد تمہاری محبت خدا نے اپنے نازل کردہ قرآن میں فرض کر دی ہے۔ (صواعق محرقة ص ۱۰۳) فاطمہ کا گھر بچپن کے نور سے معمور تھا۔ رسول موجود علی موجود فاطمہ موجود۔ حسن حسین موجود کہ یکم شعبان کی مبارک تاریخ میں خانہ بچپن پاک میں ایک اور نور آیا۔ گلزار فاطمہ میں سلمیٰ تیسری کھلی۔ بنت نبی کو زینب صبر آزما ملی۔ رسول نے بیٹی کو بیٹی کے آنے کی مبارک باد دی۔ علی خوش تھے کہ حسین کی بہن آئی فاطمہ سرور کہ زینب چمن آئی۔ حسن خوش تھے کہ قوت بازو حسن آئی۔ حسین خوش تھے کہ میری شریک محسن آئی۔ یہ بات کب کسی نے پائی زینب نے پانچ معصوموں کی آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ جس طرت نظر کی عصمت منظر آئے سنا خدا کا رسول۔ بابا امام زورج بتول۔ ماں معصومہ بنت رسول

دو بھائی دونوں کے دونوں امام عصمت کے پھول حسن و حسین نے
 باپ سے وراثت میں امامت۔ پائی تو زینب و کلثوم نے ماں سے
 وراثت میں عفت و سیادت پائی۔ ایسے ماحول میں تربیت پائیوال
 بچی اگر زینب نہ ہوتی تو اور کیا ہوتی۔ زینب میں رسالت کا اقبال تھا
 علی کا جلال تھا۔ فاطمہ کا جمال تھا حسن کا کمال تھا اور حسین کا خیال تھا۔
 صفات خمسہ کا مالک زینب علی کی زیب و زین زینب فاطمہ کے دل کا
 چین زینب شریکتہ الحیین زینب نے جب ذرا ہوش سنبھالا پانچویں
 منزل میں قدم ہی رکھا تھا کہ دیکھا بختن کا سید و سردار۔ دین خدا کی
 بقا کی خاطر کیا کیا صعوبتیں اٹھا کر خدمت ہو گیا۔ ناز بردار نانا کی جدائی
 میں زینب روئیں۔ ماں کو اسی وقت سے کبھی ہاتے بابا کبھی ہاتے کر بلا
 کہتے روتے دیکھا۔ چھ سال کے اندر ہی اندر دو بڑے داغ سینہ پر دوای
 نشان بن کر رہ گئے۔ اب زینب تھیں اور باپ کی آغوش تربیت اس
 دور میں باپ کی گوشہ نشینی نے زینب کو زینب بنایا۔ حالات کا جائزہ
 لیتی رہیں۔ وقت کی بے وفائیاں کر بلا کی یاد دلاتی رہیں۔ حیدر کرار
 نے شیر دل بیٹی کا دل مصائب کی کھن منازل کی برداشت کا مسکن
 بنایا ایک وقت وہ بھی آیا کہ فاطمہ کی بیٹی کوفہ کی شہزادی بنی اسلام
 کی معزز خوانین کے سر آستانہ زینب پر سجدہ ریز رہے مگر کر بلا کا خیال

۲۳۰

وقت کی ناپائیداری کی تصویر برابر پیش کرتا رہا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ فاتح خیبر کے سر پر سجدہ میں تلوار لگی۔ کربلا کا تصویر یقین سے بدلنا شروع ہوا کہ حسن کے دل کے ٹکڑے لگن میں دیکھے۔ زینب کو بھائی کا دل لگن میں نظر آیا۔ نہیں۔ طشت یزید میں سر حسین دیکھا۔ دین کی بقا کی خاطر زینب نے اپنے چار بزرگوں کو جان دیتے ہوئے دیکھا اسی وقت سے خدمت دین میں جانپاری کی تیاری شروع کر دی۔ نانا کے دین کی بقا کے لئے حسین کی طرح زینب بھی اب وقت کی منتظر ہیں عصمت کدہ کی پروردہ زینب کے ہر قدم میں اب عصمت کا انداز ہے۔

کم نہ تھیں زہرا سے زینب منزل توقیر میں
چاند تارے جڑ دیئے اسلام کی تقدیر میں
ہر قدم تھا اللہ اللہ شان عصمت کا ثبوت

بطن زہرا میں تھیں شاید چادر مطہر میں
علی کی اس بڑی بیٹی کی شادی علی کے بڑے بھائی جعفر طیار
کے بڑے بیٹے جناب عبداللہ سے ہوئی ثنائی زہرا ثنائی جعفر کے گھر میں آئی
شجاعت کی تصویر شجاعت کے آئینہ میں نظر آئی۔ جناب عبداللہ
آفتاب علم و عمل ہوتے ہوئے اس شمع عصمت فاطمہ کی روشنی سے مستفید

ہوئے۔ قدم قدم پر احترام بنت بول کا پاس و لحاظ رکھتے اور کہیں نہ رکھتے آخر زینب بھی تو اسی آغوش عصمت کی پروردہ تھیں جس آغوش سے پرورش پا کر جو بھی نکلا امام بنکر نکلا۔ زینب گو امام نہ تھیں مگر شریک امام تھیں ایک ہی طرف کی مطروف تھیں۔ بس اگر فرق تھا تو فرق امامت اگر لڑکا ہوتیں تو یہ بھی یقیناً امام ہوتیں ۵

گر سپرد خیر سلطان و لاہیت ہوتی - تیسری خانہ زہرا میں امامت ہوتی
نبی کی نواسی فاطمہ کی بیٹی۔ کونہ کی شہزادی۔ عالم کی خزاوی زینب علیہ السلام آپ کی
منزلت و شان ہم کیا جانیں کہ آپ کون ہیں۔ ہاں اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ
فاطمہ کا جواب ہیں زینب - بخدا لا جواب ہیں زینب
تم نے جانا نہیں زمین والو دختر بوتراب ہیں زینب
ماں بھی بھائی بھی باپ بھی معصوم کتنی عصمت مآب ہیں زینب
دین حق کی بقا امام حسینؑ دین حق کا شباب ہیں زینب
رکھلی دنیا میں عزت اسلام ایسی عزت مآب ہیں زینب
اتنی تبلیغ دین حق کے لئے کیا رسالت مآب ہیں زینب
بھائی کی مثل کر بلا کے لئے ازخدا انتخاب ہیں زینب
درس عزم و وفا کی منزل میں اک مکمل نصاب ہیں زینب
شام میں دیکھنا سنیا پاشی شامیو آفتاب ہیں زینب

آج دربار شام میں ہیں علی کر رہی یا خطاب ہیں زینب
 شام کو دینے پھر نشان سحر شام میں محو خواب ہیں زینب
 نفع کرب و بلا حسین نے کی شام کی فتح یاب ہیں زینب
 کرم اختہ پہ ہو رہے حسین غم دل بے حساب ہیں زینب

مِصْبَاحِ

اب زینب تھیں اور تصور کر بلا۔ باپ کی وصیتیں اور ماں کی نصیحتیں رہ رہ کر یاد آتیں۔ کہ باپ پر سب کو شتم کرنے والے البوسفیان کے متکبر اور مغرور تاجدار معاویہ کی موت کی خبر آئی اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن خدا و رسول معاویہ کا فرزند زید مسلمانوں کا خلیفہ اور رسول کا جانشین بنایا گیا۔ زینب کو یقین ہو گیا کہ اب باپ کے پڑھائے ہوئے سبق کو دہرانے کا وقت آ گیا۔ کہ حسین کو ولید حاکم مدینہ نے بلایا۔ حسین کے ساتھ ساتھ عباس بھی چلے امام نے روکا۔ عباس دواڑہ پر رک گئے۔ عباس ولید کے محل کے دروازے پر کھڑے تھے اور حسین کی عاشق بہن پریشان اپنے دروازہ پر کھڑی تھی۔ دیکھا بھائی آ رہے ہیں۔ زینب خوش ہو گئیں حسین کیا باتیں ہوئیں نہیں بہن کچھ نہیں۔ اب صبح ہونے سے پہلے حسین کو مدینہ چھوڑنا ہے۔ حسین

کیا مجھے چھوڑ جاؤ گے۔ یہ سطرچ ہو سکتا ہے زینب ساتھ چلے گی۔
 نہیں بہن۔ تمہیں کیسے ہمراہ لے جاسکتا ہوں اس کا اختیار بھائی
 عبداللہ کو ہے وہ تمہیں اگر اجازت دیدیں تو بہتر ہے۔ زینب یہ
 سنکر بے چین ہو گئیں۔ گھر کا رخ کیا راستہ بھر سوچتی چلی گئیں اگر
 اجازت نہ ملی تو کیا کروں گی۔ گھر میں داخل ہوئیں۔ جناب عبداللہ
 کو دیکھتے ہی زخموں پر آنسوؤں کا دریا بہہ گیا۔ عبداللہ گھبرائے
 خود بھی رونے لگے۔ فاطمہ کی بیٹی یہ کیا عالم ہے۔ خدا را کہو کیا کہنا
 چاہتی ہو فرمایا عبداللہ زینب اسوقت ایک حاجت یکر آئی ہے
 آپ جانتے ہیں کہ حسین آمادہ سفر ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا
 کہ مجھے تاب مفارقت نہیں ہے۔ آپ اگر اجازت نہ دینگے تو بیشک نہیں
 جاسکتی مگر زینب زندہ بھی نہیں رہ سکتی یہ کہہ کر زار و قطار پھر روئیں
 عبداللہ بھی روئے اور کہا شوق سے جانیے خوش ہو گئیں واپس
 آکر بھائی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔ فاطمہ کے لعل عبداللہ نے بخوشی
 اجازت دیدی۔ ہاں بہن حسین کو تمہاری ضرورت تھی۔ چلو اذنا نا کہ
 دین کا پردہ رکھ لو۔ کوچ کا سامان ہوانا قے بٹھائے گئے زینب سوار
 ہوئیں علی اکبر نے ناقہ کے قریب زانو ٹیک کا۔ پھوپھی نے بیٹے کے زانو پر
 قدم رکھا۔ عباس نے گردن جھوکا دی بہن نے پشت عباس پر ایک

ہاتھ رکھا۔ حسین نے بازو تھام کر حمل میں بٹھایا۔ رجب کی ۲۸ تاریخ
تھی کہ حسینی قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور منزل بہ منزل حج کو عمرہ
سے بدل کر منزل ثعلبیہ پہنچا۔ جناب زینب کو اس منزل پر ایک بڑا
حیرت ناک واقعہ پیش آیا دیکھا کہ حسین نے مصلے سے اٹھ کر کوفہ کا
رنج کیا اور کسی کو جواب سلام دیا۔ حیران ہو گئیں بھائی کو خیمہ میں بلایا
آپ نے یہ کسکو جواب سلام دیا حسین نے کہا بہن مسلم عالم عزت ہیں
شہید کر دیئے گئے وقت شہادت یہ انکا آخری سلام آیا تھا زینب
رودین اور اب سارا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ گیا اگلی منزل جو غالباً
منزل حریمہ تھی حسین کی بہن نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ
قافلہ اپنی وعدہ گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے آنکھ کھلی پریشان ہو گئیں صبح
کو بھائی کو خواب سنائی حسین نے فرمایا بہن جو مقدر ہو چکا ہے ہو کر
رہے گا زینب سمجھ گئیں کہ حسین اپنے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔
حیدر گڑا کی بیٹی کے کردار میں اب منزل بہ منزل بلندی پیدا ہوتی
گئی۔ حتیٰ کہ زینب ۲ محرم کو نہر فرات کے کنارے خیمہ میں بیٹھی ہوئی
تھیں کہ عباس علمدار با چشم نم داخل خیمہ ہوئے اور عرض کی بنت
بتول اب یہ خیال یہاں سے اٹھاتے جا رہے ہیں۔ عباس کیوں
تمہارے ہوتے خیام فرات کے کنارے سے کون اٹھا سکتا ہے شہزادی

کسی کی کیا مجال ہے کہ ہمارے خیمہ نہ فرات سے ہٹا دے۔ ابن زیاد کا حکم آیا میں مانع ہوا۔ آفتالے مجھے بلایا اور فرمایا بھائی عباس پانی کو ہم جنگ کا آغاز بنانا نہیں چاہتے خیمے نہر سے ہٹالو۔ خیمے نہر سے دور تپتی ہوئی ریگستان میں لگائے گئے۔ اور وہی ہوا جو حسین کو معلوم تھا۔ ساتویں محرم سے حسین کے بچوں پر بھی پانی بند ہو گیا۔ جناب زینب نے یہ خبر سنی بے چین ہو گئیں۔ بیمار بھتیجے کے بستر کی طرف گئیں نبض پر ہاتھ رکھا دیکھا سجاد بنجاری میں جل رہے ہیں۔ سکینہ کی طرف گئیں دیکھا ہاتھ میں نحالی کوزہ لئے رو رہی ہیں۔ علی اصغر کے جھولے کی طرف بڑھیں بچہ کو روتا ہوا دیکھ کر رو دیں۔ ہائے اب علی اصغر کے ہونٹ آتسوں سے تر ہونگے۔ دیکھتے دیکھتے میدان کو بلا بیس دشمنوں کا سیلاب پہنے لگا اتنے میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی غیر معمولی آوازی سنائی دیں۔ بھائی کو بلا یا حسین یہ کسا لشکر آیا فرمایا۔ بہن یشمیر کی سرکردگی میں پانچ ہزار سوار اور آئے ہیں۔ زینب نے شمر کا نام سنا حسین کے چہرہ پر منتظر ڈالی۔ دیکھا بلا شاست کے آثار ہیں زینب نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے۔ اور کہا پالنے والے زینب کو حسین جیسی توفیق صبر عطا فرما۔ حسین نے ایک دم میدان کا رخ کیا فضا دوڑی ہوئی آتیں تھہرا دی حسین کے بچپن کے حبیب حبیب ابن مظاہر آئے ہیں پیشوا اپنے

حبیب کی پیشوائی کو خود گیا ہے۔ فاضلہ سے فرمایا فاضلہ جا اور حبیب سے کہنا فاطمہ کی بیٹی آپ کو سلام کہہ رہی ہے۔ حبیب نے پیغام سلام سنا۔ عمامہ سر سے اتار کر پھینک دیا دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹ لیا۔ اللہ اللہ آل محمد پر یہ وقت آ گیا کہ فاطمہ کی بیٹی اپنے غلام کو سلام کہلو اگر بھیج رہی ہے۔ شب عاشور رتھی ٹھیلی ہوئیں عون و محمد کے خیمہ میں پہونچیں بچوں کو پاس بٹھایا۔ فرمایا حیدر کرار کے نواسو۔ جعفر طیار کے پوتو۔ کل ماموں کا بڑا کھٹن امتحان ہے دیکھو سب سے پہلے تمہیں ماموں پر قربان ہونا ہے تمہارے ہوتے ماموں پر آپرچ نہ آنے پاتے۔ ورنہ دودھ نہ بچھونگی۔ بچوں نے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر کہا مادر گرامی کل دیکھنا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ عاشور کی صبح جب عون و محمد کی باری آئی۔ اونچے حیٹ کے ہاتھوں پر خون میں نہلتے گردنیں کٹائے خیمہ میں آئے زینب نے دونوں لاشوں کے پیچ میں بیٹھ کر سجدہ شکر ادا کیا دونوں بچوں کی بلاتیں لیکر فرمایا شاہابش میری گود کے پالو ماں نے دودھ بخشا فرزند ان رسول یکے بعد دیگرے جاتے رہے۔ اکبر آئے اصغر آئے پھر حسین تنہا آئے فرمایا بہن زینب مجھے ایک فرسودہ لباس لا دو۔ زینب لباس لائیں حسین نے اس کو جگہ جگہ سے چاک کیا۔ فاطمہ کی بیٹی حیرت سے دیکھتی رہی بھائی آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا اعدائے دین اگر اسکو

بھی میرے جسم پر چھوڑ دیں تو غنیمت ہے زینب کو یاد آیا کہ ماں نے کہا
 تھا زینب جب میرا حسین تجھے لباس طلب کرے تو سمجھ لینا حسین کے
 ایسے عہد طفلی کا وقت قریب آگیا بھائی بھگتے میں باہیں ڈال کر بہن تا
 دیر روتی اور گلے کے بوسے لیتی رہی۔ حسین بھی روئیے اور بہن کے بازو
 چومے سب کو آخری سلام کیا۔ بہن نے خیمہ کا پردہ اٹھایا اور یقین ہو گیا
 کہ حسین زندگاہ میں نہیں اب قتل گاہ میں جا رہے ہیں۔ کچھ ہی دیر
 گزری تھی کہ سیاہ آندھی چلی الا قتل الحسین بکربلا۔ الا ذبح الحسین بکربلا
 کی آوازیں فضا میں گونجیں۔ سرو پاء سے بے خبر زینب برہنہ سر خیمہ
 سے نکلی دیکھا فاطمہ کا چاند سوا نیزہ پر بلند ہے۔ زینب نے دل کو سنبھالا
 فرائض کو پہچانا دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے روتے ہوئے مگر بڑے
 خلوص قلب سے کہا پالنے والے اگر تیرے دین کی بقا شہادت حسین پر
 ہی موقوف تھی تو زینب ایسے سو بھائی قربان کرنے کو تیار ہے بلکہ زینب
 بھی شہادت کی طلب گار ہے۔ ادھر فتح کے شاد دیا نے بجے تکبیر کی صدا سن
 بلند ہوئیں۔ مگر واہ رے مسلمانو خوب رسول کو اجر رسالت دیا
 خدا نے جس کی مودت فرض کی تھی اسکا سارا گھر ہی آجاڑ دیا ہے
 گلزار فاطمہ میں یہ کیسی ہوا چلی ؟ گل کا تو ذکر کیا ہے نہ باقی رہی کلی
 تاریخ کہہ رہی ہے کہ اگر مودت قرنی کے بجائے خدا یا اس کا

رسول عداوتِ قرنی کا حکم دیتا تو جو عداوتِ قرنی سے اب کی گئی اس سے زیادہ نہ ہو سکتی۔ مگر یہ اعجازِ خداوندی تھا اور مشیتِ الہی کہ چھ مہینہ کا بچہ تک شہید کر دیا جاتے اور جوان بیٹا سیدِ سجادِ زندہ رہ جاتے۔

بات یہ تھی کہ جس طرح شہادتِ حسینؑ وجہِ بقائے دین تھی اسی طرح بقائے سیدِ سجادؑ بھی وجہِ بقائے دین تھی۔ قدرت کو بقائے دین کے لئے وجودِ امام کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں نے رسول کے لواہ سے کو ذبح کر کے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور شرم نہ آئی۔ بلکہ یہ سمجھے کہ ابھی اجرِ رسالت کما تھا ادا نہیں ہوا۔ سامان لوٹا گیا۔ رسول کی نواہیوں کے سر سے چادریں چھینیں خیموں میں آگ لگی۔ مگر زینب اب زینب نہیں تھیں حیدرِ کرار تھیں۔ آگ کے شعلے بھڑکتے رہے زینب بچوں کو بحفاظت میدان میں لاتی رہیں شعلے بیمار کے خیمہ تک پہنچے خلیلِ کردگار کی پوتی بیمار کو آگ کے شعلوں میں گھس کر باہر لائی حمید کہتا ہے کہ جب خیموں میں آگ لگ رہی تھی تو میں نے ایک خاتون کو دیکھا کہ بار بار ایک خیمہ میں جاتی ہے اور نکل آتی ہے کہ ایک بار کسی چیز کو اٹھائے ہوئے باہر آئی ہیں سمجھا کوئی بڑی قیمتی چیز ہوگی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بیمار بھتیجا عالمِ منش میں خیمہ میں پڑا تھا خیمہ جل جل کر خاک ہوتے رہے تاریکی بڑھتی رہی زینب نے بچوں کو سنبھالا۔ دیکھا سکیں نہیں۔ ام کلثوم غضب ہو گیا۔ سکیں نظر نہیں

آئیں۔ آؤ قتل گاہ میں دیکھیں زینب مقتل میں آئیں۔ علی اکبر کو پکارا
 بیٹا بہن کو تو نہیں دیکھا۔ کبھی عباس کو صدادی۔ عباس بھتیجی تو تلاش
 آب میں نہیں آگئی۔ کہ ایک نشیب سے رونے کی آواز آئی۔ رسول کی
 دونوں لڑائیاں اس طرف بڑھیں دیکھا سکینہ لاش حسین سے چٹی ہوئی
 رو رہی ہیں۔ سکینہ بی بی تم یہاں کیسے آگئیں۔ کیسے پہچانا۔ پھوپھی اماں
 میں بابا۔ بابا۔ پکارتی پھر رہی تھی اس طرف سے آواز آئی۔ سکینہ الیا الیا
 بیٹی یہاں آجا۔ تیرا باپ یہاں ہے ہاتے جب باپ کی آغوش سے
 سکینہ کو جناب زینب نے اپنی آغوش میں لیا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا۔
 سکینہ کا اور کیا گزری ہوگی زینب پر علی کی شیر دل بیٹی ایک نیم سوختہ
 لکڑی لیکر رات بھر بچونکی حفاظت کرتی رہی۔ رات ختم ہوئی صبح قیامت
 نمودار ہوئی۔ بیمار امام کے لئے لوہے کا زیور آیا۔ زینب اور اسیران محن کیلئے
 رسن آئی۔ قیدی بنائے لے چلے آل رسول کو۔ مقتل سے گذر ہوا۔ سید سجاد
 نے باپ کا عریاں لاشہ خاک گرم پر پڑا دیکھا۔ زنجیریں بٹھال کر بیٹا باپ
 کے لاشہ کی طرف دوڑا علم نفسیات کی عالمہ زینب نے موقع کی نزاکت
 دیکھی بھتیجے کی جان بری کی تدبیر سوچی۔ خود کو ناقہ سے گرا کر سید سجاد
 کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ ہیں پھوپھی اماں یہ کیا ہوا۔ ابھی تو بڑی مسافت
 طے کرنی ہے۔ ہاں بیٹا تمہیں بھی ابھی بڑا کھٹن سفر طے کرنا ہے اب زینب

تھیں اور باپ کا دار الخلافہ۔ کوفہ کا بازار تھا اور لوگ زینب کو ننگے سر دیکھ دیکھ کر روتے تھے۔ زینب بھی روتی تھیں اور فرمائی تھیں کوفہ والو! خدا تمہیں ہمیشہ رُلائے۔ تم نے اپنے چوتھے خلیفہ کی خوب قدر کی۔ دربار ابن زیاد آیا۔ ہادۂ محنت کے متوالے ابن زیاد عاقبت برباد نے سید سجاد کی طرف دیکھا۔ یہ کون ہے۔ کسی نے کہا حسین کا بڑا فرزند۔ متکبرانہ انداز میں بولا کہ خدا نے تمہیں قتل نہیں کیا۔ امام نے فرمایا ہاں تیرے لشکر نے مجھے قتل نہیں کیا۔ یہ جواب سنکر بگڑ گیا۔ قتل کا حکم دیا۔ جلاد بڑھا۔ زینب نے اپنی گردن گلو تے امام پر رکھ دی۔ پہلے عین قتل کی جاؤنگی یہ منظر درباری دیکھ کر رو دیئے۔ درباریوں کی سفارش پر قید کا حکم دیا گیا۔ ۵

نچ رہا عالم میں جو توحید کا یہ سنا ہے ؛ خواہر سبط نبی یہ آپ کی آواز ہے سید سجاد کی وجہ بقا سے زندگی ؛ نو اماموں کی بقا یہ آپ کا اعجاز ہے بڑے اختصار سے عرض کر رہا ہوں ورنہ مصائب بنت زہرا کیلئے حسین کی طرح عمر نوح درکار ہے۔ کوفہ سے شام کا لٹ و دق بے آب و گیاہ رگیناں سفر طے ہو رہا ہے۔ راستہ میں شہر و بستیاں آراستہ ہیں زینب کے ہاتھ لپس پشت رسن بستہ ہیں ورنہ ہاتھوں ہی سے منہ چھپا لیتیں۔ چہرے پر بال کبھی اڑتے کبھی اڑتے ہیں۔ تماشا بانی یزیدی درندوں سے پوچھتے

ہیں یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملتا ہے امیر شام کے باغی۔ زنیب بھتیجے سے فرماتی ہیں۔ سید سجاد ناقہ کو ذرا روک لو۔ تماشا بیوں سے اسد اللہ کی بیٹی خطاب کرتی ہے۔ سنو۔ سنو یہ لوگ تمہیں نہیں بتلاتے تو میں بتلاتی ہوں۔ مسلمان محمد مصطفیٰ کا نام تو سنا ہوگا جس رسول کا تم کلمہ پڑھتے ہو میں تمہارا اسی رسول کی نواسی ہوں اور یہ سامنے نیزہ پر سر اُن کے نواسے حسین کا کلہ ہے جسکو تین روز بھوکا پیاسا رکھ کر دشمن خدا ابوسفیان کے پوتے معاویہ کے بیٹے یزید نے پس گردن سے سجدہ میں ذبح کر دیا۔ لوگ سنتے تھے اور روتے تھے حسین کی بہن اپنا فریضہ ادا کرتی شام تک چلی گئی مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ انتقام کا سیلاب جوش مارنے لگا۔ کئی مقام پر شہر والوں اور فوجیوں میں تصادم ہوا۔ حیدر کرار کی بیٹی تیغ زبان سے شام کے دروازے تک جہاد کرتی چلی گئی۔

شور ہر منزل پہ تھا یارے حسین اور بھڑک اٹھا تھا جوش انتقام
اب ہوا معلوم اختہ رازیہ ساتھ لائے تھے بہن کو کیوں امام
رسول پاک کی پاک سیرت تو اسی بشیر خدا کی شیر دل بیٹی حسین
کی دلاور بہن دربار یزید میں ہزاروں کرسی نشینوں کے مجمع میں رسن بستہ
سر برہنہ۔ کھڑی تھی یزید نام لے لیکر ہر بی بی کو پوچھتا تھا یہ کون ہے یہ کون
ہے سوال جب جناب زنیب تک پہنچا۔ ماں کی وفادار کنیز فہمہ حجاب

انجیل قرآن میں بھی ہے۔ اور خدا سے بڑھکر وعدہ پورا کرنا والا اور ہے
بھی کون۔ پس جو خرید و فروخت تم نے خدا کے ساتھ کی اس پر خوشیاں
منناؤ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

سبحان اللہ عجیب آیت ہے جسکا ہر ہر لفظ بلکہ ہر ہر حرف اعجاز
قرآن اور ضیاء ایمان ہے بلکہ یوں کہوں کہ یہ آیت نہیں قدرت نے
مومنین کے لئے بیعناہ جنت لکھا ہے۔ کسی چیز کی بیع و شری۔ خرید و
فروخت میں بظاہر چار ہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ مشتری۔ بائع۔ جنس
قیمت۔ یہاں خریدار خود خدا نے کریم۔ بائع مومنین۔ جنس نفوس و اموال
قیمت جنت لازوال۔ قدرت کا اہتمام تو دیکھیے۔ کیونکہ جنس کی قیمت
فوری ادا کرنی نہ تھی تو وعدہ جنت پر زور دیا جا رہا ہے کہ ہمارا وعدہ کبھی
جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر گواہ بھی بڑے معتبر پیش کئے جا رہے ہیں ایک نہیں
تین تین توریت انجیل۔ قرآن اور نیچنے والوں کو یہ بھی یقین دلایا جا
رہا ہے کہ یہ تمہارا سود اگھاٹے کا نہیں ہے فائدہ ہی فائدہ ہے بلکہ فوز
عظیم والا ہے۔ بلکہ یوں سمجھے کہ قدرت قتل ہونے والوں سے یہ کہہ رہی
ہے کہ یہ ذبح عظیم ہی فوز عظیم ہے۔ آیت میں عوام سے نہیں مومنین سے
اور مخصوص مومنین سے خطاب ہے۔ قرآن کا یہ انداز ہے کہ مخاطب عام ہو
تاکہ ہوس پرستوں کو یہ شکایت نہ رہے کہ آیت نامزدگی کی وجہ سے تنگ

اور مخصوص تھی ہماری گنجائش ہی نہ تھی ورنہ ہم بھی میدان جنگ میں باب
 خبر اکھاڑ لاتے۔ لہذا قدرت کی طرف سے صلائے عام ہے مقدر اپنا اپنا
 آزمائے جسکا جی چاہے۔ بیشک اس لحاظ سے آیت کا دامن وسیع
 ہے اور اکثر مومن فوز عظیم کے مصداق بھی بنے مگر یہ فوز عظیم مخصوص جسکے
 واسطے تھا قدرت نے اس کی نشان دہی کر کے اس مومن کو مخصوص
 بھی بنادیا کہ اسکا ذکر توریت انجیل اور قرآن میں ہے۔ اب اس
 آیت کا مصداق وہ مومن ہو سکتا ہے جسکا ذکر آسمانی تینوں کتابوں
 میں ہو۔ مانا۔ بدر واحد۔ خبر و خندق کے مجاہد شہید ہو کر مستحق جنت
 بنے۔ مگر اس شان کے مجاہد کہاں سے آئیں گے۔ کہ لڑیں قتل کریں اور
 اور سب قتل ہو جائیں اور ان کا ذکر آسمانی تینوں کتابوں میں بھی ہو
 آیت میں کیونکہ من المؤمنین آیا ہے تو لفظ مومن کہیں لٹ نہ تو ضیع نہ رہ جائے
 یہ بھی بتلاتا چلوں کہ مومن کے کہتے ہیں۔ تو اسکو اپنے امام علی نقی علیہ السلام
 کی زبان سے سنئے۔ فرزند رسول نے فرمایا مجھے میرے والد بزرگوار امام
 محمد نقی نے اُن سے اُن کے پدر عالیوقار امام علی رضائے ان سے اُن کے
 پدر نامدار امام موسیٰ کاظم نے ان سے ان کے والد باوقار امام جعفر صادق
 نے ان سے اُن کے پدر شاندار امام محمد باقر نے اُن سے اُن کے پدر عبادت
 گزار امام زین العابدین نے اُن سے اُن کے پدر غمگسار امام حسین

لے اُن سے اُنکے پدر صاحب ذوالفقار علی ابن ابیطالب نے اُن سے
 خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْاِيْمَانُ مَسَا
 وَفَرَسَةُ الْقَلَوْبِ - وَصِدْقَةُ الْاَعْمَالِ - وَالْاِسْلَامُ مَا جَرَى
 بِهٖ اللِّسَانُ وَقُلْتُ بِهِ مَنَّا كَيْفَ اِيْمَان نام ہے دل سے اعتقاد کامل
 کا اور اعمال سے اعتقاد کی تصدیق کا۔ اور اسلام نام ہے صرف زبان
 سے اقرار کا جس سے نکاح جائز ہو جاتا ہے۔ اب مسلمان ہیں ایمان کی
 یہ دو شرطیں بدرجہ اتم اگر موجود نہ ہوں تو مومن بن ہی نہیں سکتا
 اور نہ اس آیت کا مصداق ہو سکتا ہے۔ مومن زبان سے کہہ دینا آسان
 ہے مگر مومن بننا بڑا مشکل ہے کسی نے غالب کل غالب علی ابن ابیطالب
 سے سوال کیا مولا مومن کسے کہتے ہیں۔ آپ نے سامنے کی دیوار کی طرف
 اشارہ کر کے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جو اگر اس دیوار کو اشارہ کر دے کہ
 سونے کی ہو جا تو سونے کی ہو جاتے۔ سائل نے دیکھا کہ وہ دیوار
 سونے کی ہو گئی ہے۔ حیرت سے عرض کی مولا آپ نے تو مثال دی تھی
 حکم تو نہیں دیا تھا مگر دیوار پھر بھی سونے کی ہو گئی۔ فرمایا یہ مومن
 اور امیر المؤمنین کا فرق ہے (صلوٰۃ)

آئیے خدا اور رسول سے مسلمان اور مومن کا فرق سنئیے۔ خدمت
 رسول میں بیٹھے ہوتے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیے۔ خدا

اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے اے رسول ان سے کہو ایمان نہیں بلکہ یوں کہو۔ اسلما۔ ہم اسلام لاتے (صلوٰۃ)

اتنا ہی مومن ہیں اور سلم میں کھجوتم ہے فرق

جتنا فرق روز و شب ہے جتنا فرق غب و شرق

آیت میں ان مومنین سے خطاب ہے جو سیسہ پلائی دیوار کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔ بھاگتے نہیں پشت نہیں دکھاتے۔ اور ان مومنین سے وعدہ جنت کیا گیا ہے جو خدا اور رسول کے وعدوں میں شک نہیں کرتے۔ بس انہیں سے وعدہ و وعید ہیں اور انہیں کے لئے یہ وعدے پیغام عید ہیں۔ قدرت نے یہ بہتر باغ نہیں دکھایا بلکہ جنت کا لازوال باغ دکھایا ہے جو کسی انسان کا نہیں وعدہ پروردگار ہے۔ ایمان کا گلزار ہے۔ اعمال کا انحصار ہے۔ حیات ابدی کا نکھار ہے۔ زندگی کا انجام کار ہے۔ مومن کا وقار ہے۔ رسول جسکا تاجدار ہے حسین جسکا سرور و سردار ہے عباس و فادار جسکا علمبردار ہے۔ قرآنی الیم میں دنیا واقعہ کر بلا کی اس سے واضح تصویر اور کیا دیکھنا چاہتی ہے۔ انہی مومنین اور انہی مومنین کے ایک علمبردار کا تذکرہ مقصود ہے جسکے لئے اس مخصوص آیت کو میں نے عنوان قرار دیا ہے

رجب کے مبارک مہینہ کی سات تاریخ تھی کہ شیر خدا کے گھر میں

شیر اسد اللہ آیا ام البنین نے قمر بنی ہاشم پایا۔ علی کی دعا کی تاثیر اُتری
 شجاعت کی زندہ تصویر اُتری۔ امام نے ابن امام کے کان میں اذان
 دی۔ ام البنین کو مبارک باد دی گھر کا گھر کرایا۔ حسین کے گھر میں بھائی
 آیا۔ زینب نے حسین کو بلایا حسین تمہارا بھائی عباس آیا۔ حسین نے اس
 چھوٹے سبھار دل بھائی کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ پیشانی چومی۔ شانوں
 کا بوسہ لیا۔ عباس آنکھیں کھولو۔ عباس نے آنکھیں کھولیں اور مصحفِ رخسار
 امامت پر پہلی نظر ڈالی جس طرح کعبہ میں علی نے مصحفِ رخسار نبوت پر پہلی
 نظر کی تھی۔ ماں کو یہ ادائیگی پسند آئی۔ فرمایا شہزادے حسین میں نے
 عباس کو آپ کی غلامی میں دیا۔ حسین نے فرمایا انہیں عباس تو میرا قوت
 بازو و فادار بھائی ہے بیشک عباس میرے ہیں اور میں عباس کا ہوں۔
 جناب عباس کی تربیت تین معصوموں کے زیر سایہ شروع ہوئی ماں نے
 آداب و فاداری سکھائے باپ نے انداز شہ سواری سکھائے حسین نے انداز
 دلدادگی سیکھا۔ والا نسب نے جذبہ مردانگی اُبھارا۔ خون شجاعت نے
 جوش مارا۔ جون جوں سن و سال میں انقلاب آیا عباس کے تقوے طہارت
 عبادت پر شباب آیا ایک روز صحنِ خانہ میں عباس ٹھہل رہے تھے زمین
 قدم قدم پر قمر بنی ہاشم کے قدم چوم رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کچھار میں
 شیر ٹھیل رہا ہے۔ امیر المومنین نے انداز عباس پر ایک نگاہ ناز و نوا

اور مسکرائے۔ ام البنین کو اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا ام البنین جاتی ہو مسرت و شادمانی کے کہتے ہیں عرض کیا امام بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ام البنین مسرت ایک اضافی چیز ہے۔ غم کے نہ ہونے کو مسرت کہتے ہیں مگر کیا میں تمہیں حقیقی مسرت دکھاؤں۔ دیکھو جس گھر کے صحن میں ایک متقی۔ پرہیزگار۔ فقیہ۔ عالم۔ شجاعت و وفا کی زندہ تصویر بٹھلتی ہوئی نظر آئے بس وہ حقیقی مسرت ہے۔ ام البنین ذرا صحن خانہ کی طرف دیکھو کہیچی ہے مصور نے یہ قدرت سے قرطاش شجاعت پہ وفا کی تصویر جناب ام البنین نے صحن کی طرف دیکھا عباس ٹھہیل رہے تھے اشجع عالم کی درگاہ کا تعلیم یافتہ شیر۔ جنگ۔ جل۔ صفین و نہرواں کا منجھا ہوا دلیر۔ سایہ پدری سے محروم ہو کر۔ آغوش حسینیؑ میں آیا حسینؑ نے اپنی سرکار کا مختار عام بنایا۔ عباس کی نظر میں حسینؑ اور حسین کی نظر میں عباس کیا تھے یہ تو حسین کی عطا اور عباس کی وفا ہی بتلا سیکی مگر یہ دنیا نے دیکھا کہ۔ جان عباس تھی اور جلوۂ جانانہ تھا

بھائی ہوتے ہوئے انداز غلامانہ تھا

بزم الفت میں نرالی تھی ادا دلوں کی

ایک ہی شمع تھی اور ایک ہی پردانہ تھا

آئیہ ماسبق میں جن مومنین اور مجاہدین سے قدرت نے وعدہ

جنت فرمایا اُن مجاہدین کے حسینؑ سردار ہیں اور عباسؑ با وقار علمدار ہیں۔ یوں تو مجاہدین کربلا سب ہی اس آیت کے مصداق ہیں اور جنت کے حقدار ہیں مگر قدرت نے اپنے رسولؐ سے فرمایا کہ حسینؑ سے کہہ دو تم سردار جنت ہو اور تمہارے علمدار اور سارے لشکر کو ہم نے حیات ابدی دی۔ لا تقولو الموت یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احياء جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اسے مردہ نہ کہو وہ زندہ ہے۔ شہداء کربلا نے استغاثہ امام کا جواب دیکر سید الشہداءؑ نے نوک نیزہ پر سورۃ کہف پڑھ کر اس تشنہ تکمیل آیت کی تصدیق کر دی فیققتلون ولیقتلون قتل کرتے ہیں اور سب قتل ہو جاتے ہیں کہ تفسیر کر دی اب وقت آیا کہ ضرغام ہمیشہ صفدری۔ شیر نیتان دلاوری۔ جعفر ثانی۔ علیؑ کی نشانی امین کی آنکھوں کا تارا۔ اہلبیت رسولؐ کا سہارا۔ قمر بنی ہاشم۔ لشکر حسینی کا ناظم اسلام کا جانشین۔ دین محمدی کا مددگار۔ توحید کا پرستار۔ علمدار وفادار اپنی مردانگی اور فداؤں کا جو ہر دنیا کو دکھائیے۔ اور اور بتلاتیے کہ خدا سے جنت کا لینا آسان کام نہیں۔ جان دیکر بازو کٹا کر۔ جوانی لٹا کر جنت خریدی جاتی ہے۔ اور سردار جنت ہونا تو اس سے بھی دشوار منزل ہے معلوم ہوتا ہے قدرت نے اس دلیر کو پیدا ہی حسینؑ کے لئے کیا تھا جس طرح شیر کردگار کو رسولؐ کے واسطے

دو شیر کے منہ خلق میں قدرت کے اشکا : اک شیر خدا اک شیر شیر کردگار
 اک شیر کو ٹھہرایا نبوت کا نگہدار : اک شیر بنا آکے امامت کا مددگار
 دیدی گئی اک شیر کو خوش ہو کے خدائی
 اک شیر پیاسا تھا عطا کر دی ترائی

مکاتیب

امیر شام کے بعد تخت خلافت پر رسول کا جانشین ہنگر دشمن
 خدا و رسول اس کا بیٹا یزید بیٹھا - دشمنی اہلبیت درشہ میں ملی تھی۔ رسالت
 اور تبلیغ رسالت کے مٹانے کی بس ایک ہی ترکیب تھی کہ ذمہ داران
 تبلیغ رسالت کو مٹا دیا جائے اسمین بہت کچھ مخالفین کو کامیابی
 ہو بھی چکی تھی۔ اب یزید کی نظر میں احیائے پیغام رسالت کی ذمہ دار
 فرد صرف حسینؑ باقی تھے۔ سوچا اگر اس چراغ کے گل کرنے میں کامیاب
 ہو گیا تو شمع نبوت ہمیشہ کو گل ہو جائیگی۔ حاکم مدینہ ولید کو تاکید
 حکم پہنچا۔ حسین سے بیعت لو۔ انکار کی صورت میں سر کاٹ کو بھیجو
 ولید نے شب کی تاریکی ہی میں حسین کو بلوایا بھیجا۔ عباس جس خدمت
 کے منتظر تھے وہ وقت آپہنچا۔ آقا ولید کے پاس تنہا نہیں جانے دوں گا
 نہیں عباس ولید نے صرف مجھے بلایا ہے۔ اچھا اندر نہیں جانے کا دروازہ

کیا دنیا سمجھا رہی تھی کہ حسین نہ جائے مگر عباس تجھے اہل وفا یاد کریں گے۔
 یہ وفادار تابع فرمان امام ہے حکم پاتے ہی قافلہ کی تیاری میں مصروف
 ہیں قافلہ منزل بہ منزل عباس کی سرکردگی میں بڑھ رہا ہے۔ منزل ثعلبیہ
 پر پہونچ کر سفیر امام مسلم ابن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ عباس نے امام
 سے نہیں پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ حکم امام ہوا قافلہ کو آگے بڑھایا۔ منزل
 شراف پر پانی کا صاف چشمہ پایا۔ عباس نے مشک مشکیزے۔ چھانگلیں سب
 پانی سے بھرتے۔ منزل قادسیہ آئی۔ دور سے کسی لشکر کی گرد نظر آئی۔ عباس
 نے بڑھ کر دیکھا اور خبر دی آقا شکر ہے حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر خرباس
 سے بد حال ہے۔ عباس کو پانی پلانے کا حکم ملا۔ عباس نے پانی کی طرف دیکھا
 اور دست بستہ عرض کی آقا ہمارے ساتھ بھی بچے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ حسین
 نے فرمایا انکا خدا مالک ہے حسین کسی کو پیاسہ نہیں دیکھ سکتا مشکوں کے
 دھانے کھلے۔ چھانگلیں لوٹی گئیں۔ انہوں کو ہی نہیں حیوانوں کو بھی
 سیراب کیا۔ آخری منزل کر بلا تھی۔ ۲۰ محرم کو قافلہ کر بلا جا اترا حسین نے
 حکم دیا عباس ہماری آخری منزل آپہونچی۔ خیام یہیں نصب کر دو نہر کے
 کنارے خیمے لگاتے گئے۔ دوسرے ہی روز زیدی لشکر ابن زیاد کا حکم لیکر
 آیا۔ خیمے فرات کے کنارے سے ہٹائے جائیں۔ عباس نے اس پیغام کے
 انجام کو سمجھ کر تلوار نیام سے نکال لی۔ اور کہا کس کی مجال جو ہمارے خیمے

نہر سے ہٹا دے شیر خدا کے شیر کی آواز حسینؑ نے سنی۔ بھائی کو بلایا۔
عباس خیمے نہر سے ہٹا لو حسین کو پانی پر لڑنا مقصود نہیں ہمیں بیعت
پر جنگ کرنی ہے عباس خاموش ہیں خیمے ہٹائے گئے اور وہی ہوا جس کا
عباس کو اندیشہ تھا۔ ۷ / حرم سے حسین کے بچوں پر پانی بند ہو گیا۔ ۸ / کو
عباس خیموں کے پیچھے کنواں کھودنے میں مصروف ہیں۔ پانی نہ نکلتا تھا نہ
نکلا۔ کیوں بمقصد حسین کے خلاف تھا۔ ۹ / کی شام طبل جنگ پر چوٹ
لگی۔ شور اٹھا حسین نے بھائی کو بلایا عباس یہ کیسا شور ہے آقا آغاز
جنگ کا اعلان ہے۔ اچھا عباس ابن سعد کے پاس جاؤ اور کہو اگر جنگ
ہی مقصود ہے تو ایک شب کی مہلت حسین اپنے معبود کی عبادت کو چاہتا
ہے۔ عباس گئے۔ شمر بھی وہاں موجود تھا حسین کا پیغام سنکر شمر بد نہاد
نے کہا کہ حسین سے کہہ دو جس کی عبادت ہی قبول نہیں وہ عبادت کر کے کیا کریگا۔
غازی کو حلال آگیا۔ تلوار نیام سے نکالی اور فرمایا بد خصال زبان بند کر۔
حسین جو لو اسے رسول ہے اس کی عبادت تو نا مقبول اور تم شرابیوں
کی عبادت قبول ہے۔ ابن سعد ڈرا ایک شب کی مہلت ملی۔ عبادت
کی رات قیامت کی رات تھی۔ اعزاء اور انصار سب کو یقین تھا کہ اس
رات کے بعد دوسری رات نہیں۔ تبیح و تہلیل کی ہر خیمے سے آوازیں بلند
تھیں۔ عذرات عصمت و طہارت اپنی آغوش کے پالوں کو کلی کیلئے

تیار کر رہی تھیں۔ عباس شب خوں کے اندیشے سے خمیوں کا طلا یا کر رہے تھے۔ ثنائی زہرہ کے خیمہ سے گزرے دیکھا اماں اپنے دونوں بچوں کو لئے باتیں کر رہی ہیں۔ کیوں عون تمہیں معلوم ہے جعفر طیار کون تھے۔ اماں ہمارے دادا کا نام ہے۔ محمد۔ تم بتلاؤ حیدر کرار کون تھے۔ اماں یہ ہمارے نانا کا نام ہے۔ دیکھو کل یوم نبرد ہے۔ تمہاری دلاوری کا امتحان ہے۔ میں جب خوش ہوئی جب عباس علیہ دار تمہیں جنگ کرتے ہوئے دیکھ کر یہ کہیں کہ عون و محمد نہیں جعفر طیار اور حیدر کرار جنگ کر رہے ہیں۔ ہاں اماں کل دیکھنا۔ کہ آپ کے غلام کیا کرتے ہیں۔ عباس روتے ہوئے آگے بڑھے دیکھا ام لیلیٰ تصویر مصطفیٰ کو لئے بیٹھی ہیں فرما رہی ہیں۔ بیٹا علی اکبر ابھی اور بیٹھے رہو کل اس چاند کی زیارت کو مان تڑپے گی۔ اگلا خیمہ ام فروا کا تھا قاسم سامنے بیٹھے تھے حسن کی نشانی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ قاسم شاید چچا جان بچہ سمجھ کر تمہیں اجازت نہ دیں مگر میرے لعل کل چچا سے لہفہ ہو کر اجازت لینی ہے۔ بیٹا دولہا تو نہ بنا سکی مگر دولہا کی شبیہ دیکھنا چاہتی ہوں کل میدان جنگ میں جب گھوڑے سے اتر دو چہرہ پر خون کی لڑیاں شمع آفتاب میں سہرے کا منظر پیش کر رہی ہوں۔ بہر و کا نام سنکر عباس کے چہرہ پر آنسوؤں کی لڑیاں داماں قبلے سے جھاملبں۔ روتے ہوئے آگے بڑھے جھولے کے پاس ایک بی بی یہ کہتی یہیں منظر

آئیں پیارے علی اصغر اگر تم جوان ہوتے تو آج اس بدنصیب کے کام آتے میں بھی تمہیں مجاہد بنا کر حسین کی نصرت کو بھیج سکتی۔ ایک خیمہ سے بڑی درزناک آواز آئی۔ کاش ام کلثوم تیرے بھی اولاد ہوتی۔ کل سب کے سب اپنی اپنی قربانیاں حسین کے قدموں پر نثار کریں گی مگر تو بدنصیب بھائی کی کوئی خدمت نہ کر سکے گی۔ عباس نہ سن سکے بہت ضبط کیا مگر آواز گریہ بلند ہوئی ام کلثوم نے مڑ کر دیکھا عباس ہی بھائی کیوں رو رہے ہو بہن تم نے رولایا ہے۔ عباس کے ہوتے آپ کو کیا فکر ہے کل عباس آپ کی طرف سے حسین پر قربان ہو گا۔ علمدار کی رگ دپے میں ہاشمی خون دھڑ رہا تھا نبھن شجاعت پھڑکی۔ ماں کا فرمان یاد آیا۔ اپنے خیمہ میں تشریف لائے ریاض محمدی کے پہلو لوں کو جمع کیا۔ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ کی تفسیر بیان کی اور فرمایا۔ میرے پیارو۔ فلک، امامت کے ستارہ حسین کی گود کے پالو۔ یاد رکھو کل مرنے کا دن ہے۔ تلواریں کھالنے کا دن ہے۔ دین پر نثار ہونے کا دن ہے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے رہ جاؤ۔ اور اصحاب و انصار تم سے بیعت لے جائیں۔ جب تک ہم گلے نہ کٹالیں خون میں نہ نہالیں اصحاب کی باری نہ آئے جناب عباس کی جرات آموز تقریر پر ہر چھوٹے بڑے نے لبیک کہی اور شاہد غازی کی یہ آواز گہوارۃ علی اصغر تک پہنچتی ہو اور اس ننھے مجاہد نے بھی کروٹ بدلی ہو۔ قریب کے خیمہ میں حبیب ابن مظاہر بھی سن

رہے تھے اصحاب باؤفا کو حبیب نے حج کیا اور یوں خطاب کیا۔ میرے پیارے
 بھائیوں رسولؐ کے فداؤ حسینؑ کے شدید انیو کل روز امتحان ہے دین پر
 جان دینی ہمارا ایمان ہے۔ کل میدان جنگ میں فیقتلون و یقتلون
 قتل کرو اور سب قتل ہو جاؤ کے مصداق بن جاؤ۔
 موت ہے جینا فقط لذات فانی کے لئے
 آدمی مر جائے عیش جاودانی کے لئے

دیکھو جب تک ہمارے دم میں دم ہے آل رسولؐ پر آپؐ نہ آئے
 ایسا نہ ہو کہ ہم زندہ ہوں اور آل محمدؐ کے پھول مٹ جا جائیں۔ سب نے
 یک زبان ہو کر کہا حبیب کل دیکھنا کیا ہوتا ہے یہ سر ہونگے اور فرزند رسولؐ
 کے قدم۔ شاید حبیب کی یہ آواز خیمہ خرنمک پہنچی۔ خربھی رات بھر
 کروٹیں بدلتے رہے اور انصار کا وہ پہلا سر تھا جو حسینؑ کے قدموں
 پر فدا ہو گیا۔ تاریکی شب بڑھتی جا رہی تھی۔ عباس علمدارِ رضوت حسینؑ میں
 حاضر تھے کہ کس پکارنے والے نے پکارا۔ عباس نے لاکا لاکا کون ہے۔ کچھ باتیں
 کرتے برافروختہ واپس آئے حسینؑ نے پوچھا۔ عباس کون تھا۔ آقا
 شمر کا پیغام آیا تھا اور مجھے بلایا تھا۔ ہو آؤ عباس کچھ ہرج نہ
 عباس جاتے ہیں۔ کیوں بلایا ہے۔ شمر نے کہا عباس تم میرے قبیلہ کا

بھانجے ہو میں تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے واسطے ابن زیاد
 امان نہیں دے گا۔ اس لئے پختہ نواسہ رسولؐ کے لئے امان